کیفِ بہاراں
سبین احمد
Novels Mania
www.urdunovelsmania.com
Urdu Novels Mania Team©
www.urdunovelsmania.com

#An_Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

#قسط_1

سبین_احمد

آج سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نکلے ہر چیز کو اپنی سنہری کرنوں سے رنگ رہا تھا—
دوپہر ایک سے دو کا درمیانی وقت تھا—
سورج کی روشنی کمرے کی کھلی کھڑکیوں سے چھن چھن کر کے آتی سارے کمرے کو روشن کر رہی تھی—
"ستارہ اسے جلدی تیار کر کے باہر چاندنی بیگم ہال میں لے کر آ۔ اسے لینے اس کا گاہک؛ جس کے لیے اسے ملک صاحب سے بھی چھپا کر رکھا ہے؛ آگیا ہے-" بشیر نے ستارہ کو دیکھتے کہا جو اپنے بھاری بھرکم وجود پر آتشی رنگ کا جوڑا پہنے کمرے کا دو پٹ والا دروازہ کھولے درمیان میں کھڑی تھی-
بشیر کے کہنے پر ستارہ نے گردن موڑتے ایک نظر کمرے میں سنگھار میز کے ساتھ نیچے فرش پر بیٹھے وجود کو دیکھا-
"کہنے کو تو میں اگلے ایک منٹ میں اسے تیار کر کے باہر لے آوں۔ مگر یہ جتنی سوہنی ہے اس سے کہیں زیادہ ڈھیٹ ہے۔ جب سے آئی ہے مجال ہے کہ کوئی بات سیدھے طریقے سے مان لے-" اپنے سامنے کھڑے چھوٹی چھوٹی مونچھوں کو تاؤ دیتے بشیر کو کہا-

"تو یہ کام بھی الٹے طریقے سے کروالے۔ اس کو جلدی لے کر آ میری رانی، شہر بانو بیگم باہر خریدار کے ساتھ بیٹھی انتظار کر رہی ہیں-"کہہ کر بشیر واپس چلا گیا۔

ستارا اس کی جانب مڑی جو سیاہ چادر میں خود کو چھپائے رو رہی تھی—

"چل، آجا۔ میری شہزادی جلدی سے تیار ہو۔ تیرا خریدار آگیا ہے۔ اس کو بھی اپنے حسن کے جلوے دکھا—"کہہ کر وہ بے ہنگم سا ہنسی۔

اس نے کمرے میں موجود الماری کھولی، تاکہ اس لڑکی کے پہننے کے لیے کچھ نکال سکے-

ستارہ کی باتوں کو ان سنی کرتا وہ وجود ہنوز اپنی جگہ بیٹھا رہا۔

●=====●=====●

زہے نصیب طوائف خانے کا چاندنی بیگم ہال بھی بڑی بڑی قد آدم کھڑکیوں سے آتی سورج کی سنہری کرنوں سے روشن تھا—

چھت پر لگے قیمتی فانوس اس وقت بند تھے-سارے ہال میں دیوار کے ساتھ آرام دہ صوفے لگے تھے اور دیواروں پر جابجا یہاں پر ناچنے والی رقاصاؤں کی تصویریں آویزاں تھی جن میں سب سے بڑی چاندنی بیگم کی ماں سلطانہ کی تھی—

ایک جانب آلات موسیقی پڑے ہوئے تھے جن کی تال پر رات میں رقاصائیں جھومتی اور دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کرتیں—

ہال کے درمیان میں ایک تخت پڑا تھا جو رات کے وقت ہٹا دیا جاتا تھا۔

اس وقت تخت پر لگ بھگ پچپن سے ساٹھ کے درمیان عمر کی عورت سفید گوٹے والا غرارہ پہنے سر پر سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے بیٹھی تھی۔

وہ اپنے سامنے پڑے پاندان سے بظاہر پان بنانے میں مصروف نظر آ رہی تھی۔ لیکن اس کی ساری حسیات اپنے سامنے کرسی پر بیٹھے سنہری آنکھوں والے مغرور شہزادے پر تھی جس نے صرف اپنی منوانا سیکھا تھا۔

"شہر بانو اور کتنا انتظار کرنا پڑے گا۔"

سامنے بیٹھے سنہری آنکھوں والے شخص نے اپنی گھڑی پر ایک نظر ڈالتے بیزاری سے کہا۔

کرسی سے اٹھ کر ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے وہ ہال میں آویزاں تصویروں کی جانب بڑھا۔

اسے یہاں بیٹھے بیس منٹ سے اوپر ٹائم ہو گیا تھا۔ایک ایک قدم اٹھاتے وہ ہال میں آویزاں سلطانہ بیگم کی تصویر کے سامنے جا کھڑا ہوا۔وہ بہت دلچسپی سے اپنے سامنے آویزاں تصویر کو دیکھ رہا تھا، جب سوچ کی دوڑیں پرواز کرتی اسے وقت میں ایک دن پیچھے لے گئیں۔

●=====●=====●

شجاعت پھر ضروری ہے

عداوت پھر ضروری ہے

تشدد کے نتیجے میں

بغاوت پھر ضروری ہے

ایک اسٹیبلیش آفس میں کھڑکی کی جانب منہ موڑے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے کرنل خالد محمود اپنے پیچھے ٹیبل کی دوسری طرف کرسیوں پر مودب بیٹھے یونٹ کے بہترین آفیسرز سے ہمکلام تھے-

آج سورج بادلوں کے پیچھے چھپا آنکھ مچولی کھیل رہا تھا، جس کی وجہ سے دوپہر دو بجے کے وقت شام کا گمان ہو رہا تھا—

"آفیسرز ان لوگوں نے پچھلے کچھ عرصے سے غیر ملکی تنظیموں کے ساتھ روابط قائم کر کے غریب بے سہارا لڑکیوں کی سمگلنگ شروع کر دی ہے۔ پچھلے دس سالوں میں اس سال سب سے زیادہ اغوا کی شرح ہے—اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ ان لوگوں کو ملک کی بڑی بڑی اور نامور شخصیات کی پشت پناہی حاصل ہے—" اپنی جگہ بیٹھے دونوں آفیسرز بہت غور سے اپنے سینئر کا ایک ایک لفظ سن رہے تھے—

کرنل خالد محمود پیچھے مڑ کر ان کے مقابل ٹیبل کی دوسری طرف اپنی کرسی پر بیٹھتے گویا ہوئے—

"ہمارے ذرائع سے پتا چلا ہے کہ ان کے پاس ہر شخص کے خلاف ایسا مواد جمع ہے جو کہ اگر لیک آوٹ ہو جائے تو خواہ اس شخص کا تعلق سیاست، جوڈیشری، بیوروکریسی، پولیس کسی بھی شعبے سے ہو اسکے کیریئر کا اینڈ ہے- اس لیے ان سب کے ہاتھ تو بندھے ہوئے ہیں۔ اب جو بھی کرنا ہے وہ ہم نے کرنا ہے—"

کہتے ہوئے ان کی آنکھوں میں چمک در آئی تھی۔

"اور ہمیں کیا کرنا آتا ہے جنٹلمین جس میں ہم سب سے اچھے ہیں ؟"آنکھوں کی چمک مزید گہری ہوئی۔

اپنے سامنے بیٹھے میجر میران ارسلان اور میجر عمیر آفریدی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ان کی آنکھوں میں بھی وہی چمک در آئی جو کہ انکے سینئر کی آنکھوں میں تھی۔

ایک لمحے کو سیاہ آنکھوں نے سنہری آنکھوں میں دیکھا اور پھر دونوں نے ہم آواز کہا۔

"جاسوسی۔"

کرنل خالد محمود تائید میں اپنا سر ہلاتے ہوئے بولے۔

"رائٹ جنٹلمین۔ہمیں وہی کرنا ہے جو ہمیں آتا ہے۔ ہم نے ان سے یہ راز لینے ہیں ، انکی وہ دیوار جس کے سہارے وہ کھڑے ہیں اس کو گرانا ہے۔ ایسا گرانا ہے کہ دوبارہ کوئی اسے بنانے کی کوشش نہ کرے۔" اپنی بات کے اختتام پر اپنے ٹیبل کی دراز میں سے ایک فائل نکال کر انکے سامنے ٹیبل پر رکھتے ہیں۔

"جنٹلمین آپ کو اس مشن میں کیپٹن شہروز اور کیپٹن کلثوم جوائن کریں گے۔ اس فائل میں آپ کے مشن کے متعلق کچھ معلومات ہیں۔"

کیپٹن شہروز کا نام سن کر میجر عمیر کے کان کھڑے ہوئے۔

عمیر دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔اسے نہیں معلوم تھا کہ قسمت اپنے ساتھ کی گئی زیادتی کا بدلہ لینے کا اتنی جلدی موقع دے گی۔

www.urdunovelsmania.com

اب یقیناً کیپٹن شہروز کی خیر نہیں تھی۔

میران نے فائل ٹیبل سے اٹھا کر تھام لی۔

"اوکے ۔ جنٹلمین آفیسرز آر یو ریڈی ؟"

کرنل خالد محمود نے اپنے مخصوص آرمی لب و لہجے میں پوچھا۔

دونوں نے کھڑے ہوتے سیلوٹ کرتے کہا۔

"ایٹ یور سروس سر۔"

"اوکے جنٹلمین کیپ می اپڈیٹ فرام ٹائم ٹو ٹائم۔" اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ان دونوں سے مصافحہ کرتے کہا۔

"اگر اللہ نے چاہا سر تو ہم اس بار بھی کامیاب واپس آئیں گے ۔" انکے ہاتھ کو گرمجوشی سے ہلاتے میران نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں جنٹلمین۔" وہ میجر میران ارسلان کی سابقہ کامیابیوں سے بخوبی واقف تھے۔ اسکے لہجے کے یقین سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"پر ایک بات یاد رکھیں جنٹلمین اس مشن میں آپ کا مقابلہ ایک غیر ملکی تنظیم سے ہے۔ آپ کو بہت دھیان سے اور سمجھداری سے کام لینا ہے۔"

"یس سر۔" میران انکو سلیوٹ کرتے ہاتھ میں فائل تھامے کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کی تقلید میں میجر عمیر بھی سلیوٹ کرتے ہوئے باہر کی جانب بڑھے تھے۔

جب کرنل محمود نے انہیں روکا۔

"میجر عمیر بیٹے کے باپ بننے پر بہت بہت مبارک ہو—"چہرے پر مسکراہٹ لیے کرنل صاحب بولے—

"بہت شکریہ سر-"

"مبارکباد تو وصول کرلی۔ اب ننھے شہزادے کو دیکھنے کے لیے ہمیں کب بلا رہے ہیں؟"

"سر ابھی تک تو میں نے بھی نہیں دیکھا-"کہتے ہوئے وہ دل ہی دل میں ہمکلام ہوا"پہلے خود تو دیکھ لوں سر جی، پھر آپ کو بھی بلالوں گا۔"

"پر کیوں جوان، دوسری تیسری اولاد ہوتی تو میں پھر بھی کچھ سمجھ سکتا، لیکن یہ تو تمہارے گھر پہلے بچے کی ولادت تھی—"انہوں نے حیران ہوتے کہا-

ڈیوٹی سے ہٹ کر وہ اپنے تمام آفسران کے لیے بہت خیال رکھنے والے، نرم طبع انسان تھے—

"سر، میری مسز بچے کی ولادت کے لیے اپنے پیرنٹس کے پاس دبئی گئی ہوئی تھی۔ اپنے پچھلے مشن کہ باعث میں ایان کی ولادت کے وقت اس کے پاس پہنچ نہیں سکا تو وہ میرے سے ناراض ہوگئی ہے۔ پندرہ دن ہوگئے ہیں آج نہ وہ مجھ سے بات کررہی ہے اور نہ ہی ایان کی کوئی تصویر بھیجی ہے۔ گھر پر امی، ابو، یہاں تک کے کیپٹن شہروز میرا بھائی جو میرے فرض کو سمجھتا ہے وہ بھی مجھے تنگ کرنے کے لیے اپنی بھابی کے ساتھ ملا ہوا ہے—"جیسے ہی عمیر کو سننے والا ملا۔ اس نے اپنے تمام غم سناڈالے۔

میجر عمیر کی بات سن کر کرنل خالد محمود قہقہہ لگائے بغیر نہ رہ سکے—

"بہت اچھا جوان-"وہ ہنستے ہوئے اپنی سیٹ کی جانب بڑھے۔

"پچھلے مشن نے جانے سے روکا شاید یہ مشن ننھے شہزادے کے پاس پہنچا دے-" انہوں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

ان کی بات پر اس کی آنکھوں کی چمک اور چہرے کی خوشی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

آفس سے باہر نکلتے میران کرنل خالد محمود کی آواز سن چکا تھا—

وہ جانتا تھا اب کیا بات ہونے والی ہے۔

دل ہی دل میں مسکراتے وہ آگے کی جانب بڑھا۔

کوریڈور کے سرے پر ہی اسے مودب کھڑے کیپٹن شہروز اور کیپٹن کلثوم نظر آئے—

اس کے پاس پہنچنے پر دونوں نے اسے سیلوٹ کیا—

ان دونوں کو "فالو می" کہتے میران اپنے آفس کی طرف بڑھا-

●=====●=====●

کرنل خالد کے آفس سے نکل کر میجر عمیر سیدھا میجر میران کے آفس میں آئے—

یہ کرنل صاحب کے آفس سے قدرے چھوٹا پر ان کے آفس کی طرح نفاست سے سجا روم تھا-

عمیر آفس میں داخل ہوا تو ایک جانب مودب کھڑی کیپٹن کلثوم نے اسے سیلوٹ کیا۔

میران کرنل خالد محمود کی طرف سے دی گئی فائل میں سر جھکائے کچھ پڑھنے میں مصروف تھا-

کیپٹن شہروز اسے کہیں نظر نہیں آیا۔

کچھ سوچتے اس نے میران کے مقابل پڑی کرسی سنبھالی اور مصنوعی رعب سے پوچھا

"یہ کیپٹن شہروز ابھی تک نہیں پہنچے۔"

میران نے سامنے کھڑی کیپٹن کلثوم کی طرف اپنے آگے کھلی فائل میں سے دو تصاویر نکال کر بڑھائیں۔

"اگلے دو گھنٹے بعد ان دونوں کے مکمل بائیوڈیٹا کے ساتھ آپ مجھے "چیک میٹ" (میران کے خفیہ فلیٹ کا نام) میں ملیں—"

"یس سر—" کیپٹن کلثوم ان دونوں کو سلیوٹ کرتی چلی گئیں۔

کلثوم کے جانے کے بعد میران، میجر عمیر کی جانب متوجہ ہوا۔ جو موبائل پکڑے کیپٹن شہروز کو کال کرنے والے تھے—

"کیپٹن شہروز آئے تھے۔ اور یہاں سے چلے بھی گئے—" میران نے عمیر کو کہا۔

جو من ہی من میں کیپٹن شہروز کی اچھی خاصی کلاس لینے کا ارادہ کر چکا تھا۔

"ہمم، کس سلسلے میں گئے ہیں؟" شہروز کی کلاس لینے کا پروگرام کینسل ہوتا دیکھ میجر عمیر لمحے بھر کو بد مزہ ہوئے۔ لیکن اگلے ہی لمحے اپنا دھیان کام کی جانب لگاتے پوچھا۔

"فائل میں ایک پولیس رپورٹ ملی تھی جس کہ مطابق ان کا ایک کارندہ ایس-پی محمد علی نے گرفتار کیا تھا۔ لیکن وہ اسے زیادہ دیر رکھ نہیں سکا۔ اوپر سے پریشر بہت تھا۔ تو اسے جلد ہی چھوڑنا پڑا۔ میں نے کیپٹن شہروز کو ایس-پی سے مل کر معلومات لینے بھیجا ہے—"

"اس ادارے میں جو چند آفسران ایماندار ہیں انہیں یہ اوپر کا پریشر ہی نہیں کچھ کرنے دیتا-" عمیر نے تاسف سے کہا۔

"لہجے میں یہ درد، واقعی ادارے کی قابل رحم حالت کی وجہ سے ہے یا کیپٹن شہروز کی کلاس لینے کا موقع ہاتھ سے جانے پر ہے ؟" میران نے پوچھا۔

"اوہ، میران، اوہ" اپنی چوری پکڑے جانے پر عمیر نے آنکھیں نکال کر بھرپور خفگی سے کہا-

میران نے مسکراہٹ دباتے اس کے ہی انداز میں کہا-

"کیا، عمیر، کیا ؟"

یہ ساری کارستانی میران کی تھی۔ کیپٹن شہروز کے نام پر عمیر کی آنکھوں کی چمک اس سے پوشیدہ نہیں رہی تھی—

وہ جانتا تھا اب عمیر نے شہروز پر آکر اپنا مخصوص آفسروں والا رعب جھاڑنا ہے۔ تو اس نے عمیر کے آنے سے پہلے ہی اسے وہاں سے غائب کردیا—اب شہروز سے عمیر کی ملاقات چیک میٹ میں ہونی تھی جہاں شاید ہی اسے کوئی موقع ملتا-

●=====●=====●

خالی لاؤنج کی کھڑکیوں پر بارش کے قطرے ٹپ ٹپ گر رہے تھے- عصر سے مغرب کا درمیانی وقت تھا- صبح سے ہوتی سورج اور بادلوں کی آنکھ مچولی میں بادل جیت گئے تھے اور اب چھاجوں مینہ برس رہا تھا-اوائل ستمبر کے دنوں میں ہونے والی بارش نے موسم پر بہت اچھا اثر ڈالا تھا-

لاؤنج سے ملحق ایک کمرے کا دروازہ کھلا۔ ہاتھ میں پکڑے موبائل پر کسی کا نمبر ڈائل کرتے میجر عمیر اپنے پیچھے کمرے کا دروازہ آہستگی سے بند کرتے باہر نکلے-

دوسری جانب سے کال اٹینڈ ہونے پر عمیر موبائل فون کو کان سے لگاتے لاؤنج کی کھڑکیوں کی جانب بڑھا—

کمرے میں گول میز کے گرد لگی کرسیوں پر بیٹھے میجر میران ، کیپٹن شہروز اور کیپٹن کلثوم ذہے نصیب کا نقشہ کھولے دیکھ رہے تھے-

کیپٹن شہروز کو ایس-پی محمد علی سے مل کر معلوم ہوا کہ جس بندے کو انہوں نے گرفتار کیا تھا۔ اس کی اگلے ہی روز لاش پولیس اسٹیشن کی پچھلی گلی میں ملی تھی—لیکن اوپر سے آرڈرز کی وجہ سے اس کے قتل کی فائل کو اگلے روز ہی بند کرنا پڑا-چونکہ افضل نامی شخص زیادہ دیر تک حوالات میں نہ رہ سکا تھا۔ اس لیے پوچھ گچھ کے دوران یہی ایک خاطر خواہ بات سامنے آئی کہ ہر ماہ کی نو تاریخ، چاندنی بیگم چار سے پانچ روز کے لیے دبئی جاتی ہے-

یہ انکی خوش قسمتی تھی۔ کہ آج نو تاریخ تھی—

میجر عمیر اسی سلسلے میں کمرے سے باہر چاندنی بیگم کی فلائیٹ کے متعلق انکوائری کر رہے تھے—

"آج شام پانچ بجے کی فلائٹ تھی جو جہاز میں کچھ فنی خرابی کی وجہ سے ملتوی ہو کر رات ساڑھے آٹھ کی ہوگئی ہے-" میجر عمیر نے اندر آتے کہا–

"آج قسمت کسی پر زیادہ مہربان نہیں ہوگئی کیا، میران بھائی–" شہروز کی آنکھوں میں ناچتی شرارت اسکے لہجے کی سنجیدگی کا ساتھ نہیں دے رہی تھی–

اسکی بات پر کرسی پر بیٹھتے میجر عمیر نے اسے گھوری سے نوازا-

"بالکل، چلو اسی بہانے میں جا کر اپنے بھتیجے کو بھی دیکھ لوں گا۔ اور اپنی دوست سے دوستی کا تقاضا نبھاتے اسے بھی اسکا بیٹا دیکھا دوں گا- میجر عمیر آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟" معصومیت سے بولتے میران نے آخر میں میجر عمیر سے پوچھا-

میجر عمیر جو دل ہی دل میں روٹھی ہوئی بیوی اور اپنے بیٹے سے ملنے پر خوش تھے، ان دونوں کی شرارت سمجھتے کہا۔

"باز آجاو۔ ویسے فکر نہ کرو میرے فوجی بھائیوں تم دونوں کا بھی وقت آنا ہے ایک ایک کر کے سارے بدلے لوں گا۔"

کیپٹن کلثوم ان لوگوں سے لاپرواہ نقشے پر جھکی ہوئی تھیں -

"بھائی پہلے آپ اپنا وقت تو صحیح سلامت گزار لیں۔ پھر ہمارا وقت آنے پر دل کھول کے بدلے لیجیے گا–" کیپٹن شہروز نے ہنستے ہوئے کہا–

مذاق کو لمبا ہوتا دیکھ میران نے سب کی توجہ دوبارہ پلان کی طرف کروائی–

www.urdunovelsmania.com

"اوکے، یہاں سے ہمارا مشن دو حصوں میں ڈیوائڈ ہو گیا ہے - میجر عمیر آپ دبئی جائیں گے ۔ میں اور کیپٹن شہروزاد ہر رہ کر شہر بانو کو ٹریپ کر کے کسی طریقے سے ذہے نصیب کہ اندر تک رسائی حاصل کریں گے —اور کیپٹن

کلثوم آپ ابھی کے لیے کرٹن کے پیچھے سے ہماری مدد کریں گی—" میجر میران نے پلان کو سمرائز (summarize)) کیا۔

ایک بار پھر تمام پہلوؤں پر غور کر کے سارا پلان ڈیٹیل میں ڈسکس کرنے کے بعد وہ سب کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آ گئے۔

بارش کے قطرے ہنوز ٹپ ٹپ کھڑکی کے شیشوں پر گر رہے تھے -

چیک میٹ ایک درمیانے سائز کا دو کمروں کا فلیٹ تھا—جو مشن کے دوران میجر میران کے زیرِ استعمال ہوتا تھا—ایک کمرہ بیڈروم کے طور پر جبکہ دوسرا ڈسکشن روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ میران سب کے لئے کافی بنانے کی غرض سے لاؤنج سے ملحق امریکن سٹائل کچن میں گیا لیکن کیپٹن کلثوم کی کافی بنانے کی آفر پر اسے مطلوبہ اشیا کا بتاتے کچن سے باہر لاؤنج میں پڑے صوفے پر شہروز اور عمیر کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا—

سوا چھ ہونے والے تھے کچھ ہی دیر میں عمیر نے یہاں سے ڈائریکٹ ائرپورٹ کے لیے نکلنا تھا-اپنا ایمرجنسی سفری بیگ جو کہ ہر آفیسر کا ہمہ وقت تیار رہتا تھا اپنی امی کو کال کر کے جانے کا بتا کر گھر سے چیک میٹ ہی منگوالیا تھا-

●=====●=====●

ائرپورٹ پورٹ پر ہر طرف خاصی گہما گہمی تھی—اندرون ملک اور بیرون ملک سے فلائٹ آ اور جا رہی تھی—بہت سے لوگ ایک دوسرے سے بچھڑ کر غمزدہ دل کیساتھ دوبارہ جلد ملنے کی امید پر جا رہے تھے ۔ اور بہت سے اپنے بچھڑے ہوئے عزیزوں سے خوشی سے نم آنکھیں لیے مل رہے تھے اور کچھ ابھی انتظار میں کھڑے تھے—

یہ ائرپورٹ بھی عجیب جگہ ہے جہاں بہت سے لوگ ایک ہی وقت میں خوش اور اداس ہو رہے ہوتے، ہنس اور رو رہے ہوتے ہیں—یہاں آنے والے ہر افراد کے احساسات ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں—

انہی لوگوں میں سیاہ گھنے بال، تیکھے نقوش، سرخ وسفید رنگت متناسب قد والی چاندنی بیگم جدید تراش خراش سے آراستہ لباس میں کوفت زدہ سی اپنا ٹائروں والا چھوٹا سفری بیگ لیے بیٹھی تھی—

دوپہر تین بجے سے وہ یہاں بیٹھی ہوئی تھی—آدھے گھنٹے سے کہتے کہتے اس کی پانچ بجے پرواز کرنے والی فلائٹ تین گھنٹے تاخیر کا شکار ہوگئی تھی—بورڈنگ وہ کروا چکی تھی اب اسے صرف اناؤنسمنٹ کا انتظار تھا جو ہو کہ نہیں دے رہی تھی—

میجر عمیر ایک گھنٹے پہلے پہنچے تھے -اپنا سروس کارڈ کنٹرول روم میں موجود آفیسر کو دیکھا کر آتے ساتھ ہی گزشتہ چند گھنٹوں کی وڈیو ریکارڈنگ حاصل کر لی تھی—

ریکارڈنگز میں اسے کوئی قابل گرفت بات نہیں ملی۔

میجر عمیر نے جب اس کے بورڈنگ کیے جانے والے سامان کی تلاشی لینے کی غرض سے اپنے سورس استعمال کیے تو معلوم ہوا کہ اس کے پاس اس نیلے بیگ کے علاوہ کوئی سامان نہیں ہے—

چاندنی بیگم نے اپنے آپ کو اتنا سنبھال کر رکھا ہوا تھا کہ وہ کہیں سے بھی پینتالیس سالہ عورت نہیں لگ رہی تھی—

عمیر قدرے فاصلے پر اپنے سامنے رکھے میگزین کی اوٹ سے اس پر نظر رکھے ہوئے تھا—

فلائٹ اناؤنسمنٹ ہونے میں دس منٹ ہی رہ گئے تھے—

جونہی اناؤنسمنٹ ہوئی چاندنی بیگم اپنے بیگ کو مضبوطی سے تھامے تیز تیز قدم اٹھاتی آگے چلے گی-

اس کے پیچھے ہی میجر عمیر اپنے چہرے کے آگے رکھی میگزین ٹیبل پر رکھتے اپنا سفری بیگ اٹھائے چل دیئے—

●=====●=====●

#An_Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

#قسط_2

سبین_احمد

میجر عمیر کے جانے کے کچھ دیر بعد کیپٹن کلثوم بھی اپنے گھر کے لیے نکل گئیں—

میجر میران اور کیپٹن شہروز فون سپیکر پر لگائے کال کرنے میں مصروف تھے-

وہ لوگ یہ کال ریکارڈ کرنے والے تھے--ٹیبل پر کال ریکارڈنگ کے آلات سیٹ تھے- یہ ایک ایسا جدید سسٹم ہے.جس کہ تحت اگر کوئی شخص ایک بار اس سے موبائل کو نیکٹ کر کے کسی دوسرے نمبر پر کال کرے تو کال ریسیو کرنے کے دس سیکنڈ بعد اس موبائل میں وائرس ایکٹیویٹ ہو جاتا ہے—جس سے اس موبائل سے کی جانے والی ہر کال ریکارڈ اور لوکیشن ٹریس ہوتی ہے—

دوسری جانب بیل جا رہی تھی—

شہر بانو جو، چاندنی بیگم کے جانے کے بعد اپنے آپ کو ذہے نصیب کی ملکہ تصور کرتی آنکھیں بند کیے اپنے کمرے میں بیٹھی، رات کی محفل شروع ہونے سے پہلے چاندنی بیگم کی طرح ٹانگیں دبوا رہی تھی—

فون پر ہونے والی مسلسل بیل پر بدمزہ ہو کر آنکھیں کھولیں۔ کال ریسیو کرتے وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں گویا ہوئی—

"ہیلو، کون بول رہا ہے—"

جس پر میجر میران نے سنجیدگی سے سخت لہجے میں کہا۔

"کون بول رہا ہے اسے چھوڑو، شہر بانو۔ کیا بول رہا ہے۔ یہ غور سے سنو-"

مقابل کی بات سن کر شہر بانو نے اپنے پاؤں دباتی لڑکی کو ہاتھ کے اشارے سے باہر جانے کا کہا—اشارہ ملتے ہی وہ کمرے سے بوتل کے جن کی طرح غائب ہوئی—

"سن رہی ہوں—" مقابل کے لہجے کی سنجیدگی اور سختی محسوس کرتی وہ سنبھل کر بولی—

"مجھے کل تک ایک فریش پیس چاہیے - تمہارے طوائف خانے آنے والوں کی نظروں سے پاک باقی سب تو بہت آگے کی بات ہے—"

مقابل کی ڈیمانڈ سن کر اس کے ذہن میں کل آنے والی لڑکی کی تصویر ابھری—جسکا سودا دس لاکھ میں کیا گیا تھا—اس میں سے آدھی رقم وہ ایڈوانس دے چکی تھی۔ اور بقیہ کل لڑکی وصول کرنے کے بعد دینی تھی—

شہر بانو ہر ماہ چاندنی کے جانے کے بعد اس سے خفیہ ایک دو سودے کرتی تھی۔ اور ان سے آنے والی رقم کو اپنے پاس رکھ لیتی تھی-

یہ چاندنی بیگم کا اپنی مرحوم ماں کی خاص خادمہ پر اندھا اعتماد ہی تھا کہ اسے ابھی تک اس بارے میں معلوم نہیں تھا—

اس کام میں شہر بانو کے ساتھ اس کی وفادار ستارہ، اس کا شوہر بشیر اور صفدر ملے ہوئے تھے—آنے والی رقم میں سے کچھ حصہ ان کو دے کر شہر بانو نے ان کا منہ بھی بند کیا ہوا تھا—

زیادہ تر سودے وہ وہاں آنے والے ملک عامر فرید سے کرتی تھی—آج بھی کچھ دیر بعد ملک عامر فرید کو وہ فون کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ لیکن اس سے پہلے ہی اسے یہ کال آ گئی- ساری زندگی گھاٹ گھاٹ کے مردوں کے ساتھ گزار کر وہ ایک لمحے میں ہی جان گئی تھی کہ مقابل شخص کافی تگڑی آسامی تھا—وہ اس کو اچھی طرح سے لوٹنے کا ارادہ کر چکی تھی—

اس لیے لہجے میں لاچاری سمو کر کہا

"صاحب لیکن اتنے کم ٹائم میں زرا مشکل ہے۔"

میجر میران اسکے لہجے کی چالاکی اور مکاری پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکے—

وہ اپنی قیمت بڑھا رہی تھی—

"اصل قیمت سے دوگنا زیادہ قیمت دوں گا-" میران نے جال پھینکا—

مقابل کی پیشکش سن کر وہ لیٹے سے اٹھ بیٹھی، پیسوں کی ہوس، اور لالچ کی وجہ سے کاجل میں ڈوبی سیاہ آنکھیں چندھیا گئی تھیں—آج سے پہلے اس نے کبھی اتنا بڑا سودا نہیں کیا تھا-اس کی خوشی دیدنی تھی—

"صاحب کل دوپہر ایک بجے آجانا، آپ کو کھلتے گلاب کی کلی مل جائے گی—"کہہ کر اس نے قہقہہ لگایا—اور اس کا پہلے سے کوئلہ دل اور سیاہ ہوگیا۔

اپنے ساتھ بیٹھے کیپٹن شہروز کو دیکھتے ہوئے میجر میران بولے-

"میری ایک اور شرط ہے-"

میران کی بات پر قہقہ لگاتی، شہربانو بغیر سوچے سمجھے بولی-"صاحب آپ کی ہر شرط سر آنکھوں پر، آپ قیمت تہ کرو جی-"

شکار کو بہت آسانی سے جال میں پھانسنے اور اس کی کمزوری جاننے میں میجر میران کو کچھ ہی لمحے لگے تھے—

میجر میران نے اس سے اب تک کی بات میں یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ شہربانو انتہائی مکار، جلدباز اور لالچی عورت ہے—

جو پیسوں کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی-

"پہلے میری شرط تو سن لو۔ قیمت بھی تہ کرلیں گے-" وہ کہتے ہوئے ٹیک لگا کر بیٹھا۔

لمحے بھر کے توقف کے بعد اس نے کہا۔

"میں کچھ دن کے لیے تمہارا مہمان بننا چاہوں گا—"اب جبکہ اسے شہربانو بیگم کی کمزوری معلوم ہو گئی تھی۔ اسکے لیے شہربانو سے اپنی بات منوانا زیادہ مشکل نا تھا—

"صاحب آپ کا مال آپ کو کل ہی مل جائے گا۔ پھر ادھر رہنا میری سمجھ میں نہیں آرہا-" وہ الجھ کر گویا ہوئی—

کیونکہ اگر اس شخص کے وہاں قیام کے دوران چاندنی بیگم آجاتی تو اسکا سارا راز فاش ہو جاتا تھا-

"اس میں سمجھنے والی کوئی بات نہیں ہیں۔ جو قیمت میں تمہیں دوں گا وہ سن کر تو تمہاری چاندنی بیگم خود مجھے ذہے نصیب آکر رہنے کی دعوت دے گی-"

وہ جو سب چاندنی بیگم سے چھپا کر کرنا چاہتی تھی یہ گاہک انجانے میں اسی کو سب بتانا چاہتا تھا—اس کا ذہن اب بدل رہا تھا—جلد بازی اس کی فطرت میں تھی—اب بھی وہ جلد بازی سے کام لے رہی تھی- وہ جو ابھی اپنے ذہن میں جوڑ توڑ کر رہی تھی کہ انکار کرے یا ہاں کرے۔ مقابل کی جانب سے کی گئی پیشکش سن کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی—

"میں ستر لاکھ قیمت لگاتا ہوں—" دوسری جانب خاموشی محسوس کر کے اس کی چھٹی حس نے کہا کہ وہ اپنا ارادہ بدل رہی ہے—

جس پر میجر میران نے اپنا آخری ترپ کا پتا پھینکا-

اتنی بھاری رقم کا سن کر ایک دفعہ تو کیپٹن شہروز نے بھی اسے دیکھا-اور نظروں ہی نظروں میں پوچھا۔

"خیر تو ہے؟"

شہر بانو کی طرح اس کا بھی خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ تیس سے چالیس لاکھ کے درمیان سودا ہو جائے گا پر یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔

اتنی بڑی رقم کا سن کر شہر بانو انکار نہ کر سکی—

کچھ پس و پیش کے بعد اس نے میجر میران کو تین دن ذہبے نصیب رہنے کی اجازت دے دی—

طے پایا آدھی رقم وہ کل اس کو ملنے پر دے گا اور آدھی رقم وہ تین دن بعد اپنے جانے سے پہلے دے گا—

جس پر پہلے تو شہر بانو بیگم کو اعتراض تھا لیکن بعد میں وہ مان گئ۔

●=====●=====●

اپنے سرد کمرے میں
میں اداس بیٹھی ہوں
نیم وا دریچوں سے
نم ہوائیں آتیں ہیں
میرے جسم کو چھو کر
آگ سی لگا دیتی ہیں
(مسعود)

کچھ دیر پہلے ہی باہر بارش تھمی تھی -لیکن سیاہ بادل بالکل ویسے ہی باہر نیلے آسمان پر منڈلا رہے تھے جیسے اسکی زندگی پر -شاید رات میں دوبارہ برسنے کا ارادہ رکھتے تھے -

زندگی کبھی بھی اس کے لیے آسان نہیں تھی لیکن اتنی مشکل بھی نہ تھی—

رات کے کھانے کے بعد تمام کام سمیٹ کر وہ لاؤنج میں سے گزرتی گھر کے پچھلی جانب بنے کوارٹر میں اپنے کمرے میں جانے لگی تھی کہ عمران بھائی کی آواز پر دل میں حیرت اور خوشگواری کے ملے جلے جذبات لیے وہ ان کی جانب پلٹی -

اماں کے گزرنے کے بعد آج انہوں نے اسے مخاطب کیا تھا—

جب دلوں میں فاصلے ہوں تو انسان ساتھ رہ کر بھی ایک دوسرے سے میلوں دور کھڑے ہوتے ہیں—

"ادھر آؤ، یہاں بیٹھو-"

لاؤنج میں پڑے صوفوں میں سے ایک پر بیٹھے عمران نے اسے اپنے سامنے پڑے صوفے پر بیٹھنے کا کہا -

کچھ دیر پہلے بھابھی بھی لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھیں - لیکن ایک ضروری کال ریسیو کرنے وہ لاؤنج کی ایک جانب بنے اپنے بیڈروم میں چلی گئیں تھیں—

بہار خاموشی سے چلتی انکے سامنے پڑے صوفے پر بیٹھ گئی—

وہ اس کو اپنے سامنے بٹھا کر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پھنسائے سر جھکا کر نجانے کن سوچوں میں گم ہو گئے -

بہار خوش ہوتی پیار بھری نگاہوں سے اپنے سامنے بیٹھے بڑے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد عمران بھائی نے سر اٹھا کر اسکی جانب دیکھا۔

شاید جو وہ کہنے والے تھے اس بارے میں دوبارہ سوچ رہے تھے۔ اور اب وہ سوچ چکے تھے۔ یا بات کرنے کے لیے جن مناسب لفظوں کی انہیں ضرورت تھی ان کا چناؤ وہ کر چکے تھے۔

وہ ان کے اپنی جانب دیکھنے پر نظریں جھکا گئی۔

"بہار، کمپنی کی طرف سے میری پوسٹنگ دبئی ہو گئی ہے۔ جس سلسلے تمہاری بھابی کو لے کر میں دبئی شفٹ ہو رہا ہوں۔" کہہ کر وہ لمحے بھر کو چپ ہوئے۔

وہ پوچھنا چاہ رہی تھی۔

"بھائی، اور میں!

میں کہاں جاؤں گی؟

میرا کیا ہوگا؟" لیکن اس سے پہلے ہی بھائی بول پڑے۔

"نبیلہ نے تمہارے سلسلے میں اپنے خالہ کے بیٹے جمشید سے بات کی تھی۔ اس نے ایک دارالامان کا بتایا ہے۔ صبح تمہاری بھابی، جمشید کے ساتھ جا کر تمہیں چھوڑ آئے گی۔ کیونکہ ہم پرسوں رات کی فلائٹ سے دبئی جا رہے ہیں۔ میں تمہیں کافی دنوں سے بتانا چاہ رہا تھا لیکن تمہاری بھابی نے یہ کہہ کر روک دیا کہ تمہیں پہلے پریشان نہ کروں۔"

وہ کہنا چاہتی تھی کہ "بھائی جواب پریشان کر رہے ہیں وہ؟

اس کا کیا؟

میں آپ کے لیے اتنی بھی اہم نہیں کہ آپ مجھے کل خود جا کر چھوڑ ہی آئیں ؟

مانا کہ ہماری ماں ایک نہیں ہیں ۔ لیکن باپ وہ تو ایک ہے ، ناں !

پھر بھی آپ مجھے یہاں لاوارث چھوڑ کے جانا چاہتے ہیں ؟ "

عمران کا ایک ایک لفظ اس کے دل پر منوں بوجھ ڈال رہا تھا — آنکھوں میں نمکین پانی جمع ہو رہا تھا — وہ اپنی آنسوؤں سے لبریز آنکھیں اٹھا کر ایک آخری نظر بھائی پر ڈالتی ہے —

کیا کچھ نہ تھا ان آنکھوں میں مان ٹوٹنے کا دکھ ، درد ، تکلیف ، بے یقینی جیسے ان لفظوں پر جو اس کے کانوں نے سنے تھے یقین نہ ہو ، بے بسی ، لاچاری اور شاید غصہ بھی -

عمران کے اندر اس سے نظریں ملانے کی تاب نہ تھی ۔ اس نے نگاہیں جھکا لیں —

"میں نے آپکو اللہ کی امان میں دیا بھائی -" گلوگیر ہوتی آواز میں ہولے سے کہتے وہ صوفے سے اٹھ کر بھاگتی ہوئی لاؤنج عبور کر گئی ۔

اس کی آواز اتنی بھی آہستہ نہ تھی — عمران بھائی نے تو سنی ہی کمرے سے باہر نکلتی نبیلہ بھابھی نے بھی سنی -

"ہونہہ ، اس کے ڈرامے دیکھو -" خود سے بڑبڑاتی وہ صوفے پر عمران کے برابر بیٹھی جو سر جھکائے بیٹھے تجا —

نبیلہ کے پاس آکر بیٹھنے پر عمران نے سوال کیا ۔

"کیا میں نے ٹھیک کیا ؟ "

"تم نے بالکل ٹھیک کیا ہے ۔ آخر کب تک تم اس کا بوجھ اٹھاتے ۔ "

کوئی بھی رشتہ تب ہی بوجھ بنتا ہیں جب دلوں میں فاصلے ہوں، جب انسان اپنی ذمے داریوں سے بھاگنا چاہتا ہو، جب اس کی ترجیحات بدل جائیں—ورنہ رشتے بوجھ تو نہیں ہوتے - یہ اللہ کی طرف سے ایک اتنی پیاری نعمت ہے جس کی قدر انہی کو ہوتی ہے جو اس بھری دنیا میں تن تنہا ہوں ۔ جو ان کے لیے ترس رہے ہوں پھر خواہ وہ رشتہ والدین کا ہو، اولاد کا، بہن بھائی کا یا دوستی کا ان کی کمی زندگی میں کبھی نہ پر ہونے والی خلا پیدا کر دیتی ہے -

"یہ کام تو تمھیں بہت پہلے ہی کر دینا چاہیے تھا—خیر دیر آئے درست آئے—" نخوت سے کہتے اس نے منہ پھیر لیا -

بعض اوقات جب انسان اپنی کسی بات کو جسٹیفائی نہ کر پا رہا ہو، جب اپنی ضمیر کی عدالت میں سرخرو نہ ہو پا رہا ہو، جب اسکا دل و دماغ اسے بے چین کر رہا ہو تو ایسے میں انسان خود اس بات کو پرکھنے کے لیے کہ

کیا صحیح ہے ؟

کیا غلط ؟

وہ کسی ایسے شخص سے پوچھتا ہے جو اسے اسکا من پسند جواب دے اور وہ جواب پاتے ہی انسان ایسا ہو جاتا ہے جیسے کہ اس کے ہاتھ پتا نہیں کونسا خزانہ لگ گیا ہے کہ پھر وہ خود کو بہت اچھے طریقے سے جسٹیفائی بھی کر پاتا ہے ۔ ضمیر کی عدالت میں سرخرو بھی ہو جاتا ہے ۔ اور اس کے کب سے بے چین دل و دماغ کو چین بھی آ جاتا ہے -

زندگی کے کسی مقام پر ایسا کبھی نہ کبھی ہر کسی کیساتھ ہوتا ہے جیسا ابھی عمران بھائی کے ساتھ ہو رہا تھا اور تب بہت سے انسان وہی کرتے ہیں جو عمران بھائی نے کیا تھا—

یونہی اپنی قسمت پر روتے ہوئے رات کے نجانے کونسے پہر اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ کچھ وقت کے لیے اپنے سارے دکھ، درد بھول کر نیند کی آغوش میں چلی گئی—

●=====●=====●

میجر میران کی کال بند ہوتے ہی شہربانو نے کھڑے کھڑے اپنے موبائل پر ایک نمبر ملایا—

جو کہ تیسری بیل پر اٹھا لیا گیا-

"ہم لڑکی کل دوپہر کی بجائے صبح اٹھائیں گے—" دوسری جانب سے ہیلو سنتے ساتھ ہی شہربانو بولی- اسکا تو بس نہیں چل رہا تھا۔ اگر اس کے بس میں ہوتا تو وہ ابھی ہی اس لڑکی کو ہاتھ سے پکڑ کر بذات خود گاہک تک پہنچا کر آتی-

پر یہی تو زندگی کی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہر چیز ہمارے بس میں نہیں ہوتی—اگر ایسا ہوتا تو آج بہت سے لوگ اپنے کسی انمول رشتے یا چیز کے لیے ترس نہ رہے ہوتے- اور یہی چیز مخلوق کو اس کے خالق سے الگ کرتی ہے کہ خالق کے بس میں سب کچھ ہے اور مخلوق؛ مخلوق کے بس میں صرف وہی ہے جو خالق چاہتا ہے کہ اس کی مخلوق کے بس میں ہو-

اس کے لہجے میں بے تابی محسوس کرتے ہوئے جمشید کمینگی سے بولا۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے، لڑکی نے آنا تو کل ہی ہے پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ صبح آئے یا۔"

"چپ بالکل، چپ۔ میرے ساتھ خبردار کسی بھی قسم کی فضول بات کی۔ جب میں نے شہربانو نے کہا ہے کہ اسے صبح اٹھانا ہے تو ہم صبح ہی اٹھائیں گے۔ مت بھولو آدھی رقم تم کھا چکے ہو-" شہربانو نے یکدم طیش میں آتے ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا-

اس کی غصیلی آواز سن کر گھبراتے ہوئے جمشید نے فوراً اپنی صفائی دی-

"غصہ کیوں کر رہی ہیں میں تو صرف لڑکی کے بھائی کی وجہ سے کہہ رہا تھا کہ صبح وہ گھر ہوتا ہے۔"

"یہ میرا نہیں۔ تمہارا مسئلہ ہے—" شہربانو ہنوز اسی لہجے بولی—

"مگر" جمشید ہچکچایا-

"کیا مگر؟ اتنا ہی ڈر لگ رہا ہے تو نا اس کے بھائی سے چھپ کر سودا کرتے—" وہ کمرے میں چکر کاٹتے ہوئے بولی—

"ٹھیک ہے جس ٹائم تم کہو-" جمشید دل ہی دل میں اسے برے القابات سے نوازتا ہتھیار ڈالتے ہوئے بولا—

"پھر صبح ساڑھے سات بجے، اسی جگہ جو تہ پائی تھی- اور خبردار! اگر میرے ساتھ کسی بھی قسم کی ہوشیاری کی تو جمشید میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی-" اس کو اچھی طرح سے دھمکاتے ہوئے شہربانو فون رکھ کر اب باہر چاندنی بیگم ہال کی جانب سرشارسی چل پڑی۔ جہاں کچھ دیر بعد محفل شروع ہونے والی تھی-

دوسری جانب ہاسٹل میں اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا جمشید کال بند ہونے پر، فون کو کمرے میں پڑے سنگل بیڈ پر اچھالتے بیڈ سائیڈ پر پڑی بوتل کو منہ سے لگا تا غٹا غٹ پانی پینے لگا۔

پانی کے ساتھ ساتھ وہ اپنا غصہ بھی حلق سے نیچے اتار رہا تھا-

جمشید پانی کی بوتل منہ سے ہٹاتے سائیڈ ٹیبل پر رکھتا ہی ہے کہ اس کا فون بج اٹھا-

وہ جو سمجھ رہا تھا کہ نبیلہ کی کال ہوگی لیکن سکرین پر کسی غیر شناسا نمبر کو دیکھ کر کچھ سوچتے ہوئے کال ریسیو کرلی۔

"ہیلو—" دوسری جانب سے کسی لڑکی کی سریلی سی آواز سن کر وہ سکون سے بیڈ پر بیٹھ گیا-

●=====●=====●

کال بند کرکے میجر میران، کیپٹن شہروز کو دیکھتے ہیں جو انہی کی جانب دیکھ رہا تھا—

"یوں، کیا دیکھا جا رہا ہے؟"

میجر میران سنجیدگی سے کہتے ہوئے اٹھ کر کچن میں اپنے اور کیپٹن شہروز کے لیے کافی بنانے چلے گئے-

کافی میجر میران ارسلان کے لیے اتنی ہی ضروری تھی جتنا گاڑی کے چلنے کے لیے پیٹرول اور یہی حال ان کے دوست میجر عمیر کا تھا—لیکن ان کے برعکس کیپٹن شہروز کو یہ عادت نہ تھی-

"یہ تو میں جانتا ہوں کہ آپ نے کچھ سوچ کر ہی اتنی بڑی رقم کی پیشکش کی ہے۔ لیکن اس کے پیچھے کیا سوچ ہے۔ اس کا مجھے الہام نہیں ہونا میران بھائی اس لیے آپ ہی بتا دیں—"

وہ آخر میں شرارت سے بولا۔

میران کچن میں کھڑا کافی میکر کے پاس پڑے جار سے کافی نکال کر کافی میکر میں ڈالتے اس کی جانب پشت کیے کھڑا تھا۔

"میرا پیسہ، میری مرضی۔" شہروز کے سوال پر اس نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔

اس کے جواب پر کیپٹن شہروز ہنستے ہوئے بولا "اوہ، یعنی انکل کے اکاؤنٹ سے پیسے لینے کا ارادہ ہے۔"

"یہی سمجھ لو۔" کافی میکر میں پانی ڈال کر سوئچ دباتے کہا۔

میجر میران چاہتے تھے کہ شہربانو اس قدر اس کے جال میں پھنس جائے کہ وہ اس پر اندھا اعتماد کرے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ اسکو ایسی پیشکش کریں جسے سن کر پیسوں کے علاوہ کوئی سوچ اس کے دماغ میں نہ آئے۔ اور فلحال ایسا ہی ہو رہا تھا۔

کیپٹن شہروز جو کچھ کہنے ہی والے تھے سسٹم پر آنے والے کال نوٹیفکیشن پر ایک بٹن پریس کیا۔ جس سے شہربانو اور جمشید کی کال پر ہونے والی ساری گفتگو لاؤنج میں گونجنے لگی۔ پاس پڑے ریک سے کافی کے لیے مگ نکال کر کاؤنٹر پر رکھتے میران، شہربانو کی آواز پر پلٹتے کچن کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

دونوں اب بہت غور سے اس کی جمشید سے کی جانے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن رہے تھے۔

موبائل فون پر وائرس ایکٹیویٹ ہونے کی وجہ سے شہربانو کی جانے والی ہر کال سسٹم پر ریکارڈ ہونا شروع ہو گئی تھی۔

"اس جمشید نامی شخص کو کال کرو، کیونکہ اس کی باتوں سے یہ ظاہر ہے کہ فلحال لڑکی اس کے پاس نہیں ہے۔ اس کام میں اس کے ساتھ ضرور کوئی اور بھی ملوث ہے، اب یہ لازماً اپنے دوسرے ساتھی کو کال کرے گا۔"

میجر میران پرسوچ انداز میں کہتے ہوئے کاؤنٹر کی جانب پلٹے جہاں ان کی کافی تقریباً تیار رہی تھی۔

میجر میران کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کیپٹن شہروز ٹیبل پر پڑے سسٹم سے اٹیچ موبائل پر دوسرے نمبر سے جمشید کو کال کرنے لگے۔

دوسری جانب سے کال ریسیو ہونے پر کیپٹن شہروز نے سسٹم پر وائس چینجر بٹن پریس کرتے ہوئے ہیلو کہا۔

جس سے اس کی بھاری آواز ایک سریلی آواز میں تبدیل ہو گئی۔

"کون ہے؟" جمشید نے معصوم بننے کی اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔

"بھائی شریف کیا حال ہے؟ پہچانا نہیں؟ میں بتول بات کر رہی ہوں۔"

میجر میران کافی میکر سے اپنی اور کیپٹن شہروز کی کافی مگ میں انڈیلتے واپس لاؤنج میں آئے۔ کیپٹن شہروز کی کافی اس کے ہاتھ میں دی۔ اور کیپٹن شہروز کے سامنے صوفے پر آبیٹھے۔

"میں جمشید بات کر رہا ہوں۔" جمشید فلحال شہربانو کی دھمکی بھلائے ریلیکس ہو گیا۔ بیڈ کے سرہانے پڑا تکیہ اٹھا کر اپنے سر کے نیچے رکھتے یونہی زمین پر ٹانگیں لٹکائے بیڈ پر دراز ہو گیا۔

"تو بھائی شریف کہاں ہیں، بھائی جمشید؟" دوسری جانب کیپٹن شہروز نے اپنی بادامی آنکھوں میں شرارت لیے میجر میران کو دیکھتے کہا۔

"مجھے لگتا ہے کہ آپ نے غلط نمبر ملایا ہے لیکن کوئی بات نہیں ہم سے بات کر لیں—"

جمشید بتول کی سریلی آواز کے جادو میں کھوتا مخمور لہجے میں بولا—

"لو، نمبر میں نے ملایا ہے بھائی جمشید آپ کو کیسے پتا غلط ملایا ہے، کہیں آپ کا تعلق سی-آئی-اے سے تو نہیں؟؟" شہروز نے روانی سے کہتے ہوئے آخر میں رازداری سے سوال کیا-

"او، نہیں—مجھے ایسے پتا ہے کیونکہ میں جمشید ہوں—" جمشید نے بتول کی بات پر قہقہ لگاتے ہوئے کہا-

"تو بھائی شریف کدھر ہیں؟" کیپٹن شہروز نے تعجب سے پوچھا-

"مجھے کیا پتا—" عجیب لڑکی ہے بھائی شریف کے پیچھے ہی پڑ گئی ہے- بتول کو ایک ہی نکتے کے گرد گھومتے دیکھ کر جمشید نے سوچا۔ اوپر سے اسے خواہ مخواہ کا بھائی بنا لیا تھا۔ جو اتنی سریلی آواز والی لڑکی کا بننا کم از کم اسے تو قبول نہیں تھا-

"تو آپ نے فون کیوں اٹھایا؟"

کال کو دس سیکنڈ کب کے ہو چکے تھے، یعنی وائرس ایکٹیویٹ ہو گیا تھا—کام ہو جانے پر میجر میران نے اسے جلدی بات ختم کرنے کا اشارہ کیا- جسکی چہرے کی مسکراہٹ سے لگ رہا تھا کہ وہ لمبی بات کرنے کا ارادہ رکھتا ہے—

"کیونکہ آپ نے میرا نمبر ملایا—"

"لیکن میں نے تو بھائی شریف کا ملایا تھا—ان سے بات کرواؤ—"

خود پر میجر میران کی نظروں کو مکمل اگنور کرتے ہوئے کیپٹن شہروز نے کہا-

"ارے، تمہارا بھائی شریف ادھر نہیں ہے۔ "اب کہ جمشید نے چڑتے ہوئے کہا-

"کدھر گیا ہے ؟ بتا کر نہیں گیا ؟ "کیپٹن شہروز نے ایک ساتھ ہی دو سوال پوچھے-

وہ جو کچھ ٹائم دماغ کو ٹھنڈا کر کے نبیلہ سے بات کرنا چاہتا تھا اس لڑکی کی باتوں سے اسے اپنا دماغ مزید تپتا ہوا محسوس ہوا-اور اس نے بنا کچھ کہے کال کاٹ دی-

" بتول بہن آپ کے ساتھ ایسا ہی ہونا تھا۔ "

میران فون بند ہونے پر شرارت سے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولا-

کیپٹن شہروز اس کی بات پر ہنستے ہوئے ہاتھ میں پکڑے مگ سے کافی پینے لگا-

●=====●=====●

بتول نامی لڑکی کی کال کاٹ کر وہ نبیلہ کا نمبر ملاتے ہوئے کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا-اور میجر میران کے اندازے کے عین مطابق اپنے دوسرے ساتھی کو کال ملانے لگا—

لاؤنج میں عمران کے ساتھ نک سک سے تیار بیٹھی عام سی شکل و صورت والی نبیلہ، صوفہ پر ساتھ پڑے فون پر جمشید کی کال دیکھ کر وہ بدمزہ ہوئی۔ اسکی مرضی تھی کہ عمران اس کے سامنے ہی بہار سے بات کرے لیکن یہ جمشید کی کال—

دل ہی دل میں اسکی اچھی طرح سے کلاس لینے کا ارادہ کرتی وہ ہاتھ میں فون لیے عمران سے دوست کا فون ہے ذرا بات کر کے آتی ہوں کہتے کمرے میں چلی گئی-

"کیا مصیبت ہے؟ کال کیوں کی؟ ابھی صبح ہی تو سب باتیں طے کر کے گئے ہو۔" کال ریسیو کرتے اس نے کمرے کا دروازہ بند کیا۔

فون کے سپیکر میں سے آتی نبیلہ کی تیز آواز پر اس نے فون کو کان سے ہٹا کر گھورا۔ جیسے سامنے نبیلہ ہو۔

عجیب عورتیں ہیں نہ سلام نہ دعا فون اٹھاتے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہیں—

"او، بی بی مجھے بھی کوئی شوق نہیں تمہاری چک چک سننے کا، جس کو ہم نے تمہاری پیاری نند بیچی ہے نا وہ چاہتی ہے صبح ساڑھے سات بجے اسکا مال اس کے پاس ہو۔" جمشید نے دانت پیستے کہا—

پہلے شہر بانو بیگم پھر بتول اور اب یہ نبیلہ تینوں نے اس کا دماغ خراب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی—

"لیکن عمران وہ تو اس ٹائم گھر ہوتا ہے۔ اس کا کیا کروں گی؟ اگر اس نے خود ساتھ چلنے کا کہہ دیا۔" نبیلہ نے پریشانی سے ایک ہاتھ سے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے کہا—

"یہی میں نے اس بڑھیا شہر بانو کو کہا۔ لیکن وہ کچھ بھی سننے کو تیار نہیں تھی—"

"جاتے جاتے بھی یہ لڑکی میرا بی-پی ہائی کر کے جائے گی۔ اچھا میں کچھ سوچتی ہوں—" وہ گہرا سانس اندر کھینچتے ہوئے بولی-

پھر کچھ ہی منٹوں میں نیا پلان بنا کر جمشید سے چند ایک باتیں کر کے فون رکھا—اور باہر آئی- جہاں بہار عمران کو "میں نے آپکو اللہ کی امان میں دیا بھائی—" کہتے باہر کی جانب دوڑ رہی تھی-

نبیلہ نے تاسف سے سر ہلایا۔ اب اسے بیٹھ کر اچھے طریقے سے دوبارہ عمران کی برین واشنگ کرنی تھی۔ جو کہ وہ کافی عرصہ سے کرتی آ رہی تھی۔

●=====●=====●

#An_Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_3

نبیلہ بھابھی اور جمشید کی باتیں سن کر میران اور کیپٹن شہروز کو کافی افسوس ہوا—
گزرتے وقت کے ساتھ رشتوں کے اتنے نئے اور مکروہ چہرے سامنے آئے ہیں کہ انسان کو سمجھ نہیں آتا کس پر یقین کرے۔ کس پر نہیں—اس دنیا میں جو جیسا دکھتا ہے وہ ویسا ہوتا نہیں اور جو جیسا ہوتا ہے وہ ویسا دکھتا نہیں۔
زندگی کے ہر موڑ پر انسان کا ایک نئی اور تکلیف دہ حقیقت سے سامنا ہوتا ہے—انسان کو ہمیشہ اس کے اندر سے پہچانیے کیوں کہ اپنے ظاہر پر اس نے ایک ایسا خوب صورت ماسک چڑھایا ہوا ہے کہ اس ماسک کو دیکھنے والے اسے پسند کیے بغیر رہ نہیں پاتے۔

"یعنی، میرا شک ٹھیک تھا—"میران نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا-

بعض اوقات انسان کو اپنے شک کے صحیح ثابت ہونے پر خوشی کی بجائے خاصا دکھ ہوتا ہے میجر میران بھی ابھی اسی کیفیت سے دوچار تھے- پر کچھ نہیں ہوسکتا تھا-

"کیپٹن کلثوم سے کہو مجھے اس لڑکی (بہار) کے متعلق ساری معلومات گھنٹے بھر میں اپنے ٹیبل پر چاہیے-

"اپنی شہادت کی انگلی سے ٹیبل کی سطح پر نوک کرتے ہوئے کہتے میجر میران اپنی کافی کا خالی مگ لیے دوبارہ کچن میں کافی بنانے کی غرض سے چلے گئے—

شہروز نے میجر میران کی ہدایت پر کیپٹن کلثوم کو کال ملائی۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوتے لاؤنج میں لگی کھڑکیوں کی جانب آگیا جن کے شیشے اسطرح بنائے گئے تھے کہ باہر والے کو اندر کا منظر نظر نہیں آسکتا تھا لیکن اندر والا باہر دیکھ سکتا تھا، سارے فلیٹ کی کھڑکیوں کے شیشے ایسے ہی بنائے گئے تھے-

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

●=====●=====●

چلتی عمارتوں اور دنیا کے سب سے بڑے سیون اسٹار ہوٹل بنانے کا اعزاز رکھنے والے متحدہ عرب امارات کے جزیرے دبئی پر اس وقت رات ڈیڑھ کے قریب کا وقت تھا-

ائرپورٹ سے چیک آوٹ کرنے کے بعد چاندنی بیگم ٹیکسی کرا کے اپنے لیے پہلے سے بک فائیو سٹار ہوٹل البراق کے کمرے میں پہنچی- کچھ ہی دیر بعد وہ فریش ہو کر اپنے روم سے نکل کر ڈائینگ ہال کی جانب چلی گئی-

میجر عمیر نے اپنے لیے چاندنی بیگم کے سامنے والا روم بک کروایا— ہوٹل روم میں آتے ساتھ ہی عمیر نے اپنا بیگ کمرے میں موجود بیڈ پر رکھ کے کھولا اور اس میں سے اپنا لیپ ٹاپ نکال کر ہوٹل کے سیکورٹی سسٹم کو ہیک کرنے کی کوشش کی جس میں وہ تھوڑی سی محنت کے بعد کامیاب ہو گیا- اس وقت ہوٹل کے تمام مناظر عمیر کی لیپ ٹاپ اسکرین پر نظر آ رہے تھے—

چاندنی بیگم کے کمرے میں اس نے پہلے ہی ویٹر کے ذریعے پھولوں کے گلدستے میں بگ چھپا کر بھیجوا دیا تھا— گلدستے کو چاندنی بیگم نے بہت خوش دلی سے قبول کیا تھا- ایسے گلدستے کئی آتے جاتے حسن پرست مرد اسے دیکھ کر اس کے روم میں بھجوا دیتے تھے۔ ان ہی میں سے کسی ایک کی طرف سے تصور کر کے اس نے گلدستے کو اپنے روم کی سائیڈ ٹیبل پر رکھوا دیا-

اس بگ کے ذریعے میجر عمیر اس کی روم میں ہونے والی تمام گفتگو بخوبی سن سکتے تھے—

کچھ ہی دیر بعد چاندنی بیگم ہاتھ میں سلور کلچ تھامے اپنے کمرے سے نکلتی لفٹ میں جاتی دکھائی دی— لفٹ گراؤنڈ فلور پر جا کر رکی اور چاندنی بیگم لفٹ میں سے نکلتی گراؤنڈ فلور پر بنے ڈائینگ ہال کی جانب سرشار سی چلی گئی—

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

اس کو ہال کی جانب جاتا دیکھ کر میجر عمیر، جو کہ چاندنی کو اپنے لیپ ٹاپ کی اسکرین پر دیکھ رہے تھے، کو یاد آیا کہ کھانا وہ فلائٹ میں کھا چکی تھی۔ اور جس قدر اس نے خود کا خیال رکھا ہوا تھا ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اب رات کے اس پہر دوبارہ کھانے کی غرض سے ڈائننگ ہال میں گئی ہو۔

بہر حال یہ میجر عمیر کا ایک اندازہ تھا جو صحیح ہو بھی سکتا تھا اور نہیں بھی—

عمیر اس کی ایک ایک حرکات و سکنات کا بہت باریک بینی سے جائزہ لے رہا تھا—

●=====●=====●

ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں رات کے اس پہر بھی خاصی گہما گہمی تھی—پورے ہال میں کھانے کی اشتہا انگیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی—ہال بڑے بڑے سفید برقی قمقموں والے فانوس کی سفید روشنی سے نہایا ہوا تھا- دائرے کی شکل میں جگہ جگہ ٹیبل لگے ہوئے تھے جو کہ مل کر ایک بڑا سا گول پھول بنا رہے تھے— لوگ آ جا رہے تھے- ہر کوئی اپنی ٹیبل پر بیٹھا کھانے سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ باتوں میں مصروف نظر آ رہا تھا—

چاندنی بیگم اک ادا سے چلتی ہوئی قدرے کونے والی میز پر آ کر بیٹھ گئی- اس کے بیٹھتے ہی ویٹر مینو کارڈ لیے اس کے پاس آ کر کھڑا ہوا- ویٹر سے کارڈ لے کر اس نے اپنے بائیں ہاتھ کی پہلی انگلی میں پہنی سبز یاقوت کی انگوٹھی اتار کر کارڈ میں رکھی- جس پر ویٹر نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ چاندنی بیگم نے کارڈ بند کر کے ویٹر کو پکڑاتے ہوئے کہا—

"برتقالی کو دے دو جا کر-" ویٹر اس کی بات پر سر ہلاتے ہوئے کچن کی جانب چلا گیا، جہاں چیف شیف زید بن برتقالی کھانا بنانے میں مصروف تھا-

میجر عمیر کی نظروں سے اس کا انگوٹھی اتار کے مینو کارڈ میں رکھنا مخفی نہ رہا تھا—

لیپ ٹاپ اسکرین پر اب کچن کا منظر نظر آ رہا تھا-جہاں پر ویٹر کچن میں داخل ہو کر سیدھا زید بن برتقالی کے پاس گیا۔ جو کٹنگ بورڈ پر تیزی سے ہاتھ چلاتا پیاز چوپ کرنے میں مصروف تھا-

"شیف-" ویٹر نے ہاتھ میں پکڑا مینو کارڈ اس کی طرف بڑھایا زید بن برتقالی نے لمحے بھر کو اپنے چلتے ہاتھ روک کر اسکی جانب دیکھا۔

اس کے ہاتھ میں مینو کارڈ دیکھ کر اس نے فوراً سے اپنے ہاتھ صاف کیے۔ اس سے مینو کارڈ لیا۔ اور اسے انتظار کرنے کا کہہ کر کچن میں ایک طرف ہو کر کارڈ کھولا—کارڈ میں سبز یاقوت کی انگوٹھی دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ آنے والا کون ہے—

انگوٹھی کو اپنی پینٹ کی پاکٹ میں رکھ کر واپس کوکنگ رینج کی طرف آ کر اس نے ایک باؤل میں گرما گرم بھاپ اڑاتی ہوئی یخنی ڈالی اور ٹرے میں رکھ کر اسی ویٹر کو دے کر لے جانے کو کہا-

اسکرین پر ایک طرف کچن کا منظر نظر آ رہا تھا—اور دوسری جانب ڈائننگ ہال کا جہاں اب ویٹر ٹرے میں گرما گرم یخنی کا باؤل لے کر چاندنی بیگم کی ٹیبل کی جانب بڑھ رہا تھا—

میجر عمیر کرسی پر آگے کی طرف ہو کر بیٹھے ہر چیز کا جائزہ لے رہے تھے—ان کا شک صحیح تھا-وہ وہاں پر کھانا کھانے کی بجائے میٹنگ کا ٹائم لینے گئی تھی—

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

جو طریقہ کار وہ اس کام کے لیے استعمال کر رہے تھے اس سے یہ ظاہر تھا کہ کوئی بہت ہی بڑا آدمی تھا جو ہر کسی سے کہیں بھی کسی بھی وقت نہیں مل لیتا تھا۔

ویٹر نے اس کے سامنے یخنی کا باؤل رکھ دیا۔ جس کا مطلب تھا اس کا پیغام پہنچ گیا ہے۔ کچھ دیر بعد ٹائم اور جگہ کا بتا دیا جائے گا۔ اپنے سامنے رکھے باؤل سے اس نے یخنی پینا شروع کر دی۔

کچھ دیر بعد وہ یخنی ختم کر کے ہاتھ کے اشارے سے ویٹر کو بلاتی ہے ویٹر فوراً سے اس کے پاس آتا ہے۔

-

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

ویٹر اس کے کہنے پر خالی باؤل لے کر برتقالی کے پاس گیا اور اس سے بل کا کہا۔

جس پر بر تقالی اسکو وہی مینو کارڈ لوٹا دیتا ہے انگوٹھی اسے (چاندنی بیگم کو) کل کی ملاقات کے بعد ملنی تھی۔

ویٹر کارڈ لے کر واپس ہال میں چاندنی بیگم کے پاس جاتا ہے۔چاندنی بیگم نے کارڈ کھول کر بل اس میں سے نکالا۔ اور بغیر دیکھے ٹیبل پر رکھے اپنے سلور کلچ میں رکھ لیا۔

کلچ میں سے ، چند درہم نکال کر کارڈ میں رکھتے اسے واپس ویٹر کو پکڑاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ چاندنی بیگم ہال سے نکل کر لفٹ کی جانب بڑھ گئی۔

عمیر اس کو لفٹ میں جاتا دیکھ اپنی گردن کو دائیں بائیں جھٹکا دیتا کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا ۔

●=====●=====●

میجر میران کا آرڈر ملتے ہی کیپٹن کلثوم جلدی سے کام پر لگ گئیں۔میران کے ایک گھنٹے کا مطلب امریکیوں کی طرح پینتالیس منٹ تھا۔جس میں اس نے مکمل انفاریمیشن نکال کر میجر میران کے سامنے رکھنی تھی۔لیپ ٹاپ کے کی پیڈ پر اس کی انگلیاں پھرتی سے چلتی آواز پیدا کر رہی تھیں۔

تقریباً چالیس منٹ میں کلثوم نے تمام انفاریمیشن کیپٹن شہروز کو میل کر دی۔

شہروز مشن کے سلسلے میں چیک میٹ ہی رک گیا تھا—بقول کیپٹن شہروز چونکہ میجر میران کو کافی کے علاوہ اور کسی چیز سے خاطر تواضع نہیں کرنی آتی اس لیے مہمان کو چاہیے خالی پیٹ میں چوہے دوڑانے کی بجائے خود اٹھ کر کچن میں جائے اور اپنی پیٹ پوجا کا کچھ انتظام کرلے۔

اس لیے اب وہ کچن کاؤنٹر پر کھڑا پھرتی سے پاستا بنانے کے لیے سبزیاں کاٹ رہا تھا-

جبکہ میجر میران کے مطابق روز آنے والا شہروز مہمان ہو ہی نہیں سکتا تو پھر کیسا تکلف؟

کیسی خاطر داری؟

اپنا ہی گھر ہے جو چاہے کرو-اس لیے میران روم میں بیٹھا کام میں مصروف تھا—

وہ کٹی ہوئی سبزیاں پین میں ڈال ہی رہا تھا کہ اس کی جیب میں پڑا فون بیپ کرتا ہے—پین میں سبزیاں ڈال کر ہلاتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ سے فون نکال کر چیک کیا۔

کیپٹن کلثوم کی میل دیکھ کر اس نے آنچ دھیمی کرتے میل کھولی—اور ساتھ ہی میجر میران کو فارورڈ کردی۔

●=====●=====●

www.urdunovelsmania.com

بادل کے زور و شور سے گرجنے پر چارپائی کے ساتھ سر لگا کر نیچے سیمنٹ کے فرش پر سوئی بہار گھبرا کر اٹھ گئی—رات یونہی سونے کی وجہ سے کمر تختہ ہو رہی تھی۔ ٹانگیں الگ سن ہو رہی تھیں-چارپائی پر دونوں ہاتھ جمائے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اس نے اپنی نیند سے بھری آنکھیں مسلیں-

سنہری گھنگھریالے بالوں کی چند لٹیں اسکے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے اسکے گالوں پر جھول رہی تھی—اسکے ہونٹ آہستہ آہستہ جنبش کر رہے تھے جیسے کچھ پڑھ رہی ہو-

بچپن میں بھی وہ بادلوں کے گرجنے سے ڈر کر اٹھ جایا کرتی تھی—لیکن تب کے اور اب کے اٹھنے میں بہت فرق تھا۔

تب وہ ڈر کر اٹھتی تھی۔ پر اب وہ اٹھی دعا پڑھ رہی تھی—دعا پڑھتے ماں کی یاد آنے پر اس کی آنکھوں میں نمی آگئی—

"امی، امی مجھے ڈر لگ رہا ہے—" ننھے ہاتھوں سے اپنے پاس سوئی ماں کا چہرہ تھپتھپاتی وہ دھیمی آواز میں گویا تھی-

بیٹی کی سہمی ہوئی آواز سن کر رابعہ اٹھتے ہوئے نو سالہ بہار کو اپنے بازوؤں کے حلقے میں لیتیں ہیں۔

"میری زندگی کی بہار کو کیا ہوا۔ ڈر کیوں رہی ہو—" ماں کے ساتھ چمٹ کر لیٹی بہار آہستہ سے بولی۔

"باہر بادل اتنا شور کر رہے ہیں۔ امی یہ مجھے لے جائیں گے۔ میں نے ان کے ساتھ نہیں جانا۔ میں تو اچھی بچی ہوں۔ آپ مجھے نہیں جانے دیں گی ناں—" اسکی معصوم باتوں پر آنکھیں بند کیے لیٹی رابعہ اس کے گھنگھریالے بالوں میں ہاتھ چلاتی مسکرا دی-

"آپ کو ایسا کس نے کہا؟"

"میری دوست نے بتایا ہے—"

"ہمم، چلو میں آپکو ایک بات بتاتی ہوں—اور آپ نے یہ بات اپنی دوست کو سنانی ہے- ٹھیک ہے-"

"بہار، پتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن میں کیا فرماتے ہیں- اللہ تعالیٰ سورہ الرعد میں فرماتے ہیں-

"اس شخص کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے کئی پہرہ دار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس کی حفاظت کرتے ہیں-"

"یعنی۔" بہار نے نا سمجھی سے پوچھا- کچھ لفظ اس کے اوپر سے ہی گزر گئے تھے۔

"یعنی، اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی حفاظت کے لیے کچھ فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں۔ جو باری باری اپنے فرائض انجام دیتے ہیں—"

"باری، باری کیسے امی-" اس کے معصوم ذہن کو رات کے اس پہر بھی تیزی سے چلتا دیکھ رابعہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکی-

"باری باری کا مطلب ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت دن کے وقت انسانوں کی حفاظت کرتی ہے ، اور دوسری جماعت رات کے وقت ان کی حفاظت کرتی ہے—یہ فرشتے مختلف حادثات سے انسانوں کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہی یہ ہو کہ کسی شخص کو کسی تکلیف میں بتلا کیا جائے تو یہ فرشتے وہاں سے ہٹ جاتے ہیں-"

باہر بادل اب بھی زور و شور سے گرج چمک رہے تھے لیکن اب اس کا ڈر کہیں دور جا سویا تھا- اس کی ساری توجہ اپنی ماں کی پر تاثیر آواز پر تھی-

"تو میری زندگی کی بہار، ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی ہے کہ اللہ کے فرشتے آپ کی حفاظت کر رہے ہیں۔
جب تک اللہ نہ چاہے کوئی بھی چیز آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی اور اگر کبھی آپ کو کوئی نقصان پہنچتا
ہے تو اس میں آپ کے لیے بہتری ہوگی۔"

ماں کی باتیں کچھ مشکل تھیں لیکن اسے سمجھ آ رہی تھیں۔

ہم لڑکیاں جو زندگی میں اتنے طوفانوں کا سامنا کرنے کے باوجود
کھڑی رہتی ہیں!
مسکرانا نہیں بھولتیں!
ہمت نہیں ہارتی!
ہمیں اتنا کمزور نہیں ہونا چاہیے کہ بادلوں کی معمولی سی گرج چمک سے ڈر کر اپنے بستر میں چھپ جائیں
—
اس دن کے بعد بہار کسی طوفانی رات یا دن سے ڈری نہیں تھی۔
وہ اپنی جھیل سی آنکھوں میں آئی نمی صاف کرتی لیٹ گئی۔ وہ کچھ ہی دیر میں ایک بار پھر نیند کے
آغوش میں چلی گئی— عمران بھائی کی کہی باتیں اس کے ذہن سے نکل چکی تھیں—
لیکن کب تک وہ ان باتوں کو بھول سکتی تھی، صبح ہوتے ہی اسے ان کے خود کے لیے کیے فیصلے کو
جینا تھا۔

●=====●=====●

گول ٹیبل کے گرد چیئرز میں سے ایک پر بیٹھا میران کانوں میں ہیڈ فون لگائے ہوئے تھا۔ جو کہ کال ریکارڈر سے کونیکٹ تھا۔ وہ جمشید اور شہر بانو کی پچھلی کالز کی ریکارڈنگ سن رہا تھا—تاکہ معلوم ہو سکے ان دونوں کے درمیان وہ طے شدہ جگہ کونسی ہے جہاں، لڑکی کو انکے حوالے کیا جانا تھا۔ لیکن اس کو ان کی باتوں سے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ جس کا مطلب تھا ان دونوں نے جگہ کا تعین مل کر کیا تھا۔

لیکن ایک بات جو اسے معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ جمشید کا یہ پہلا سودا تھا۔ اسے زہے نصیب کے کسی بشر نامی کارندے نے شہر بانو سے ملوایا تھا—

اس کے بعد جمشید اور نبیلہ کی کال ریکارڈنگ سننے پر بھی کچھ خاطر خواہ معلوم نہ ہو سکا—

ان کی گفتگو سے معلوم ہو رہا تھا کہ ہر چیز کی پلاننگ بہت ہوشیاری سے کی گئی ہے۔

لیکن ہر پلان کا ایک لوپ ہول ہوتا ہے۔ ان کے پلان کا لوپ ہول آج کی کالز تھیں۔ جس میں شہر بانو نے جلد بازی میں آکر کافی باتوں سے پردہ اٹھا دیا اور رہی سہی کسر جمشید اور نبیلہ نے کال پر پلان بنا کر پوری کر دی۔

اس نے سامنے ٹیبل پر پڑی فائل پہ ایک نظر دوڑائی۔ جس میں سے ہر کال کی ریکارڈنگ اس نے سن لی تھی—

کمرے کی دیواریں ساؤنڈ پروف ہونے کی وجہ سے اسے باہر کی آوازیں نہیں آ رہی تھی—لیکن وہ جانتا تھا باہر کیپٹن شہروز اپنی خاطر تواضع کا انتظام کر رہا ہوگا۔

www.urdunovelsmania.com

دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں سے اپنی کنپٹی کو مسلتے چیئر کی پشت پر سر ٹکائے اس نے آنکھیں موند لیں—
کچھ پل بعد اس کے فون کی نوٹیفکیشن ٹون بجی-
میران نے آنکھیں کھولتے ٹیبل پر پڑا بلیک اسمارٹ فون آن کیا—
کیپٹن شہروز کی طرف سے آئی میل دیکھ کر، اس کی آنکھوں میں شناسائی کی رمک آئی—اس چہرے کو وہ کیسے بھول سکتا تھا-

●=====●=====●

چار ماہ پہلے

ہوٹل لابی میں رات کے آٹھ بجے معمول سے زیادہ گہما گہمی تھی۔ وجہ ہوٹل کے بینکوئٹ ہال میں ہونے والا شادی کا فنکشن تھا-
انٹرنس سے لے کر ہال کے داخلی دروازے تک کے راستے کو بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا—
میران اپنے کسی کام کے سلسلے میں ہوٹل رکا ہوا تھا۔ اب کام ختم ہونے پر وہ وہاں سے چیک آوٹ کرنے کے لیے ریسیپشن پر کھڑا کچھ ضروری فارمیلٹیز پوری کر رہا تھا۔
جب بائیں جانب پر چند قدموں کے فاصلے پر کھڑی لڑکی کی آواز اس کے تیز کانوں سے ٹکرائی-

"آپ فکر نہ کریں بھابھی میں یہاں ہی آپ دونوں کا انتظار کروں گی--"لڑکی نے بار بار آنکھیں جھپک کر آنسوؤں کو پیچھے کرتے اپنے سامنے کھڑی عورت سے کہا جو کہ اسکی بھابھی تھی-

"میں اتنی پاگل نہیں ہوئی جو تمہاری فکر کروں۔ میری بلا سے یہاں سے ہی کہیں غائب ہو جاؤ--" وہ نخوت سے کہتی بینکوئٹ ہال کی جانب چلی گئی--

میران کو انکی گفتگو سن کر بات کی تہہ تک پہنچنے میں چند سیکنڈ ہی لگے تھے--بھابھی، بھائی کے کہنے پر اس لڑکی کو لے تو آئی۔ پر اب اپنا غصہ اتارنے کے لیے اسے ہال میں لے جانے کی بجائے لابی میں ہی چھوڑ گئی تھی--

تمام فارمیلٹیز پوری کر کے وہ جونہی مڑا اس کی سنہری آنکھیں ایک لمحے کو مبہوت رہ گئی۔

حزن و ملال لیے اتنا معصوم چہرہ۔ وہ لڑکی عین اسکے سامنے اس سے کچھ قدم کے فاصلے پر سر جھکائے وہی کھڑی تھی جہاں وہ عورت اسے چھوڑ گئی تھی--

ایسے پہلے تو کبھی نہیں ہوا تھا ایک دنیا دیکھی تھی اس نے پر، پر اس جیسا بچوں کی سی معصومیت والا چہرہ اس نے نہیں دیکھا تھا--

وہ اپنا بیگ اٹھائے اس کے پاس سے گزرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا--

پتا نہیں کیوں لیکن باہر پارکنگ لاٹ میں کھڑی اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے دل اس کو دوبارہ دیکھنے، اس سے دوبارہ ملنے کی خواہش کرنے لگا--

وہ دل کی خواہش پر حیران ہوتا، گاڑی سٹارٹ کرتا وہاں سے چلا گیا--

لیکن اس دن کے بعد ہر دن دل نے اسے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور وہ آج تک اپنے دل کی اس خواہش پر حیران تھا-

آج چار ماہ بعد دل کی خواہش پوری بھی ہوئی تو کیسے؟ وہ لڑکی جس سے میران پہلی نظر کی محبت میں بتلا ہو گیا تھا۔ وہ اس سے دوبارہ ملنے والا تھا۔ لیکن کن حالات میں- میران اس موجودہ صورتحال پر ششدر تھا-

یہ کیسا اتفاق تھا؟

"بہار حسن "زیر لب اسکا نام دوہراتے وہ موبائل بند کرتا ایک بار پھر کافی بنانے کی غرض سے اٹھ کھڑا ہوا-

●=====●=====●

اندر کچن میں کھڑا کیپٹن شہوزاب ابلے ہوئے پاستا کے اندر ساس اور بوائل کی ہوئی سبزیاں ملا کر کسی ماہر شیف کی طرح مکس کر رہا تھا—

ٹیبل وہ پہلے ہی سیٹ کر چکا تھا- پورے لاؤنج میں پاستا کی اشتہا انگیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ کیپٹن شہروز بتول بہن بننے کے ساتھ ساتھ چند ایک کھانے بنانے میں بھی ماہر تھے—

میران جو اپنے پیچھے کمرے کا دروازہ بند کرتا کافی بنانے کی غرض سے کچن کی طرف جا رہا تھا پاستا کی دلفریب خوشبو نے اس کی طبیعت پر بھی اچھا اثر ڈالا۔

وہ کافی پینے کا ارادہ ترک کرتا پہلے سے دو افراد کے لیے سیٹ کی گئی ٹیبل پر آبیٹھا-

شہروز اس کے ٹیبل پر آکر بیٹھنے پر مسکراتا ہوا گرما گرم بھاپ اڑاتا پاستا لاکر اسکے سامنے رکھتا ہے—

"ماشاءاللہ سے ہماری بتول بہن کافی سگھڑ ہیں—"میران نے مسکراہٹ دباتے ہوئے شرارت سے کہا۔ جس پر کیپٹن شہروز ہنستا ہوا بیٹھ گیا—

●=====●=====●

جاری ہے۔

#An_Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_4

"نبیلہ میں سوچ رہا ہوں کہ کل بہار کو چھوڑنے میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ ویسے دارالامان کا کیا نام ہے؟"ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھے، اندھیرے میں چھت کو گھورتے عمران نے کہا-

اندر کہیں اسکا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا- کچھ وقت کے لیے تو ہم دوسروں کے دیئے من چاہے جواب پر اپنے ضمیر کو تھپک کے سلا سکتے ہیں۔ لیکن ساری زندگی کے لیے نہیں۔ کیونکہ جو سویا ہے اس نے جلد یا بدیر اٹھنا ہے- عمران کا ضمیر جلد ہی اٹھ گیا تھا—

اس کی بات سن کر نبیلہ کو لاؤنج میں اس کے ساتھ کی گئی گھنٹے بھر کی مغزماری ضائع جاتی دکھائی دی— عمران کو اچانک اپنی بہن سے ہو جانے والے اسی ہمدردی کے بخار کی وجہ سے اس نے جمشید کے ساتھ فون پر پہلے ہی صبح کا سارا لائحہ عمل طے کر لیا تھا-

وہ کسی بھی قسم کا کوئی رسک نہیں لینا چاہتی تھی۔ مانا کہ عمران کو اپنی بہن کی کچھ خاص پرواہ نہیں تھی لیکن وہ اتنا بے حس نہیں تھا کہ اسے جا کر بیچ ہی آتا-

اور یقیناً اس بات کا پتہ لگنے پر نبیلہ کو بھی آسانی سے نہیں بخشتا۔ کہ دبئ شفٹ ہو کر اپنا ذاتی کاروبار کرنے کا وہ پیسہ جو نبیلہ نے، "جمشید نے ادھار دیا ہے۔" کہہ کر عمران کو جانے کے لیے منایا تھا۔ وہ دراصل اسکی اپنی بہن کی قیمت تھا—اسی لیے اس نے سب ضروری تدابیر پہلے سے ہی اختیار۔ کر لیں تھی—

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

"کیا تم نے صبح اپنا استعفیٰ نہیں دینا؟" نبیلہ نے اسکی جانب کروٹ لے کر لیٹتے ہوئے دارالامان کا نام جاننے والی بات سے دھیان ہٹانے کو بیزاری سے کہا-

"ہاں، وہ میں شام میں جا کر دے دوں گا، سوچ رہا ہوں ایک دفعہ خود بھی جا کر تسلی کر لوں—" عمران نے چٹکیوں میں حل نکالتے ہوئے کہا—

دبئ کمپنی کی طرف سے پوسٹنگ کا جھوٹ اس نے نبیلہ کے کہنے پر بولا تھا-

اسے اس جھوٹ کا کوئی افسوس نہیں تھا۔ اس کے نزدیک ایسا کہنے سے بہار کو کم دکھ ہوا ہوگا۔

"ٹھیک ہے مجھے کیا مسئلہ ہونا، تم بھی ساتھ چلو—" نبیلہ نے عمران پر دارالامان نہ جانے پر زیادہ زور نہیں ڈالا۔ کیونکہ وہ تو اس بات کا پہلے ہی حل نکال چکی تھی—اسے بار بار منع کرنے سے اس نے خود ہی مشکوک بننا تھا۔

"صبح کتنے بجے نکلنا ہے۔؟" عمران نے کہا۔

"صبح سات بجے تک چلے جائیں گے، سنا ہے پھر بعد میں بہت رش ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ ہفتے میں صرف ایک دن ہی نئے لوگوں کو بھرتی کرتے ہیں۔ اس لیے اسے کل ہی چھوڑنا پڑے گا۔ پھر اگلے ہفتے تو ہم دبئی ہوں گے۔" نبیلہ نے اپنے سے بات بناتے کہا۔ معاً ایسا عمران اس (بہار) کو کچھ دن اور ساتھ رکھنے کا نا نہ کہہ دے۔

"ایسا تو کبھی نہیں سنا، بڑی عجیب بات ہے—" عمران نے حیرانی سے کہا۔

"ہاں مگر ایسا ہی ہے—اب مجھے سونے دو۔ صبح جلدی اٹھنا ہے۔ کل صبح اس بارے میں جا کر ان لوگوں سے ہی تفتیش کر لینا۔" خفگی سے کہتے ہوئے اس نے سر تک چادر اوڑھ لی۔

کچھ دیر بعد عمران تو سو گیا لیکن اس کے ساتھ لیٹی نبیلہ کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔

●=====●=====●

ہوٹل روم میں آتے ساتھ چاندنی بیگم نے بیڈ پر بیٹھتے ہاتھ میں پکڑا اسلور کلچ کھولا۔ اور اس کے اندر سے بل نکال کر اپنی نظروں کے سامنے کیا۔ جس پر میٹنگ سے متعلق جگہ اور ٹائم کوڈ ورڈ میں درج تھا۔ اس نے کوڈ، ڈی کوڈ کیا۔ جس کے مطابق کل شام سات بجے ہوٹل میں ہی میٹنگ تھی۔"

کل کا ٹائم دیکھ کر اس نے پر سکون ہوتے اپنے پاؤں کو سینڈلز سے آزاد کیا۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے اس شہر بانو کا نمبر ڈائل کیا—فون کان سے لگائے وہ سائیڈ ٹیبل پر رکھے گلدستے کو سونگھتے تازہ پھولوں کی مہک اپنے اندر اتارتے شہر بانو کے فون اٹھانے کا انتظار کر رہی تھی۔

چاندنی بیگم ہال میں محفل اپنے جوبن پر تھی۔ رقاصائیں بھڑکیلے رنگوں کے لہنگے پہنے گانے کی تال پر ناچتی دیکھنے والوں کو مدہوش کر رہی تھیں۔ تخت پر بیٹھی شہر بانو پان چباتے ہوئے خود بھی محفل کے مزے لوٹ رہی تھی۔ جب قریب ہی کھڑی اس کی خاص خادمہ ستارہ ہاتھ میں پکڑے فون پر چاندنی بیگم کی آنے والی کال کے بارے میں مطلع کرتی ہے—

چاندنی بیگم کا نام سنتے ہی شہر بانو، ستارہ کے ہاتھ سے موبائل لیتی ہال سے نکلی۔ قدرے پر سکون گوشے میں آکر اس نے فون اٹھایا—

ریسیور سے آتی شہر بانو کی آواز پر چاندنی بیگم نے پیچھے ہو کر دوبارہ ٹیک لگائی۔

" میرے پیچھے سے کیا چل رہا ہے؟ ادھر سب ٹھیک ہے؟" بالوں میں ہاتھ چلاتے چاندنی نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے، محفل ہو رہی ہے—"

اس نے محض ہمم کرنے پر اکتفا کیا۔

"تم بتاؤ چاند کی چاندنی، تمہارے کام کا کیا ہوا؟" شہر بانو نے لہجے میں چاشنی گھولتے کہا—

"وہی کر کے آرہی ہوں کل شام سات بجے کا وقت ملا ہے -ابھی مجھے بہت تھکاوٹ ہو رہی کل بات ہوگی—"کہہ کر اس نے کال کاٹ دی -

"مجھے تھکاوٹ ہو رہی ہے، ہونہہ۔ جیسے میں نے بی بی رانی کو فون کھٹکا یا تھا -" منہ کے عجیب و غریب زاویے بناتی شہربانو اسکی نقل اتارتے دوبارہ ہال میں چلی گئی—

●=====●=====●

اپنے روم میں بیٹھے میجر عمیر چاندنی بیگم کے کمرے کی سائیڈ ٹیبل پر پڑے گلدستے میں لگے بگ کی مدد سے انکی ساری گفتگو سن چکے تھے -اب جگہ کونسی تھی اسکا پتا انہیں لگانا تھا۔

پر اس سے پہلے انہوں نے ایک کام کرنا تھا جو پہلے ہی بہت تاخیر کا شکار ہو گیا تھا—

اب مزید تاخیر اگلے بندے کا اور اپنا ضبط آزمانے والی بات تھی۔

عمیر کے مطابق کسی کا ضبط اتنا ہی آزمانا چاہیے جتنی اپنی ضبط آزمائی کی ہمت ہو-

وہ اٹھ کر فریش ہونے کی غرض سے واش روم چلا گیا—

تر و تازہ ہو کر اپنی ضروری چیزیں لیتے وہ روم لاک کرتا باہر کی جانب چل دیا-

سیاہ رات پوری طرح اتر چکی تھی—لیکن دبئی کی اونچی آسمانوں کی بلندیوں کو چھوتی عمارتوں کی روشنی رات میں بھی دن کا سماں پیدا کر رہی تھی-

اس نے ہوٹل کے باہر ٹیکسی روکی۔ ٹیکسی والے کو مطلوبہ پتہ بتاتے وہ پچھلی طرف کا دروازہ کھول کر سوار ہو گیا— ٹیکسی زن سے ہوٹل کی حدود سے نکلتی مین روڈ پر آ گئی—

عمیر نے موبائل پر کیپٹن کلثوم کا نمبر ملاتے فون کان سے لگایا-

"یس سر-" پہلی بیل پر کال ریسیو کرتے ہوئے کیپٹن کلثوم نے مستعدی سے کہا-

"آپ میرے ورکنگ لیپ ٹاپ سے کونیکٹ ہوں۔ اور جو کیمرہ ریکارڈنگ اس پر چل رہی ہے آپ انہیں واچ کریں۔ جب تک میری طرف سے اگلا آرڈر نہیں ملتا—ٹارگٹس میں آپ کو سینڈ کرتا ہوں— "

آواز اتنی آہستہ تھی کہ ساتھ بیٹھا شخص بمشکل سن پاتا کجا کہ آگے بیٹھا ڈرائیور تو بالکل بھی نہیں-

"اوکے، سر-" کیپٹن کلثوم کے کہتے ہی میجر عمیر کال کاٹی۔ وہ اسے اب تک کے ٹارگٹس کی تصاویر واٹس ایپ کرتے ہی ہیں کہ فون پر میجر میران کی کال آنے لگی-

میران اور شہروز جو کچھ دیر پہلے ہی پاستا کھا کر فارغ ہوئے تھے۔ عمیر کی خیر خبر لینے کے لیے اسکا نمبر ڈائل کرتے فون سپیکر پر لگا دیا—

کال ریسیو ہونے پر میجر عمیر کی خیر خیریت دریافت کرنے کے بعد میران نے اس سے اب تک کی پروگریس کا پوچھا—

"میں تمہیں کل صبح اپڈیٹ کروں گا۔ ابھی میں کسی ضروری کام سے جا رہا ہوں—"""

"بھائی مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ جس ضروری کام سے آپ جا رہے ہیں وہ بھابھی کو منانے کا ہے-" شہروز کی شرارت بھری آواز ابھری-

"تمہیں آجکل میرے متعلق زیادہ الہام نہیں ہو رہے ، ہیں ؟ " عمیر نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔
ایک دو اور باتیں کر کے اس نے فون رکھا—
سیاہ تارکول کی کشادہ سڑک پر فراٹے بھرتی ٹیکسی اسے اسکی منزل کے قریب لے کر جا رہی تھی—

●=====●=====●

رات آہستہ آہستہ سرک رہی تھی—باہر ابھی بھی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی لیکن بادل گرجنا بند ہو گئے تھے—
عمیر سے بات کر کے اس نے کچھ دیر سونے کی غرض سے لاؤنج میں ہی پڑے صوفہ کم بیڈ پر دراز ہوتے آنکھیں موند لیں—
آنکھیں بند کرتے ہی سنہری آنکھوں کے پردوں پر وہ معصوم سا چہرہ لہرایا-
اسے اب اور بھی چوکنے ہونے کی ضرورت تھی کیوں کہ اب فرض کے ساتھ دل کا معاملہ بھی تھا-
میران جانتا تھا کہ یہ ٹھیک نہیں ہو رہا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی فیلنگز کام میں انوالو ہو رہی تھیں۔ جو آگے جا کر اس کی کمزوری بن سکتی تھی—
لیکن وہ بھی کیا کرتا جب دل کی سنتا تو دماغ راستے میں آ جاتا اور جب دماغ کی سنتا تو دل راستے میں آ جاتا-اسی دل و دماغ کی کشمکش میں اسکی آنکھ لگ گئی—

وہ اپنے دل میں بہار حسن کے لیے پہلے روز سے ایک نرم گوشہ محسوس کر رہا تھا۔ اسے بہار حسن سے انسیت سی ہو گئی تھی بغیر اس کو جانے، پرکھے۔
پر ایسے معاملوں میں کب ایک دوسرے کو جانا جاتا ہے، کب ایک دوسرے کو پرکھا جاتا ہے—یہ دل کے معاملے ہیں اور یہ ایسے ہی طے پاتے ہیں بغیر ایک دوسرے کو پرکھے، جانے پہچانے—جو پرکھ کر کی جائے وہ محبت نہیں ہے—

●=====●=====●

ٹیکسی ایک چودہ منزلہ عمارت کے سامنے جا کر رکی—ڈرائیور کو پیسے دے کر وہ ٹیکسی سے نکلتا بلڈنگ کے اندر داخل ہوا—اپنے آنے کی اطلاع وہ پہلے ہی کر چکا تھا۔ اس لیے فلیٹ کے دروازے پر ہی عمیر کے ساس سسر اس کے استقبال کے لئے کھڑے تھے—
ان سے ملتا وہ اندر داخل ہوا—مریم کی امی اس کے منع کرنے کے باوجود داماد کی خاطر مدارات کرنے کچن میں چلی گئیں-رات کے اس پہر انہیں کچن میں جاتا دیکھ کر اسے شرمندگی ہوئی۔ وہ بھی کیا کرتا دل کے ہاتھوں مجبور تھا۔ ابھی وقت تھا پتا نہیں آگے وقت اور زندگی ساتھ دیتی یا نہ دیتی-
"اپنے کمرے میں ہے وہ (مریم) جاؤ جا کر مل آؤ—" اپنے سامنے صوفہ پر بیٹھے اپنے بیٹوں جیسے داماد کی بے چینی محسوس کرتے ہوئے شفیق صاحب نے کہا-
انکی بات پر وہ مسکراتا ہوا اٹھ کر دائیں جانب بنے مریم کے کمرے کی طرف چل دیا-

کمرے میں نائٹ بلب کی نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی–اپنے پیچھے کمرے کا دروازہ بند کرتے وہ کمرے میں پڑے بے بی کاٹ کی طرف بڑھا مگر وہ خالی تھا-

"جس کے لیے آپ آئے ہیں وہ یہاں میرے پاس سو رہا ہے–"کمرے میں مریم کی آنسوؤں میں گھلی مدہم آواز گونجی-

مریم کی آواز پر وہ لائٹ آن کرتا اسکے پاس بیڈ پر بیٹھا–آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے–

"یار، ایسے تو مت کرو۔ پہلے تو تمہاری بے وقت رونے کی وجہ سمجھ آتی تھی اب کیا ہوا ہے–"عمیر نے اسکا ہاتھ تھامتے شریر لہجے میں کہا–

جس پر نظریں نیچے کیے روتی کا منی سی مریم نے اس کو آنکھ اٹھا کر دیکھا-

"دیکھو تم نے نہ آنے کی سزا بھی دے دی ہے۔ اب ادھر میرے سسرال میں رو کر تم نے ضرور اپنے شوہر کا امیج خراب کرنا ہے–"

عمیر بھولے پن سے کہتا اس کو مسکرانے پر مجبور کر گیا–

اس کی ناراضگی بجا تھی۔ شادی کے تین سال بعد اللہ نے اولاد کی نعمت سے نوازا تھا۔ اور عمیر اتنے اہم موقع پر اس کے پاس نہیں تھا۔ ناراضگی تو اس کی ختم ہو گئی تھی۔ لیکن اتنے ٹائم بعد اس کو دیکھ کر آنکھوں میں خود ہی نمکین پانی بھر گیا-

کچھ فاصلے پر نیلے سلیپنگ بیگ میں سویا ایان کسمسایا-اس کو دیکھتے ہوئے عمیر نے آنکھوں میں پدرانہ شفقت لیے کہا-

"ہم نے اللہ کی اس نعمت کا کتنا انتظار کیا ہے—لگتا ہے اس کو میرے آنے کی خبر ہو گئ ہے—"
اسکی بات پر مریم نے اسکے ہاتھ میں قید اپنے ہاتھ کو نکالا۔ جس میں نجانے کب عمیر نے وائٹ گولڈ کی خوب صورت بریسلٹ پہنا دی تھی- سوئے ہوئے ایان کو اٹھا کر اسکی جانب بڑھایا-
"پکڑ لوں ؟ بیگم صاحبہ آپکی اجازت ہے—" عمیر نے شرارت سے کہتے ہوئے ایان کو گود میں لیا-
مریم نے مسکراتے ہوئے اپنے آنسو صاف کیے- اپنی کلائی پر سجی بریسلٹ دیکھ کر نظروں ہی نظروں میں عمیر کا شکریہ ادا کیا—
اسکو اپنی بانہوں میں لیتے اسے ایسا سکون محسوس ہوا کہ دن بھر کی تھکن لمحوں میں ختم ہو گئ— عمیر نے اس ننھی سی جان کا ماتھا چوما-
"تھینک یو سو مچ مریم—" دل میں اپنے رب کا شکر ادا کرتے مریم سے کہا-
بے شک اولاد کی نعمت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت فضل کرنے والا ہے—
کبھی بھی اپنے رب کے رحمت سے مایوس ہو کر اولاد کی نعمت کے لیے پیروں فقیروں کے پاس نہ جائیں۔ یقین جانیے وہ جو ہے نہ آپ کا اور میرا رب وہ سب جانتا ہے۔ ہماری خواہشوں، آرزوؤں، بے چینی، محرومیوں، بے بسی ولاچاری کو، ہمارے آنکھوں سے گرنے والے آنسوؤں اوران آنسوؤں کو بھی جو ہمارے دل پر گرتے ہیں۔ وہ سب جانتا ہے—ہماری اس سچویشن کو اللہ تعالیٰ قرآن میں یوں بیان کرتے ہیں۔

"ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بری جانو اور دراصل وہی تمہارے لئے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو حالانکہ وہ تمہارے لئے بری ہو حقیقی علم اللہ ہی کو ہے، تم محض بے خبر ہو-"
اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں مصلحت ہے اور انسان جلد یا بدیر سمجھ جاتا ہے اور یہ سمجھ بھی اللہ ہی اپنے بندوں کو دیتا ہے۔ جب وہ چاہتا ہے—

تو ہمیشہ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ آپ بہتر جانتے ہیں۔ میرے لیے کیا اچھا ہے کیا نہیں۔ بے شک آپ کے ہر کام میں مصلحت ہے۔ یا اللہ آپ مجھے بھی اس مصلحت کو سمجھا دیں تاکہ میرے بے قرار دل کو سکون آئے-

●===●=====●

6:45a.m

رات بارش کے باعث لاہور ڈیفینس کے علاقے میں سنہری صبح بھیگی بھیگی تھی-

کیپٹن شہروز پچھلے دو گھنٹوں سے نیلے رنگ کی کلٹس میں موجود بہار کے گھر پر نظر رکھے ہوئے تھے-

سارے علاقے میں ان کے ساتھی بھیس بدل کر گھوم رہے تھے—

میجر میران گھر سے کچھ گلیاں چھوڑ کر اپنی سیاہ جدید ٹیکنالوجی سے لیس بی ایم ڈبلیو میں بیٹھے سب سے رابطے میں تھے—

سنہری آنکھوں میں بے پناہ سنجیدگی لیے وہ آنے والے وقت کے لیے خود کو تیار کر چکے تھے -ان سب کی یہاں موجودگی کا مقصد بہار کی سیفٹی تھا۔

دل چاہ رہا تھا کہ اسے یہاں ان سب کی نظروں سے کہیں دور لے جائے۔ لیکن فرض راستے میں سینہ تانے کھڑا اسے ایسا کرنے سے روک رہا تھا—

فرض اور دل کی جنگ میں جیت ہمیشہ فرض کی ہوتی ہے۔ دل سے منہ موڑ کر تو ہمارے بہادر جی سکتے ہیں۔ لیکن فرض سے منہ موڑنا ہمارے جانبازوں کے لیے موت کے مترادف ہے—

وقت کا ایک عجیب کھیل شروع ہو چکا تھا—اب یہ تو آخر میں پتا لگنا تھا کون کھیلا، کس نے کھلایا، اور کون تماشائی تھا-

●=====●=====●

6:53a.m

چارپائی پر سکڑ کر سوئی بہار کی آنکھ نبیلہ بھابی کی آسمان کو چھوتی چیخوں کی آواز سے کھلی—ہڑبڑا کر اٹھ کے غائب دماغی سے اس نے سمجھنے کی کوشش کی کہ پورے گھر میں یہ کیسا شور ہے-

سنہری گھنگھریالے بال کھلے اسکے چہرے کے گرد بکھرے نہایت بھلے لگ رہے تھے- حواس قائم ہوتے ہی وہ چارپائی سے اتر کر بھاگتی ہوئی گھر کے اندرونی حصے کی جانب بڑھی- جہاں عمران بھائی کے سہارے گاڑی میں بیٹھتی نبیلہ زاروقطار روتے ہوئے دہائیاں دے رہی تھی-

"ہائے میں مر گئی- عمران مجھے لگتا ہے میرا وقت آگیا- میں آج نہیں بچوں گی- ہائے یہ درد-"

"بھائی، کیا ہوا ہے بھابی کو سب ٹھیک تو ہے؟" انکو گاڑی میں بیٹھتا دیکھ پورچ میں ہی رکتے بہار نے فکرمندی سے پوچھا-

اس سے پہلے عمران بھائی کچھ کہتے بہار کو دیکھتے ہی نبیلہ نے زوروشور سے روتے عمران سے کہا-

"ضرور تمہاری بہن نے کھانے میں کچھ ملایا ہوگا- اللہ پوچھے- اسکی میرے سے کیا دشمنی ہے-"

"بھائی یقین کریں میں نے ایسا کچھ نہیں کیا-" نبیلہ بھابی کے الزام پر بہار نے پریشانی سے عمران بھائی سے کہا-

"اچھا، اپنی صفائی بعد میں دینا- ابھی مین گیٹ کھولو-" نبیلہ کی جانب کا دروازہ بند کرتے، تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف بڑھتے عمران بھائی نے کہا-

بہار، سر ہلاتی جلدی سے مین گیٹ کھولتی ہے- عمران بھائی تیزی سے گاڑی ریورس کرتے نکل گئے-

مین گیٹ بند کرتی بہار دل ہی دل میں نبیلہ بھابی کی صحت یابی کی دعا کرتی، کچھ سوچتے ہوئے اپنے کوارٹر کی جانب بڑھ گئی-

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

کمرے میں آکر الماری کے اوپر رکھے سیاہ سفری بیگ کو اٹھاتی وہ اس میں اپنی ضروری چیزیں اور چند ایک جوڑے رکھ کر اسکی زپ بند کرتی ہے -

●=====●=====●

6:56a.m

گیٹ کھلتے ہی گاڑی میں بیٹھا انتظار کرتا کیپٹن شہروز الرٹ ہوا- کیپٹن شہروز کی آنکھوں پر لگے سپیشل گلاسز میں موجود کیمرے کی مدد سے سارا منظر میجر میران دیکھ رہے تھے —

اپنی گود میں پڑے ٹیبلٹ اسکرین پر اسے پریشان سی بہار حسن گیٹ کھولتی نظر آئی۔

گیٹ بند ہوتے ہی وہ ڈیش بورڈ پر پڑے وائرلیس سیٹ کو اٹھا کر بولا-

"ہیلو! ہیلو!! اے-ڈی-ٹو، اوور-"

"ہیلو! ایلفا ایم-اے، اوور-"

"فالو، وائٹ جی-ایل-آئی۔ نمبر ایل-زی-اے 555۔ آئی ریپیٹ۔ وائٹ جی-ایل-آئی، نمبر ایل-زی-اے 555۔ اوور اینڈ آوٹ—"

"وائٹ جی-ایل-آئی، نمبر ایل-زی-اے 555۔ راجر سر"۔

ابھی کچھ دیر ہی گزری کہ ہاتھ میں بیگ پکڑے سیاہ چادر میں لپٹی بہار حسن اپنے پیچھے گیٹ بند کرتے ہوئے ایک جانب چل دی۔

اسکو جاتا دیکھ میجر میران اور کیپٹن شہروز دونوں چونک اٹھے۔

ایسا نہیں ہونا تھا۔

جو پلان انہیں پتا تھا اس کے مطابق بہار نے جمشید کے ساتھ گھر سے نکلنا تھا۔ جبکہ جمشید تو ابھی وہاں پہنچا ہی نہیں تھا۔

کیا اسے حقیقت کا پتہ لگ گیا تھا؟

یا وہ خود سے جا رہی تھی؟

یا کسی کے کہنے پہ اس کے ساتھ؟

یا پلان چینج ہو گیا تھا؟

سنہری آنکھوں میں چادر میں لپٹے بہار حسن کے وجود کو دیکھ کر طرح طرح کے سوال ابھر رہے تھے۔ جن کا جواب فلحال اس کے پاس نہیں تھا۔

لمحے بھر میں خود کو کمپوز کر کے اس نے جمشید کے پیچھے لگائے اپنے ساتھی سے اسکی لوکیشن معلوم کی، جس کے مطابق اسے یہاں پہنچنے میں چھ سات منٹ لگ جانے تھے۔

"ہیلو! آل آلرٹ!! ٹارگٹ بی، ایچ، بلیک شال، بلیک لگیج بیگ از آوٹ۔ آئی ریپیٹ۔ آل آلرٹ!! ٹارگٹ بی، ایچ، بلیک شال، بلیک لگیج بیگ از آوٹ۔"

وائرلیس پر میجر میران ارسلان کا آرڈر سن کر سب پہلے سے زیادہ چوکنے ہو گئے- ٹیبلٹ سکرین پر دور ہوتی بہار کو دیکھتے اس کے دل نے شدت سے دعا کی کہ وہ کہیں اس سب سے بہت دور چھپ جائے سمندر کی گہرائیوں میں یا آسمان کی بلندیوں میں جہاں کوئی بھی اسے نقصان نہ پہنچا سکے-

جیسے جیسے وقت بیت رہا تھا کھیل دلچسپ اور مشکل ہوتا جارہا تھا— کھیلنے والے، کھلانے والے اور تماشائیوں کی جگہ آہستہ آہستہ بدل رہی تھیں-

●=====●=====●

جاری ہے۔

#An_Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_5

وقت کو بدلتے دیکھا ہے

وقت کے ہاتھوں

قسمت کو بدلتے دیکھا ہے

اپنوں کے ہاتھوں
یہ زندگی بھی کھیل گئی تو کیا کریں
اب کچھ نہیں بچا ہمارے ہاتھوں

●=====●=====●

7:10a.m

بیگ تھامے، کالی چادر میں خود کو چھپائے وہ اپنے پیچھے گیٹ بند کرتی گھر سے باہر نکل آئی-
اپنے حالات، اپنی بے بسی، کم مائیگی، لاچاری کا سوچ کر اسے رونا آنے لگا لیکن اس بار اس نے آنسوؤں کو پلکوں کی باڑ توڑ کر بہنے نہ دیا- ہاتھ میں پکڑے بیگ پر اپنی گرفت مضبوط کرتی وہ چل دی-
پیسے نہ ہونے کی وجہ سے اسے پیدل ہی چلنا پڑا-
اصل بات تو یہی تھی نا کہ اب عمران بھائی مزید اس کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے ورنہ جہاں وہ نبیلہ بھابھی کو اپنے ساتھ لے کر جا سکتے ہیں وہاں اسے کیوں نہیں لے جا سکتے--
اب جب رشتوں کی ان ڈوروں سے آزاد ہونا ہی تھا، کہیں جانا ہی تھا تو پھر وہاں کیوں نا جایا جائے جہاں دل کہے یہی سوچ کر وہ گھر سے ثروت خالہ کے گھر جانے کے لیے نکلی تھی--

ثروت خالہ کا گھر یہاں سے آدھے گھنٹے کی مسافت پر انکے پرانے گھر کے ساتھ تھا۔ جن کا رابعہ (بہار کی ماں) سے بہنوں جیسا پیار تھا۔

●=====●=====●

7:15a.m

گیٹ پر پہنچ کر جمشید نے موٹر سائیکل سے اترتے بیل بجائی۔ لیکن جب پانچ منٹ گزر جانے پر اندر سے دروازہ نہیں کھولا تو وہ نبیلہ کی دی ڈپلیکیٹ چابی لاک میں گھما کر موٹر سائیکل لیے اندر داخل ہوا۔ پلان کے مطابق اس نے اپنی ایکٹنگ شروع کرتے لکڑی کے داخلی دروازے کو بجایا جو لاؤنج میں کھلتا تھا—اس نے ناب گھما کر چیک کیا اس کی سوچ کے عین مطابق وہ لاک تھا۔ تاکہ بہار کسی گڑبڑ کا احساس ہونے کی صورت میں کسی کو مطلع نہ کرسکے۔چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھتے پلان بنایا گیا تھا—

ایک پلان انہوں نے بنایا تھا اور ایک اللہ نے اور بے شک اللہ تعالیٰ سب سے بہترین پلان بنانے والا ہے۔

"نبیلہ! نبیلہ میری بہن دروازہ کھولو۔ عمران بھائی! دروازہ تو کھولیں۔ میں آیا ہوں، جمشید۔" بہار کو اپنی آمد سے آگاہ کرنے کے لیے اس نے دروازہ بجانے کے ساتھ ساتھ قدرے بلند آواز میں کہا—

"ہیں دروازہ ہی نہیں کھول رہے ۔ لگتا ہے سو رہے ہوں گے ۔ بہار سے پوچھتا ہوں—" اونچی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے وہ گھر کی پچھلی جانب بنے کوارٹر کی طرف بڑھا—

"بہار!!او، بہار!!کدھر ہو؟ باہر آو۔ میں آیا ہوں۔ نبیلہ ، عمران بھائی کہاں ہیں؟ بڑی دیر سے دروازہ بجا رہا ہوں کھول ہی نہیں رہے-" مصنوعی فکرمندی سے کہتے ہوئے اس نے کوارٹر کا دروازہ بجایا۔

اندر سے کنڈی نہ لگے ہونے کے باعث دروازہ کھلتا چلا گیا-

دروازہ کھلنے پر خالی کمرہ سائیں سائیں کر رہا تھا-اندر داخل ہو کر اس نے چاروں اطراف نگاہ دوڑانے کے بعد باتھ روم چیک کیا۔ جو کہ خالی تھا۔

اس کا دماغ اسے کسی گڑبڑ کا احساس دلا رہا تھا—لمحے سے پہلے اس نے کمرے میں پڑی لکڑی کی دو پٹ والی الماری چیک کی جو کہ خالی تھی- ہونی تو خالی ہی چاہیے تھی الماری پر، پر ایسے نہیں—

پریشانی سے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے قمیض کی جیب سے موبائل نکال کر وہ نبیلہ کو کال ملانے ہی والا تھا کہ اچانک اس کی نظر چارپائی کے بیچ و بیچ پڑے تہہ شدہ کاغذ پر پڑی-

ایک ہی جست میں اس نے کاغذ کو اٹھا کر کھولا-جس پر چند سطریں درج تھیں—کاغذ کو اپنی مٹھی میں دبوچے اس نے نبیلہ کو کال ملائی-

●=====●=====●

7:24a.m

سنہری کرنیں دو منزلہ کلینک کی عمارت پر پڑتی کھڑکیوں کے راستے اندر آ رہی تھیں --اتنی صبح ہونے کے باعث کلینک میں کمپاوڈر اور ایک نرس کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ ویٹنگ ایریا میں دھیمی آواز میں چلتے ٹی وی پر خبریں لگی ہوئی تھی-

گھر سے قریبی ڈاکٹر کے کلینک میں بیٹھی نبیلہ کو کلینک پہنچتے ساتھ ہی درد میں کافی افاقہ محسوس ہوا-

اب وہ آرام سے بیٹھی چہرے پر درد کے تاثرات سجائے عمران کو دیکھ رہی تھی جو فکرمند سا کمپاوڈر کے پاس کھڑا اسے ڈاکٹر کو بلانے کے لیے کہہ رہا تھا--

ہاتھ میں پکڑے موبائل پر جمشید کی کال آتی دیکھ کر دل ہی دل میں اتنی آسانی سے اور جلدی کام کے ہوجانے پر حیرانی اور خوشی کی ملی جلی کیفیت لیے نبیلہ نے عمران سے نظریں بچا کر کال اٹھائی--

لیکن اگلی جانب کی بات سن کر وہ پریشان ہوگئی--

"نبیلہ، بہار کہاں گئی؟ دیکھو میرے ساتھ کسی بھی قسم کی کوئی گیم کھیلنے کی کوشش نہ کرنا- ورنہ یہ ہم دونوں کے لیے بہت برا ہوگا-" پریشانی سے بولتے جمشید کی آواز آخر میں اونچی ہوگئی--

"کیا مطلب ہے تمہاری بات کا ہوشیاری نہ کرنا۔ ابھی دس منٹ پہلے جب گھر سے نکل کر میں نے تمہیں میسج کیا تھا تو تب وہ گھر پر ہی تھی- پھر اتنے کم ٹائم میں کہاں جا سکتی ہے؟" نبیلہ نے پریشانی سے کہا۔ یہ خبر سننے پر اسے حقیقی معنوں میں اپنی طبیعت خراب ہوتی محسوس ہوئی-

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں۔ وہ کہاں گئی؟ کمرے میں ایک خط ملا ہے. جس میں اس نے اپنے جانے کا لکھا ہے-" کمرے سے باہر نکل کر گھر کی اگلی جانب جاتے ہوئے اس نے کہا-

"نبیلہ شہر بانو کے بندے گھر سے دو گلیاں چھوڑ کر میرے انتظار میں کھڑے ہیں—اگر میں اگلے پانچ منٹ میں وہاں نہ پہنچا تو وہ خود ادھر آ جائیں گے—"اس سے بات کرتے ہوئے آنے والے وقت کا سوچ سوچ کر اس کی حالت پتلی ہو رہی تھی-

"تم خط کا کہہ رہے ہو۔ اس میں کیا لکھا ہے ؟ "اپنے اعصاب کو بمشکل قابو کرتے ہوئے اس نے کہا —

"جانے کا لکھا ہے۔ یہ نہیں لکھا کہاں جا رہی ہے۔ ورنہ ابھی وہ میرے پاس ہوتی-"جمشید نے پورچ میں کھڑی اپنی بائیک پر بیٹھتے کہا—

"جمشید اس کو نکلے ہوئے ابھی زیادہ وقت نہیں ہوا۔ پیسہ اس کے پاس ایک نہیں زیادہ دور نہیں گئی ہوگی۔ تم دیکھو آس پاس ہی کہیں ہوگی-" ماتھے پر آئے پسینہ کو ہاتھ کی پشت سے پونچھتے ہوئے اس نے پریشانی سے کہا—

"ہاں، وہی دیکھنے جا رہا ہوں—"موٹر سائیکل کو تیزی سے کک لگا کر اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے کال کاٹی۔

جمشید کے فون میں وائرس ایکٹیو ہونے کی وجہ سے نیلی کلٹس میں بیٹھے کیپٹن شہروز نے ان دونوں کی تمام گفتگو سن لی تھی-

دوسری جانب نبیلہ عجیب کشمکش کا شکار ہو گئی تھی۔

گھر جائے کہ نہ جائے ؟

اب حالات بدل گئے تھے۔

عمران کو بتائے کہ نہ بتائے ؟

بہار کی غیر موجودگی کا جو جھوٹا جواز انہوں نے عمران کو دینا تھا وہ ایک خوف ناک حقیقت بن کے سامنے کھڑا ان پر ہنس رہا تھا—

●=====●=====●

7:15a.m

اپنی بلیک بی ایم ڈبلیو میں بیٹھا میران بہار کے ایک ایک قدم پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ ہر بڑھتے قدم کے ساتھ بہار اس کے قریب آتی جا رہی تھی- سب سے نئی اپڈیٹ کے مطابق بہار کا رخ اسی طرف تھا جہاں میران کی کار پارک تھی-

گلی میں کار اس طرح پارک کی گئی تھی کہ سامنے مین روڈ تھا- اتنا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ بہار یہاں سے مین روڈ کی طرف جا رہی ہے۔ کہاں جا رہی ہے یہ وقت نے بتانا تھا—

وہ ابھی آگے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ٹیبلٹ کی اسکرین پر اسے جمشید گھر میں جاتا دکھائی دیا- اور دو منٹ کے وقفے سے ایک سفید کیری ڈبہ میران کی کار سے کچھ فاصلے پر اسکے دائیں جانب رک گیا-

سنہری آنکھوں کے آگے دوربین لگائے اس نے کیری ڈبہ میں بیٹھے افراد پر نظر دوڑائی۔

کار میں ڈرائیونگ سیٹ پر بھاری جسامت والے شخص کے ساتھ ایک دبلا سا شخص بیٹھا اپنی چھوٹی چھوٹی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔۔پچھلی سیٹ پر اسے بھورے رنگ کا آنچل نظر آیا تھا۔ لیکن پیچھے بیٹھی عورت کا چہرہ دیکھنے سے وہ قاصر تھا۔

اس کی چھٹی حس اسے کہہ رہی تھی ہونا ہوان کا تعلق جمشید سے ہے۔دوربین میں لگے کیمرے کی مدد سے آگے بیٹھے دونوں بندوں کی تصاویر کھینچ کر اس نے کیپٹن کلثوم کو سینڈ کی۔۔اگلے چند منٹ میں کلثوم سے ملنے والی انفارمیشن میں انکے کرمنل ریکارڈ نے اس کے شک کی تصدیق کردی۔

●=====●=====●

گاڑی میں لگی ایل سی ڈی اسکرین پر میجر میران کی انگلیاں تیزی سے حرکت کر رہی تھیں۔مختلف مینو کھولتے ہوئے انہوں نے اسکرین پر نظر آتے آپشنز میں سے ایک سلیکٹ کیا۔کلک کی آواز کے ساتھ گاڑی کے نچلے حصے سے ایک چھوٹی سی اسپیشل گن کی نال نکلی۔۔میران نے گن کی نال کو سفید کیری ڈبہ کی جانب ایڈجسٹ کرتے ہوئے سکرین پر نظر آتے "شوٹ" کے آپشن پر کلک کیا۔اس کے ساتھ ہی گن میں لوڈ ٹریکر فائر ہوا اور سفید کیری ڈبہ پر جا لگا۔

ٹریکر کے گاڑی پر انجیکٹ ہوتے ہی سکرین پر دو آپشن ابھرے۔"ایکٹیویٹ" کے آپشن کو کلک کرتے ساتھ ہی گاڑی پر لگا ٹریکر ایکٹیو ہو گیا۔۔

جس کی مدد سے میران انکو آسانی سے ٹریس کر سکتا تھا۔

اس کے تیزی سے چلتے ذہن میں کئی لائحہ عمل تیار تھے۔ آگے اب کس پر عمل کرنا ہے یہ تو حالات نے ہی طے کرنا تھا-

کسی بھی لمحے بہار یہاں سے گزرنے والی تھی-ٹریکر ایکٹیویٹ کرنے کے بعد ہاتھ میں پکڑے وائرلیس سیٹ پر بہار کی موجودہ لوکیشن کو معلوم کرنے کے لیے اس نے لب کھولے ہی تھے کہ اسی اثنا چہرہ نیچے جھکائے اطراف سے بے خبر بہار حسن اپنے دائیں جانب سے آتی دکھائی دی-ہاتھ میں بیگ ہونے کی وجہ سے اس کی چال دھیمی تھی-

اسے دیکھتے ہی سنہری آنکھوں والے میجر میران کے دل میں خواہش ابھری "کہ وہ ان لوگوں کی نظروں میں آئے بغیر یہاں سے گزر جائے —" لیکن ایسا تھوڑی ہوتا ہے کہ دل میں ابھرنے والی ہر خواہش پوری ہو جائے-

اس پر نظریں جمائے سرخ و سپید مضبوط مردانہ ہاتھ کی مٹھی بنائے اس نے اپنے باہم بھینچے ہوئے لبوں پر رکھ لی-

ابھی بہار مین روڈ سے کچھ قدم کے فاصلے پر میران کی بی ایم ڈبلیو کے عین سامنے تھی کہ اسی لمحے کیری ڈبہ کا دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی بھورے دوپٹہ والی عورت باہر نکلی-اس عورت نے آواز دے کر بہار کو روکا۔ اور اس کی جانب قدم بڑھائے-چہرہ نیچے جھکائے ہونے کے باعث بہار اسے گاڑی سے نکلتا نہ دیکھ سکی تھی-

میران نے گاڑی میں لگے بیرونی اسپیکر آن کیے (جس کی مدد سے اسے گاڑی سے تقریباً دس فٹ کے فاصلے پر ہونے والی گفتگو بخوبی سنائی دے سکتی تھی-) ان کی گفتگو سننے لگا-

کچھ منٹ بعد بہار کو اس عورت کے ساتھ مین روڈ کی طرف جاتا دیکھ کر اس نے وائرلیس سیٹ پر کیپٹن شہروز سے رابطہ کیا—

"ہیلو!!ہیلو!ایس -اے ون ، اوور-"

"ہیلو!ایلفا ایم -اے ، اوور—"

"ٹارگٹ بی-ایچ از ہیڈنگ ٹوورڈز پیر بخاری قبرستان ، ود ٹارگٹ زی-این ، اوور-" بھرپور سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے بات جاری رکھی—

"ریچ ، پیر بخاری قبرستان ، ان ٹومنٹ ، آئی ریپیٹ ، پیر بخاری قبرستان ، ان ٹو منٹس ، اوور اینڈ آوٹ -" شہروز کو وہاں پہنچنے میں دو منٹ سے بھی کم کا ٹائم لگنا تھا اس لیے میران نے اسے وہاں جانے کو کہا کیونکہ فلحال اپنے پاس کھڑی کیری ڈبہ کی وجہ سے وہ گاڑی سے نہیں نکل سکتا تھا—

"راجر سر ، اوور اینڈ آوٹ-"

کیپٹن شہروز سے بات کرنے کے بعد میران نے تین ساتھیوں پر مشتمل ٹیم بی کو قبرستان کے اردگرد کے علاقے میں پھیلنے کا کہا-

جبکہ ٹیم اے میں سے کیپٹن شہروز کی چھوڑی ہوئی جگہ کو دوسرے ساتھی نے سنبھال لیا-

باقی سب جمشید پر نظر رکھے ہوئے تھے جو پریشان سا اردگرد کی گلیوں میں موٹرسائیکل دوڑاتا بہار کو تلاش کر رہا تھا-

جیسے جیسے وقت بیت رہا تھا ہر نئے موڑ پر کھیل دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ الجھتا چلا جا رہا تھا اور فلحال کھیل دیکھنے والے کسی تماشائی کو نہیں پتا تھا کہ یہ الجھن کیسے ختم ہونی ہے-

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

●=====●=====●

7:24a.m

سفید کیری ڈبہ کی اسٹیرنگ وہیل پر ہاتھ رکھے بیٹھا صفدر، اسکے ساتھ بشیر اور پچھلی سیٹ پر بیٹھی ستارہ جمشید کے انتظار میں تھے-

انہوں نے یہاں سے جمشید کا پیچھا کرتے گھر سے کچھ منٹ کی مسافت پر بنے قبرستان کی گلی جو کہ صبح کے اس وقت سنسان ہوتی تھی وہاں اپنا مال وصول کرنا تھا-

لیکن تصویر میں دیکھی لڑکی کو اکیلے جاتا دیکھ انہیں کسی گڑبڑ کا احساس ہوا-اس سے پہلے ابھی وہ کچھ سوچتے۔ آپس میں صلاح مشورہ کرتے کہ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے ستارہ باہر نکلی-

"ارے او لڑکی، ذرا سنو-" ہانپتی ہوئی آواز میں کہتے وہ اسکی طرف بڑھی-

بہار جہاں تھی وہی رک کر سوالیہ نظروں سے آواز دینے والی عورت کو دیکھنے لگی اس کے پاس آنے پر اس نے استعجاب سے "جی"کہا-

"شہزادی، تم مجھے میرے بیٹے کے پاس لے جاؤ۔ میرا چھوٹا سا علی مجھے یاد کررہا ہوگا-" ستارہ نے چہرے پر ایک فکرمند، لاچار ماں کا ماسک چڑھاتے ہوئے کہا-

"تم مجھے میرے علی کے پاس لے جاؤ میری شہزادی، ہائے، میرا علی کہاں چلا گیا-"کہتے ہوئے ستارہ اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر بین کرنے لگی-

"باجی آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ کا بیٹا کہاں ہے؟" اس عورت کے یوں ایک دم رونے سے بہار نے بوکھلا کر کہا۔

اسے سمجھ نہیں آرہی تھی یہ عورت کون ہے؟ اور اسکا بیٹا کہاں ہے؟ اس حالت میں وہ یہاں اکیلی کیا کر رہی ہے۔

گاڑی میں بیٹھے صفدر اور بشیر اس کی تیزی اور ہوشیاری پر داد دیئے بنا نا رہ سکے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ اب جمشید کی جگہ ستارہ لڑکی کو طے شدہ جگہ پر لے جائے گی۔

"ہائے میرا علی چلا گیا۔ مجھے چھوڑ کر۔ ہائے علی ماں کا ذرا خیال نہ آیا۔" سینے پر دو ہتھڑ مارتے کہا۔ کچھ کچھ بات اس کے (بہار) سمجھ آرہی تھی لیکن پھر بھی اس نے پوچھ لیا۔

"آپ کے بیٹے کو کیا ہوا ہے؟ وہ کہاں ہے۔"

"میرا بیٹا۔" وہ خود سے بڑبڑائی۔ "آؤ میں تمہیں علی کے پاس لے کر چلوں، ادھر قریب ہی قبرستان میں ہے۔ میرا بیٹا تم سے مل کر خوش ہوگا۔" کہتے ساتھ ہی اپنے ہاتھوں میں تھامے اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے مین روڈ کی طرف بڑھنے لگی۔

"ارے آپ مجھے یہ کہاں لے کر جا رہی ہیں؟ پلیز میرا ہاتھ چھوڑیں میرا بیگ گر گیا ہے" اس کے یوں کھینچنے پر دوسرے ہاتھ میں تھاما بیگ سڑک پر گر گیا تھا۔ گردن پیچھے موڑے اس نے اپنے بیگ کو دیکھتے ہوئے کہا جس پر نیچے گرنے کے باعث دھول لگ گئی تھی۔

ایک ہاتھ سے اسکے ہاتھوں میں سے اپنا ہاتھ نکالنے کی ناکام کوشش کرتی وہ اس کے ساتھ کھینچتی چلی گئی۔

"علی کے پاس لے جا رہی ہوں چلو نا-"

"لیکن میرا بیگ--" بہار پریشانی سے کہتی رہی لیکن اس نے اسکی ایک نہ سنی بس "میرے علی کے پاس چلو۔ "کی رٹ لگائی رکھی--

اسکی قابل رحم حالت دیکھ کر بیگ کو اللہ کے سپرد کرتی وہ چپ چاپ اس کے ساتھ خاموشی سے قبرستان کی طرف چلی گئی جو پاس ہی تھا-

انکے مین روڈ پر جاتے ہی صفدر بھی گاڑی سٹارٹ کرتا دھیمی رفتار سے انکا پیچھا کرنے لگا--

روڈ پر پہنچتے ہی وہ میران کی نظروں سے اوجھل ہوگئی لیکن راستے میں موجود میران کے ساتھی ان کے قدم قدم سے اسے آگاہ کرتے رہے-

مارا مارا بہار کو تلاش کرتا جمشید جب صفدر وغیرہ کو اس کی گمشدگی کا بتا کر مدد مانگنے کے لیے ان کے پاس آیا تو ان کی گاڑی کو طے شدہ جگہ پر نہ پا کے اور راستے میں گرے بیگ کو دیکھ کر صورتحال کا تھوڑا بہت اندازہ لگاتے موٹر سائیکل کو مین روڈ کی طرف لے گیا-- تھوڑا آگے جانے پر اسے بہار کسی عورت کے ساتھ روڈ کراس کرتی دکھائی دی- دھیمی رفتار میں انکا پیچھا کرتی زہے نصیب والوں کی گاڑی دیکھ کر وہ موٹر سائیکل کو سائیڈ پر کرتے وہی رک گیا-

بہار کے، اس عورت کے ساتھ قبرستان والی گلی میں داخل ہوتے ہی پہلے سے ہی وہاں کھڑی نیلی کلٹس میں بیٹھے کیپٹن شہروز کی آنکھوں پر لگے سپیشل گلاسز کی وجہ سے میجر میران کی ٹیبلٹ اسکرین پر وہ سامنے سے آتی دکھائی دی--

قبرستان کے داخلی دروازے پر پہنچ کر اپنے ساتھ آتی بہار کو کچھ بھی کرنے کا موقع دیئے بنا ایک ہاتھ سے اپنی بھوری چادر کا پلو جس پر اس نے گاڑی سے اترنے سے پہلے جلدی میں زیادہ سارا کلوروفام ڈالا تھا تھام کر بہار کے منہ پر رکھ دیا—

اچانک ہونے والی افتاد پر بہار نے بھرپور مذمت کرتے ہوئے اس سے خود کو چھڑوانے کی کوشش کی لیکن بے سود لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ بے ہوش ہو کر ستارہ کی بازوؤں میں جھول گئی-

اسے سمجھ نہیں آیا کہ چلتے چلتے اچانک یہ علی کی ماں کو ہوا کیا ہے ؟ اسے علی کی ماں سے اپنی ہمدردی مہنگی پڑتی دکھائی دی-

آپ ایک درددل رکھنے والے انسان ہے بہت اچھی بات ہے انسان کو ایسا ہی ہونا چاہیے لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ کئی آپ کی یہ درددل والی خوبی آپ کی زندگی میں کبھی ختم نہ ہونے والا ناسور نہ لکھ دے-

جیسا شاید بہار حسن کی زندگی میں لکھا جانے والا تھا-

اس کے بے ہوش ہوتے ہی دھیمی رفتار میں پیچھا کرتی گاڑی تیزی سے ان کی طرف آئی۔ ایک ہاتھ سے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے اس نازک سی لچکیلی ڈال جیسی لڑکی کو تیزی سے سیٹ پر ڈالتے ستارہ خود بھی سوار ہو گئی۔ اسکے بیٹھتے ہی صفدر زن سے گاڑی ریورس کر کے بھگا لے گیا-

اسکرین پر یہ منظر دیکھتے ہوئے میجر میران کے دل میں اک درد سا اٹھا، آنکھوں میں فکرمندی، تفکر کی پرچھائیاں نظر آ رہی تھی—حالانکہ سب کچھ پہلے سے ہی طے شدہ تھا بہار نے ان کے ساتھ جانا ہی تھا مگر، یہ جو مگر ہے نا یہ اسکے دل میں گہری ویرانیاں پیدا کر رہا تھا-

سب الجھنیں سلجھا کر، کئی نئے موڑ لے کر وقت کا کھیل اپنے دلچسپ اختتام کو پہنچ چکا تھا— لیکن ابھی کون جیتا ہے کون ہارا ہے کس نے پایا کس نے کھویا اس کا فیصلہ باقی تھا-

وقت نے کچھ وقت کی
مہلت مانگی ہے
وقت بدلنے کے لیے

●=====●=====●

عمران کے پر زور اسرار پر ڈاکٹر کلینک آنے کے لیے اپنے گھر سے نکل چکا تھا— وہ چلتا ہوا واپس نبیلہ کے پاس آ بیٹھا—

"طبیعت کچھ بہتر ہوئی؟" عمران نے اسکی جانب رخ کیے فکرمندی سے دریافت کیا-

نبیلہ جس کو اب آگے آنے والی صورتحال کا سوچ سوچ کر ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا— اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ایکٹنگ ڈر اور پریشانی سے کہیں دور جا سوئی تھی-

اس کے سر ہلانے پر عمران نے مزید پوچھا، "کچھ پینا ہے جوس، پانی وغیرہ-"

اس وقت عمران کی فکرمندانہ آواز اس کی موجودگی نبیلہ کے سر پر ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی۔

اس لیے اس کو وہاں سے ہٹانے کے لیے نبیلہ نے اسے جوس لانے کو کہا-

"ٹھیک ہے ،بس دو منٹ میں ابھی لاتا ہوں -" کہتے ہوئے عمران باہر کی جانب بڑھ گیا جہاں کلینک کے ساتھ ہی ٹک شاپ بنی تھی -

بلڈنگ سے باہر نکلتے اسکی نظر سامنے ایک پھٹے میلے کپڑے پہنے فقیر اوراس کے ساتھ قدرے صاف ستھرے حلیے میں بیٹھی دس سالہ گندمی رنگت والی لڑکی پر پڑی ۔

مانو کہ اک پل کو ساری دنیا رک گئی ہو۔ زندگی کے سارے رنگ اس ایک منظر میں تھے - عمران مبہوت سا اس منظر کو دیکھنے لگا -

"گڑیا تو کھا میں کھا لیا—" دس سالہ لڑکی کے ہاتھ میں پکڑا بن جو وہ اس شخص کی جانب بڑھائے ہوئے تھی کو اسکی جانب کر کے اسے کھانے کو کہا -

"لیکن پا جی میں کل صبح سے بھوکی ہوں آپ نے کب کھایا ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ خود کھا لو اور مجھے بھوکا رکھو -"

لڑکی نے بن والا ہاتھ نیچے کرتے کہا -اس کی آنکھوں سے اسکا اپنے بھائی پر مان اور یقین چھلک رہا تھا —

عمران کو اس دس سالہ لڑکی میں اپنی بہن بہار نظر آئی جو ہمیشہ اس کے کھانا کھا لینے کے بعد کھانا کھاتی ، گھر آنے میں دیر سویر ہونے پر وہ ہمیشہ بہار کو اپنے انتظار میں پاتا —اسے اس لڑکی کی آنکھوں میں بہار کی نم ، اک مان لی ، محبت سے بھری ہوئی شکوہ کناں آنکھیں نظر آئیں جن سے وہ کل رات کی طرح ہمیشہ نظریں چراتا آیا تھا -

"اوہ ، میری گڑیا تو بڑی سمجھدار ہو گئی ہے -" فقیر نے اسے پیار سے اپنے ساتھ لگاتے کہا ۔

"تم میری بہن ہونے کے ساتھ ساتھ میرے پاس اباجی کی گڑیا ہو۔ جس کا انہوں نے سب سے زیادہ خیال رکھا۔ تو میں کیسے نہ پہلے تمہیں کھلاوں —"

اس شخص کے الفاظ پر عمران وقت میں پانچ سال پیچھے چلا گیا —

●=====●=====●

اپنے سرد ہاتھ میں عمران کا زندگی کی حرارت سے بھرا ہاتھ تھامے اکھڑتی ہوئی سانسوں کے درمیان نم آنکھیں لیے بولے -

"تم دونوں میرے لیے برابر ہو۔ میری روح کا حصہ ہو۔ مجھے معاف کر دینا اگر میں تمہارے لیے ویسا باپ نہیں بن سکا جیسا تم چاہتے ہو ہمارا ساتھ یہاں تک کا تھا - میں تمہاری ماں اور بہن کو تمہاری امانت میں دیتا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ تم اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے ہو۔ تم تمام مشکلات کا بہادری سے سامنا کر لو گے لیکن بہارا ابھی بہت چھوٹی ہے، ایک لمبا راستہ اسکا منتظر ہے - بیٹا اپنی بہن کا خیال رکھنا۔ رزق وہ اپنا اوپر سے لکھوا کے لائی ہے۔ جو اس کا نصیب کا ہو گا اسے مل جائے گا۔ میرے بیٹے تم اسے بڑے بھائی کا، باپ کا پیار، عزت، مان دینا اسکے لیے وہ سایہ دار تن آور درخت بن جانا جو اسکو زمانے کے سرد گرم سے بچا کر رکھے - جو مشکل وقت میں اسکا سہارا بنے -" کہہ کر حسن صاحب نے امید بھری نظروں سے اسکی طرف دیکھا —

"جیسے آپ کہیں بابا، میرے لیے اہم یہی ہے کہ آپ جلد از...." باقی کے الفاظ اسکے منہ میں ہی رہ گئے-اپنے ہاتھوں میں تھاما باپ کا ہاتھ سرد بے جان ہوچکا تھا۔ شاید انہیں سکون سے مرنے کے لیے اس کی اک ہاں کا انتظار تھا—

●=====●=====●

اسے اپنے ہاتھوں پر باپ کے سرد، بے جان ہاتھوں کا لمس محسوس ہورہا تھا-آج وہ کیا کرنے جارہا تھا۔ وہ اپنی باپ کی امانت کو اپنی عزت کو زمانے کے، انجان لوگوں کے رحم وکرم پر چھوڑ کر اس سے دور جارہا تھا۔ اس سے اسکا سہارا چھین رہا تھا-

اس منظر نے اس کی ساری شخصیت کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا-

کب سے سویا ضمیر بیدار ہوا—خود کو دی ہوئی تمام وضاحتیں اس لمحے بے معنی سی لگیں-اس نے دل ہی دل میں بہار کو اکیلے نہ چھوڑنے کا مصمم ارادہ کیا-

آنکھ کے کنارے اٹکے آنسو کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے وہ تیز تیز قدموں سے ٹک شاپ کی جانب بڑھا-

جبکہ فقیر اور اس کی بہن ایک دوسرے کے منہ میں بن کے ٹکڑے ڈالتے ایک دوسرے کا پیٹ بھرنے کی کوشش میں تھے-

●=====●=====●

جاری ہے۔

#An_Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_6

اک بے چینی سی اسکے سارے وجود میں چھائی ہوئی تھی۔ بائیں ہاتھ میں پکڑے موبائل کو دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر ہلکا ہلکا مارتی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ادھر سے ادھر چکر لگا رہی تھی۔ کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ یہ وہی عورت ہے جو پیٹ درد کا واویلا مچاتی کلینک کی بلڈنگ میں داخل ہوئی تھی۔ ادھر سے ادھر چکر کاٹتے اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہیں سے بہارا اس کے سامنے آجائے اور وہ اس کا حشر نشر کردے۔ پتا نہیں کہاں چلی گئی تھی۔

موبائل پر ہونے والی بیل پر ڈر سے اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ دائیں ہاتھ دل پر رکھے اپنی آپ کو نارمل کرتی نبیلہ نے جمشید کی کال ریسیو کرتے ساتھ ہی بے بسی سے کہا۔

"جمشید تمہیں اللہ کا واسطہ ہے کوئی اچھی خبر سنانا۔ ورنہ میرا اجتنا بی پی ہائی ہوگیا ہے۔ قوی امکان ہے آج کا دن میرا ایمر جنسی وارڈ میں گزرے گا۔"

"اچھی اور بری دونوں خبریں ہیں-"جمشید نے کہا—

"میرے بھائی پہلے اچھی خبر دو—"منت بھرے لہجے میں کہتے اس نے کب سے خود کو گھورتے کمپاؤڈر کو تیز نظروں سے دیکھا۔جس پر وہ گڑبڑا کر اپنا کام کرنے لگا-وہ بیچارہ بھی کیا کرتا، ابھی کچھ دیر پہلے اس عورت سے چلا بھی نہیں جارہا تھا اور اب-

"اچھی خبر یہ ہے کہ زہے نصیب والے تمہاری نند، کولے گئے-"

"لیکن وہ میرے بہار تک پہنچنے سے پہلے ہی اس تک پہنچ گئے تھے پتا نہیں اب اس صورتحال سے وہ لوگ کیا مطلب اخذ کریں—"جمشید نے خاصی کشمکش میں کہا-

"ہونہہ، مطلب کیا نکالنا ہے لڑکی مل تو گئی ہے نہ ان کو پھر کیا مصیبت پڑے گی ان لوگوں کو، تم اب جلد از جلد رابطہ کرکے ان سے باقی کی رقم نکلواؤ—"نبیلہ نے نخوت سے کہا-

"ٹھیک ہے-تمہاری نند ادھر پہنچ جائے تو پھر کال کرتا ہوں-"جمشید نے کہہ کر فون رکھا-

آہستہ آہستہ سورج کی سنہری کرنیں زمین کو چھوتی پورے شہر کو منور کرنے میں کوشاں تھی-

www.urdunovelsmania.com

●=====●=====●

"آل یونٹس، وی آر ہیڈنگ بیک—"وائرلیس سیٹ میں کہہ کر میران گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا

—

چلتے ہوئے وہ بہار کے سڑک پر گرے بیگ کے پاس جا کر رک گیا۔ بیگ کو ایک ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے وہ واپس کار کی جانب بڑھا۔۔پچھلی طرف کا دروازہ کھول کر بیگ کو گاڑی میں رکھتے وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھا اور گاڑی اسٹارٹ کرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔۔

ان کا ایک ساتھی میران کے آرڈر پر بہار کو لے جانے والی گاڑی کو فالو کر رہا تھا۔

میران کو آنے والی گھڑیوں کا شدت سے انتظار تھا۔ جس میں کسی کے لیے موت، کسی کے لیے زندگی، کسی کے لیے خوشی کی نوید کسی کے لیے غم کے بادل جبکہ کسی کے لیے آزادی تو کسی کے لیے غلامی لکھی تھی۔

وقت سب کے لیے ایک ہے لیکن یہ وقت ہر کسی کی زندگی میں مختلف درواکرتا ہے۔ خوشی، غم، پچھتاوا، ہجر، وصل، کامیابی، ناکامی، امید، مایوسی کے مختلف در انسان کی زندگی میں آنے والے وقت کے ساتھ کھلتے چلے جاتے ہیں۔۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

●=====●=====●

کچن میں بنتی کافی کی خوشبو سارے چیک میٹ میں پھیلی ہوئی تھی۔ فلیٹ پہنچ کر میران نے سب سے پہلے کچن کا رخ کیا۔ اسے اس وقت کافی کی شدید طلب ہو رہی تھی۔

گرما گرم بھاپ اڑاتی کافی پاس پڑے دونوں مگ میں انڈیلی۔ مگ ٹرے میں رکھتے ایک نظر لاؤنج میں رغبت سے ناشتہ کرتے کیپٹن شہروز پر ڈال کر وہ کیپٹن کلثوم کے پاس اندر میٹنگ روم میں گیا۔

کافی سے بھرا ایک مگ ٹرے سے اٹھا کر اس کے پاس رکھا جو کافی الجھی ہوئی لگ رہی تھی۔

"کافی-" میران نے کہا-اور دوسرا مگ خود اٹھا لیا۔

"تھینک یو سر-" کلثوم نے دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا-

کلثوم گول میز کے گرد پڑی چیئرز میں سے ایک پر بیٹھی اپنے سامنے پڑے لیپ ٹاپ کے ذریعے بہار کی لوکیشن کو مونیٹر کر رہی تھی-اسکرین پر نظر آتے ٹریکس پر بلنک کرتا ریڈ اسپاٹ تیزی سے اپنی منزل کی طرف گامزن تھا-

"اگر گاڑی راستے میں کہیں بھی روکے تو لیٹ می نو-" ریڈ اسپاٹ کو پر سوچ نگاہوں سے دیکھتے میجر میران کہہ کر باہر کی جانب بڑھے-

"یس سر-" کلثوم نے باہر جاتے میجر میران کی پشت کی طرف دیکھتے مستعدی سے جواب دیا-

لاؤنج میں کیپٹن شہروز کے ساتھ والے صوفہ پر بیٹھتے میران کافی پینے لگا-

"جمشید یا شہر بانو کی کوئی نئی کال ریکارڈنگ-" میران نے بریڈ پر چاکلیٹ اسپریڈ لگا کر کھاتے شہروز سے پوچھا-

"یس، جمشید کی ہے-"

سامنے ٹیبل پر پڑی پلیٹ میں بریڈ سلائس رکھ کر کیپٹن شہروز نے میران کو جمشید کی دونوں کال ریکارڈنگ سنا دیں-

بہار فلحال حقیقت سے ناواقف اپنے طور پر ہی جارہی تھی۔ یہ جان کر اسے خوشی ہوئی۔ غیروں میں جانے کی بجائے کم ازکم اس نے خود کے لیے ایک کوشش کی تھی۔ اپنی زندگی کے متعلق خود فیصلہ کیا تھا۔لیکن افسوس وہ وقت کے کھیل میں پھنس گئی۔

"ہمم، جمشید اور نبیلہ کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے دونوں خود کے فائدے کے لیے دوسرے ساتھی کو آگ میں جھونکنے میں دیر نہیں کریں گے، اب اگر شہربانو جمشید کی توقع کے مطابق باقی کی رقم ادا نا کرے..." کہتے ہوئے سنہری آنکھوں کی چمک بڑھی۔

"اور وہ کرے گی بھی نہیں۔ بہت مکار ہے وہ، تم دیکھنا کیسے یہ دونوں رنگ بدلیں گے۔" میران نے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"سر، لیکن ہم ان کو اریسٹ کیوں نہیں کرلیتے؟" کیپٹن کلثوم نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"ناؤ از ناٹ دا رائٹ ٹائم۔" میران نے کہا۔

"اپنی پروگریس؟" کافی کا خالی مگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے کلثوم سے پوچھا۔

"یس سر، وہ لوگ زہے نصیب پہنچ گئے ہیں۔" کلثوم نے کہا۔

"اوکے گڈ۔" میران نے کہہ کر میجر عمیر کی کال اٹھائی اور اٹھ کر بالکونی میں چلا گیا۔

جبکہ شہروز ایک بار پھر ناشتہ کرنے میں مصروف ہوگیا۔ اور کلثوم واپس روم میں چلی گئی۔

●=====●=====●

تین کنال کے رقبے پر پرانے طرز پر بنی سرخ اینٹوں والی عمارت زہے نصیب لاہور آبادی سے تھوڑا دور واقع چاندنی بیگم کی محفل گاہ کا نام تھا- جسے اس کی ماں سلطانہ نے ناچ ناچ کر کمائی گئی اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی سے بنایا تھا—

یہ ایک تین منزلہ عمارت تھی۔ جس کا نچلا حصہ دو بڑے ہال پر مشتمل تھا جن میں سے ایک کا نام چاندنی بیگم ہال تھا- اور اوپری منزل پر وہاں ناچنے والیوں کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ جبکہ تیسری منزل پر چھت تھی-

زہے نصیب کے اگلی اور پچھلی طرف خالی جگہ چھوڑی گئی تھی—عمارت کے دائیں جانب ایک چھوٹا لوہے کا دروازہ دس مرلہ جگہ پر بنی چاندنی بیگم اور شہربانو کی رہائش گاہ میں کھلتا تھا—اس سارے جگہ کو دو گیٹ لگتے ہیں ایک زہے نصیب کی عمارت کو جس سے سب کی آمدورفت ہوتی تھی اور دوسرا چاندنی بیگم کی رہائش گاہ کو لگتا تھا-

سفید کیری ڈبہ دوسرے گیٹ سے اندر داخل ہوا—ستارہ پچھلی جانب کا دروازہ کھولتی باہر نکلی- بشیر کی مدد سے اس نے ہوش و خرد سے بیگانہ بہار کو نچلی منزل پر بنے کمرے میں پہنچایا جو ان تین دن کے لیے شہربانو نے اپنے نئے خریدار کے لیے مختص کیا تھا—

بہار کو کمرے میں پہنچا کر ستارہ نے دروازے کو باہر سے تالا لگایا۔ اور زہے نصیب کی جانب بڑھ گئی جہاں انتظار میں بیٹھی شہربانو کو اس نے کام ہو جانے کی اطلاع دینی تھی-

●=====●=====●

اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ زندگی کی خوشیوں اور رنگوں سے بھرپور وقت گزار کر عمیر صبح سات بجے واپس ہوٹل آگیا-روم میں آکر اس نے کیپٹن کلثوم سے رپورٹ لی جس کے مطابق چاندنی بیگم ابھی تک اپنے روم سے نہیں نکلی تھی۔ جبکہ ویٹر اور شیف برتقالی کی طرف سے بھی کوئی مشکوک حرکت نظر نہیں آئی-

کچھ دیر آرام کرکے اٹھنے پر اس نے بیڈ پر لیٹے لیٹے اپنے لیے انٹر کام پر کافی کا آرڈر دیا۔ پھر میران کو کال ملائی—

دوسری جانب سے کال ریسیو کرنے پر حال احوال دریافت کرنے کے بعد میران نے بالکونی میں رکھے جھولے پر بیٹھتے کہا-

"Plan A successfully executed."

"گڈ جاب میٹ (mate)-" عمیر نے کہا اسے معلوم تھا میران جلد ہی ان کے اندر داخل ہو جائے گا-

"تم بتاؤ ادھر کی کیا رپورٹ ہے؟"

"یہاں پر آج شام سات بجے میٹنگ ہے۔ کہاں ہونی ہے؟ یہ معلوم کرنا ابھی باقی ہے۔" عمیر نے تھوڑی کھجاتے کہا-

"ایک پورے طریقہ کار سے گزر کر وقت ملتا ہے تنظیم کے ارکان کو اور اس میں ہوٹل کا عملہ بھی ملوث ہے ، ابھی تک ایک شیف اور ویٹر میری نظر میں آئے ہیں —" میجر عمیر نے اب تک کی تمام معلومات میجر میران کو بتائیں —

"اگر عملہ ملا ہوا ہے تو پھر یہ ہر بار ادھر ہی ٹھہرتی ہو گی -"

میران نے پر سوچ انداز میں کہا -

"ہمم ، میں نے چیک کیا تھا تمہارا اندازہ ٹھیک ہے ۔ یہ ہوٹل بھی اس تنظیم کیساتھ لنک ہے — اب کس حد تک ہے یہ تو وقت بتائے گا -"

"میں جلد ہی ادھر سے فارغ ہو کر تمہیں جوائن کرتا ہوں —" میران بولا ۔

"ویٹنگ ۔ " عمیر مسکرایا ۔

چند ایک اور باتیں کر کے ان دونوں نے کال رکھی -

چاندنی بیگم ابھی بھی اپنے روم میں بند آرام فرما رہی تھی - چاندنی بیگم نے ہی انہیں اس تنظیم کے گمنام سربراہ تک پہنچانا تھا — جو معصوم لڑکیاں اسمگل کر کے دیارِ غیر میں لا کر ان کے دلوں ، دماغ ، جسم کے ساتھ کھیلتا ان کی زندگیوں کے فیصلے کرتا آ رہا تھا -

●=====●=====●

ڈاکٹر سے چیک اپ کروا کے ، فارمیسی سے دوائی لے کر وہ لوگ تقریباً ساڑھے نو بجے تک گھر پہنچے -

کافی دیر ہارن کرنے پر جب اندر سے بہار نے گیٹ نہیں کھولا، تو عمران نے خود ہی اتر کر اپنے پاس موجود گھر کی چابی سے گیٹ کھولا۔

لائٹس آن کرتے نبیلہ کو لاؤنج میں پڑے صوفہ پر بیٹھا کر، اس نے بہار کو آوازیں دیں تاکہ نبیلہ کچھ کھا کر دوائی لے سکے۔ پر جب کچھ دیر تک وہ نہ آئی تو عمران خود اسے بلانے کی غرض سے کوارٹر کی جانب گیا۔

عمران کے جاتے ہی موقع سے فائدہ اٹھاتی صوفہ پر بیٹھی نبیلہ تیزی سے اپنے روم میں گئی اور سائیڈ ٹیبل کی دراز سے ایک تہ شدہ کاغذ نکال کر کمرے سے باہر آ کر اونچی اونچی عمران کو آوازیں لگانے لگی۔

"عمران، عمران ادھر آؤ۔ ہائے یہ کیا کر دیا اس لڑکی نے زرا شرم نہ آئی۔ ایسا کرنے سے پہلے اسے۔ عمران، عمران—" اس کی سوئی ہوئی ایکٹنگ ایک بار پھر بیدار ہو چکی تھی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ مصنوعی آنسو گر رہے تھے—

عمران جو بہار کو کوارٹر میں نہ پا کر پریشان ہوا کہ آخر یہ لڑکی کہاں گئی؟ اندر سے آتی نبیلہ کی آواز پر لاؤنج کی طرف گیا۔

"کیا ہوا، طبیعت ٹھیک ہے؟" عمران نے لاؤنج میں آ کر فکر مندی سے پوچھا۔

"یہ پڑھ کر کون ٹھیک رہے۔ اس لڑکی نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا، ہائے—" ہاتھ میں پکڑا خط عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے نبیلہ نے روتے ہوئے کہا—

"تمہیں یہ کہاں سے ملا؟" اس کے ہاتھ سے خط لے کر عمران نے کہا—

"کیا فرق پڑتا ہے کہاں سے ملا—" نبیلہ نے دوپٹا کی مدد سے اپنا چہرہ صاف کیا—

خط پڑھ کر عمران دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھ گیا- وہ کیا سوچ کر گھر آیا تھا اور اس کی بہن نے پیچھے سے کیا گل کھلائے ہوئے تھے—

"کیا تمہیں پتا تھا کہ وہ کسی لڑکے کو پسند کرتی ہے اور اس کے ساتھ بھاگنے والی ہے؟" عمران نے غصے کی شدت سے لال ہوتی آنکھوں کے ساتھ سختی سے پوچھا-

"عمران۔" کبھی نہ غصہ کرنے والے اپنے شوہر کو اس قدر طیش میں دیکھ کر لمحے بھر کو تو نبیلہ بھی ڈر گئی-

اگر جو عمران کو پتا چل جائے کہ یہ سب اس کا کیا ہوا ہے تو وہ اس کا کیا حال کرے گا—

"ہاں یا نہیں—" عمران غصے سے دہاڑا-

"نہیں، مجھے نہیں پتا تھا—" نبیلہ نے ڈرنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا-

"ٹھیک ہے، آج سے ہمارا کسی بہار سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، ہمارے لیے وہ مر گئی—" سرد مہری سے کہتے ہوئے عمران نے ہاتھ میں پکڑا خط پھاڑا اور باہر نکل گیا-

"عمران، عمران—" اسکو جاتا دیکھ نبیلہ نے فکرمندی سے آواز لگائی مگر وہ باہر نکلتا چلا گیا—

"ہاہاہاہا... تمہاری منحوس بہن کا نام اس گھر میں لینا بھی کون چاہتا ہے-" قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے کہتی نبیلہ سونے کی غرض سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی-

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Baae_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_7

عمران جب نوسال کا ہوا تو اس کی ماں وفات پا گئیں- بیوی کی جدائی کے بعد کچھ عرصے تک تو حسن اکیلے ہی نوکری کرنے کیساتھ ساتھ گھر دیکھتے رہے۔ لیکن آہستہ آہستہ انہیں سمجھ آئی کہ عمران کو ایک ماں اور گھر کو ایک عورت کی ضرورت ہے—

ساتھ والی ہمسائی ثروت بہن کے توسط سے ان کی شادی رابعہ سے ہوگئی- نرم ، ملنسار طبیعت رکھنے والی رابعہ نے آتے ساتھ ہی گھر کو بہت اچھے سے سنبھال لیا۔

اس نے عمران کو بھی ماں کا پیار دینا چاہا لیکن عمران رابعہ کو اپنی ماں کی جگہ قبول نہیں کر پایا- حسن نے بھی اس بات کو محسوس کیا۔ مگر گھر میں سوتیلی ماں بیٹے والے روایتی لڑائی، جھگڑے ، مسلے مسائل نہیں تھے تو ایک دو بار کے بعد حسن نے عمران کو مجبور نہیں کیا۔ وہ بچہ پہلے ہی ماں کے جانے کے بعد چپ چپ سا رہنے لگ گیا تھا اسے زیادہ مجبور کر کے وہ عمران کو خود سے بدگمان نہیں کرنا چاہتے تھے—

وقت تھوڑا آگے گزرا اور اللہ نے حسن اور رابعہ کے گھر میں بہار کی صورت اپنی رحمت نازل فرمائی۔ بہار کے پیدا ہونے کے بعد عمران باپ سے بھی دور رہنے لگا۔ حسن کے بلانے پر وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر کہیں غائب ہو جاتا — رابعہ نے عمران کو ماں کا پیار دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن عمران اپنی زندگی میں اس نئی تبدیلی، رابعہ کے پیار کو قبول نہیں کر پایا۔

کچھ انسانوں کے لیے زندگی میں سب سے مشکل کام پتا کیا ہوتا ہے؟

تبدیلی کو قبول کرنا۔ بعض انسان مشکل سے ہی نئے لوگوں، جگہ، حالات، ماحول کو قبول کرتے ہیں۔ اور عمران انہیں میں سے تھا، وہ قبول نہیں کر پا رہا تھا۔

زندگی گزر رہی تھی وقت کا پہیہ تھوڑا آگے گھوما اور بہار چودہ سال کی ہو گئی، عمران نے بھی اپنا ایم بی اے کر لیا تھا۔ ایک بہت اچھی فرم میں اسے نوکری مل گئی۔ گھر میں سب ہی عمران کی کامیابی پر بہت خوش تھے۔ ان لوگوں کی یہ خوشی تب غم میں بدلی جب حسن ڈینگی وائرس کا شکار ہو گئے اور دس دن ہسپتال میں رہ کر اس بیماری سے لڑتے لڑتے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اس وقت ان کے پاس ہسپتال میں فقط عمران ہی تھا۔ رابعہ اور بہار کو پہلے اللہ پھر اس کی امانت میں دے کر حسن ابدی نیند سو گئے۔

یقیناً ان کے لیے حسن کی موت ایک عظیم نقصان تھا — جس کے صدمے سے رابعہ نے بہار کو بڑی مشکل سے نکالا تھا۔ جو سنبھلنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی —

باپ اور بیٹی کا تعلق درخت اور اس پر لگے پتوں جیسا ہے۔جس طرح پتہ درخت سے گر کر ٹوٹ جاتا ہے، بے جان، اکیلا ہو جاتا ہے اسی طرح ایک بیٹی اپنے باپ سے جدائی پر اکیلی پڑ جاتی ہے، ٹوٹ جاتی ہے—

باپ جیسا بھی اچھا ہو یا برا۔ نرم طبع ہو یا گرم مزاج ۔ اولاد سے قریب ہو اسے پیار کرتا ہو یا نہ، اس جیسا کوئی نہیں ہوتا اور نہ ہو سکتا ہے—باپ، باپ ہوتا ہے اور اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا ہے۔

●=====●=====●

وقت کا کام ہے گزرنا اور یہ گزرنے کے ساتھ جیسے انسان کے زخم مندمل کرتا ہے ویسے ہی یہ بہت سی وعدوں، باتوں، رشتوں کی اہمیت کو بڑھاتا یا کم کرتا ہے—

عمران کے اپنے باپ سے کیئے گئے وعدے کی اہمیت بھی اس کے دل میں وقت گزرنے کیساتھ ساتھ کم ہو گئی۔

بہار سترہ سال کی تھی جب عمران نے اپنے محلے میں رہنے والی عام سی شکل و صورت والی نبیلہ سے پسند کی شادی کر لی اور اس کو گھر لے آیا۔

نبیلہ چونکہ جانتی تھی کہ رابعہ عمران کی اصل ماں نہیں ہے اس لیے اس نے کبھی رابعہ کو ساس کا درجہ نہں دیا۔ الٹا اس کے ساتھ مقابلے بازی شروع کر دی—جبکہ بہار کی خوب صورتی کی وجہ سے اسے بار

بار اپنی عام سی شکل و صورت کا احساس ہوتا رہتا جس کی وجہ سے اول روز سے ہی اسکا بہار سے اللہ واسطے کا بیر تھا۔

حسن کی پینشن جس سے رابعہ اپنے اور بہار کے اخراجات اٹھا رہی تھی، عمران سے کہہ کر آدھی خود لینے لگ گئی۔ رابعہ نے مصلحت سے کام لیتے ہوئے سلائی کڑھائی شروع کر دی۔ گھر کی ساری ذمہ داری کے ساتھ ساتھ نبیلہ نے صفائی ستھرائی کے کام بھی آہستہ آہستہ رابعہ اور بہار سے کروانے شروع کر دیئے۔ یہاں تک تو ٹھیک تھا لیکن دن کے چوبیس گھنٹے اس کی طنزیہ، کڑوی کسیلی باتیں سننا ایک صبر آزما کام تھا۔

عمران کو گھر کے کسی معاملے سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اس لیے سب کچھ دیکھتے، سمجھتے ہوئے بھی وہ خاموش رہتا۔

وقت پر لگا کر کچھ اور آگے بڑھا اور بہار نے انٹر کے امتحانات دے دیئے۔ اب آگے تعلیمی سلسلے کو جاری رکھنے کے لیے اسے اپنے رزلٹ کا انتظار تھا۔

بڑھتے وقت کے ساتھ نبیلہ کے دل میں بہار کے لیے حسد، نفرت بھی بڑھتا گیا۔ جس نے دونوں کو ہی بڑے نقصان سے روشناس کروانا تھا۔ لیکن یہ وقت نے بتانا تھا ان دونوں میں سے کس کا ناقابلِ تلافی نقصان ہونا تھا۔

رزلٹ آنے میں ابھی کچھ دن باقی تھے جب ایک روز رابعہ رات میں کبھی نہ اٹھنے کے لیے سو گئیں۔ بہار کے لیے یہ بات ناقابلِ برداشت تھی لیکن وقت ایک بہت بڑا استاد ہے یہ انسان کو سب کچھ سکھا دیتا ہے اسے بھی ماں کے مرنے پر صبر کرنا سیکھا ہی دیا لیکن آج بھی رات میں ماں کو یاد کر کے وہ

روپڑتی تھی- رابعہ کے جانے کے بعد جو کام ان دونوں ماں بیٹی میں تقسیم تھے وہ سب بہار کے کندھوں پر آپڑے–

انہی دنوں میں نبیلہ کی فرمائش پر عمران نے اپنا آبائی گھر بیچ کر ایک اچھی جگہ پر گھر لیا جوکہ نبیلہ نے اپنے نام لگوایا تھا۔

وہ لوگ وہاں شفٹ ہو گئے۔ عمران بھائی کا تو پتہ نہیں لیکن بہار کے لیے اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑنا ایک مشکل امر تھا۔ پر اسے چھوڑنا پڑا۔ اس کے ساتھ ہی ثروت خالہ کا ساتھ بھی چھوٹ گیا۔ جو وقتاً فوقتاً اس کی غمگساری اور مالی مدد کرتی رہتی تھیں- یہ سب نبیلہ نے گھر میں سے بہار کے حصے کو ختم کرنے کے لیے کیا تھا-

جیسے تیسے بھی سہی لیکن زندگی گزر رہی تھی ہلچل تو اس رات نے مچائی جب عمران بھائی نے اپنے دبئی شفٹ ہونے کا بتایا- یہ بھی نبیلہ کی ضد پر ہو رہا تھا۔ عمران کا اتنی اچھی نوکری چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہ تھا اور نہ ہی اس کے پاس کوئی سیونگز تھی کہ وہ ایسا کرتا لیکن نبیلہ نے اسے بہتر مستقبل کے خواب دکھا دکھا کر اور جمشید سے ادھار ملے پیسوں کا بتا کر منا کر ہی چھوڑا–

●=====●=====●

نہ چپ رہ کے یوں زندگی رول دے

ستم ہو چکا اب زباں کھول دے

اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولنے کی کوشش کی لیکن سر میں ہونے والے شدید درد کی وجہ سے وہ کامیاب نہ ہوسکی۔ کچھ لمحے یونہی لیٹے رہنے کے بعد اس نے دوبارہ آنکھیں جھپکا جھپکا کر کھولیں، اس بار وہ کچھ کامیاب ہوگئی۔ ایک ہاتھ سے دکھتے سر کو تھامے وہ اٹھ بیٹھی۔ خالی نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لینے لگی-خوبصورتی سے سجائے گئے کمرے میں وہ اس وقت اکیلی تھی-

حواس بیدار ہونے پر جب اسے بے ہوش ہونے سے پہلے کا منظر یاد آیا تو وہ تیزی سے بیڈ سے اترتی دروازے کی جانب بڑھی۔ ہینڈل پکڑ کے کھینچنے پر پتا چلا دروازہ باہر سے لاک ہے۔ گھبرا کر وہ دھڑا دھڑ دروازہ بجانے لگی-

"کوئی ہے؟ کوئی میری مدد کرو—مجھے یہاں سے نکالو—" سر کے پچھلے حصے میں ہونے والے درد کو پس پشت ڈالے وہ زور زور سے آوازیں لگاتے دروازہ پیٹ رہی تھی-

کچھ دیر پہلے واپس آئی ستارہ جو کمرے کے باہر ہی کرسی رکھ کر بیٹھی موبائل پر لگی ہوئی تھی۔ اس کی التجاؤں پر من ہی من میں ہنستی رہی-اتنے عرصے سے یہاں رہ کر اس کے کان ان فریادوں کے عادی ہو گئے تھے-

ایک دم سے آوازیں آنا بند ہوگئی۔ اور پھر ایک زوردار چھناکے کی آواز آئی۔ جس پر ستارہ نے ہڑبڑا کر کھڑے ہوتے اپنے پاس موجود چابی لاک میں گھماتے دروازہ کھولا—

اندر داخل ہونے پر سارے کمرے میں کانچ بکھرا ہوا تھا۔ جو کہ بہار نے کمرے میں پڑے گلدان کو سنگھار میز کے شیشے پر مار کر توڑا تھا—بہار ہاتھ میں کانچ کا ایک بڑا ٹکڑا پکڑے دروازے کے عین سامنے ہی کھڑی تھی-

"ہائے، میری شہزادی یہ کیا کردیا- شہر بانو کے کمرے کا شیشہ توڑ دیا—"ستارہ منہ پر ہاتھ رکھے بولی-

"علی کی ماں، آپ مجھے یہ کہاں لے آئی ہو- میں یہاں سے جا رہی ہوں-"کہہ کر ہاتھ میں پکڑا ٹکڑا پھینکتے وہ تیزی سے اس کے پاس سے گزرتی باہر جانے لگی کہ ستارہ نے سختی سے اس کا بازو دبوچ لیا۔ اس کے ایکدم سے پکڑنے پر بہار کا دل سہم گیا-سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی ذہن اس بات کو ماننے سے انکاری تھا کہ وہ اغوا ہو گئی ہے—

"کہاں جا رہی ہو میری شہزادی؟"گرفت کے برعکس اس کا لہجہ میٹھا تھا-"اور ہاں میں علی کی ماں نہیں ستارہ ہوں۔ ستارہ!—"اسکے کان کے قریب اپنا چہرہ کرتے ستارہ نے ہنستے ہوئے کہا-

خوف سے پہلے سے تیز دھڑکتا دل اور تیزی سے دھڑکنے لگا۔ سیاہ آنکھوں میں نمکین پانی تیرنے لگا- اب اسے رونا آ رہا تھا۔

"آپ مجھے یہاں کیوں لائی ہیں؟

ہم تو قبرستان جا رہے تھے—آپ کو اللہ کا واسطہ ہے مجھے جانے دیں-"اسکی سخت گرفت میں سے اپنا بازو نکالنے کی ناکام کوشش کرتے بہار نے ڈر، ڈر کر روہانسی آواز میں کہا-

جبکہ اسکی بات پر کوئی رد عمل دیئے بنا ستارہ اسے اپنے ساتھ کھینچتے اوپری منزل پر بنے کمرے کی جانب لے جانے لگی-

www.urdunovelsmania.com

ڈر اور خوف سے اسکے ہاتھ پاؤں یکدم بے جان ہو گئے۔

پھر بھی اس نے مزاحمت کرنے کی بھرپور کوشش کی، پر اتنی بھاری بھرکم ستارہ اور اس کا کیا مقابلہ ہو سکتا تھا۔

ستارہ نے اسے اوپر والے کمرے میں لے جا کر ہی دم لیا۔بہار کو کمرے میں دکھیل کر اس نے باہر سے دوپٹ والے دروازے کو جلدی سے کنڈی لگا دی۔

"اب اگر ادھر کوئی توڑ پھوڑ کرنے کی کوشش کی نہ تو اللہ کی قسم میری شہزادی میں تجھے نہیں چھوڑوں گی-" تنفر سے کہتے وہ نیچے والا کمرہ صاف کروانے کے لیے سیڑھیاں اترنے لگی-

بہار وہیں فرش پر پڑی دکھتے سر، بے جان ہوتے وجود کے ساتھ سسک اٹھی-

آخر یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا؟

وہ کہاں آ گئی تھی؟

اور کیوں آ گئی تھی؟

ان سوالوں کا جواب دینے کے لیے فلحال وہاں کوئی نہیں تھا-

●=====●=====●

خود ہی سنگھار کیا خود ہی کہا سبحان اللہ

آئینہ دیکھنے والے کے قربان جاؤں

زیرِلب شعر گنگناتے چاندنی بیگم نے اپنی تیاری پر اک آخری نظر ڈالی۔ پھر اپنا سلور کلچ تھامے کمرے سے باہر نکلی۔

دوپہر ایک کے قریب کا وقت تھا۔ ناشتہ اس نے اپنے ہوٹل روم میں ہی کر لیا تھا۔ ابھی میٹنگ میں کافی وقت تھا۔ اس سے پہلے وہ کچھ دیر ہوٹل میں ہی گھوم پھر کر اپنا دل بہلانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ کیونکہ اسے اپنے دبئی قیام کے دوران ہوٹل سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔

چاندنی کے روم سے نکل کر لفٹ میں داخل ہوتے ہی کیمرے کی مدد سے اسکو دیکھتا عمیر اپنے روم سے نکلا اور ہوٹل مینیجر کے روم سے اٹھائے گئے ماسٹر کارڈ کی مدد سے اس کا روم کھولتے اندر داخل ہوا۔

روم میں چاندنی بیگم کے پرفیوم کی تیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ عمیر کا بھیجا گیا گلدستہ سائیڈ ٹیبل پر پڑا تھا۔ جس میں لگے پھول اب مرجھانا شروع ہو گئے تھے۔

کمرے پر اک طائرانہ نگاہ ڈالتا وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

اسے اس بل کی تلاش تھی جو رات چاندنی بیگم کو ملا تھا۔ جس میں میٹنگ سے متعلق ٹائم اور جگہ درج تھی۔ ہاتھوں میں گلوز پہنے وہ کمرے کی ایک ایک چیز کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔

●=====●=====●

آج سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نکلے ہر چیز کو اپنی سنہری کرنوں سے رنگ رہا تھا—

دوپہر ایک سے دو کا درمیانی وقت تھا—

سورج کی روشنی کمرے کی کھلی کھڑکیوں سے چھن چھن کر کے آتی سارے کمرے کو روشن کر رہی تھی—

"ستارہ اسے جلدی تیار کر کے باہر چاندنی بیگم ہال میں لے کر آ۔ اسے لینے اس کا گاہک؛ جس کے لیے اسے ملک صاحب سے بھی چھپا کر رکھا ہے؛ آگیا ہے-" بشیر نے ستارہ کو دیکھتے کہا جو اپنے بھاری بھرکم وجود پر آتشی رنگ کا جوڑا پہنے کمرے کا دو پٹ والا دروازہ کھولے درمیان میں کھڑی تھی-

بشیر کے کہنے پر ستارہ نے گردن موڑتے ایک نظر کمرے میں سنگھار میز کے ساتھ نیچے فرش پر بیٹھے وجود کو دیکھا-

"کہنے کو تو میں اگلے ایک منٹ میں اسے تیار کر کے باہر لے آوں۔ مگر یہ جتنی سوہنی ہے اس سے کہیں زیادہ ڈھیٹ ہے۔ جب سے آئی ہے مجال ہے کہ کوئی بات سیدھے طریقے سے مان لے-" اپنے سامنے کھڑے چھوٹی چھوٹی مونچھوں کو تاؤ دیتے بشیر کو کہا-

"تو یہ کام بھی الٹے طریقے سے کروالے۔ اس کو جلدی لے کر آ میری رانی، شہربانو بیگم باہر خریدار کے ساتھ بیٹھی انتظار کر رہی ہیں-" کہہ کر بشیر واپس چلا گیا۔

ستارہ اس کی جانب مڑی جو سیاہ چادر میں خود کو چھپائے رو رہی تھی—

"چل، آ جا۔ میری شہزادی جلدی سے تیار ہو۔ تیرا خریدار آگیا ہے۔ اس کو بھی اپنے حسن کے جلوے دکھا—" کہہ کر وہ بے ہنگم سا ہنسی۔

اس نے کمرے میں موجود الماری کھولی، تاکہ اس لڑکی کے پہننے کے لیے کچھ نکال سکے-

ستارہ کی باتوں کو ان سنی کرتا وہ وجود ہنوز اپنی جگہ بیٹھا رہا۔

کپڑے نکال کر بیڈ پر رکھتے ستارہ نے ایک سخت نظر سے اسے نوازا جس کے آرام سے بات مان لینے کے کوئی آثار نظر نہیں آرہے تھے۔

"تو میری شہزادی ایسے نہیں مانے گی۔" کہتے ساتھ ستارہ اس کی جانب بڑھی اور نہایت جارحانہ انداز میں اسے بازو سے دبوچتے اک جھٹکے کے ساتھ اپنے سامنے کھڑا کیا۔ گھنگھریالے بالوں کی چند لٹیں پونی میں سے نکل کر پسینے سے تر چہرے کے اطراف چپکی تھیں۔ رونے کی وجہ سے اس کی جھیل سی آنکھیں سوج گئی تھی۔

"میرا آپ لوگوں سے، اس جگہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ لوگوں کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں ایسی نہیں ہوں۔ اللہ کا واسطہ ہے مجھے یہاں سے جانے دیں۔" لال ہوتی آنکھوں میں اک موہوم سی امید لیے بہار نے گلوگیر آواز میں ستارہ سے کہا۔

"ہونہہ، تیرا تعلق تھا نہیں پر بنا دیا گیا ہے۔ دس لاکھ تیری قیمت ادا کی ہے۔ ایویں ہی نہیں ہم تجھے اٹھا لائے۔" ستارہ نے طنز سے کہتے ہوئے اس کے اوپر آسمان گرا دیا۔

"کس کو؟ کسے قیمت ادا کی ہے؟ کس نے مجھے یہاں پر بیچا ہے؟" حیرت کی شدت سے بے قابو ہوتے دل کو سنبھالتے بہار نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں یہاں تجھے حساب دینے نہیں بیٹھی ہوں۔ تو ایسے ہی چل۔ تجھے تیار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے ہی قیامت لگ رہی ہے۔" ستارہ کہتے ہوئے اسے اپنے ساتھ کھینچ کر لے جانے لگی۔

بہار چپ چاپ چلتی چلی گئی۔ ساری مزاحمت اس کے اندر کہیں دم توڑتی چلی گئی۔ دماغ میں آنے والے خیالات، مختلف خدشات اس کی جان لینے کے درپر تھے۔

آخر اسے کس نے بیچا؟

بھابھی؟

بھائی؟

یا دونوں نے مل کر؟

انہیں ایسا کر کے کیا ملا؟

انہوں نے ایسا کیوں کیا؟

اور، اور وہ ایسا کیسے کر سکتے تھے؟

ایک جیتی جاگتی سانس لیتی آزاد انسان کو وہ کیسے بیچ سکتے تھے؟

اس کی زندگی کا فیصلہ وہ کیسے کر سکتے ہیں؟

آخر کیسے؟؟

کیسے لوگ اتنے بے حس ہو جاتے ہیں کہ چند پیسوں کے عوض، چند عارضی دنیاوی ضرورتوں کے عوض اپنی بہن، بیوی، بیٹیوں کو انجان لوگوں کے حوالے کر کے ان کو اس کا مالک بنا کر ان پر مسلط کر دیتے ہیں۔ انہیں انسانی معیار زندگی سے بدتر زندگی جینے پر مجبور کر دیتے ہیں—ایسے وقت میں جب ہر انسان کو آزادی سے کھلی فضا میں سانس لینے کا حق حاصل ہے کیسے ہو جاتے ہیں ہم اور آپ اتنے مردہ دل—

زمانے کو ساری حقیقت بتا

جو دل میں ہے تیرے

وہ سب بول دے

●=====●=====●

"لیں صاحب! آپ کا پیس آگیا۔ بالکل فریش!" سلطانہ بیگم کی تصویر دیکھتے میران کی محویت کو ،شہربانو کے معنی خیز جملے نے توڑا-

وہ پلٹا اور چلتا ہوا خالی نگاہوں سے اسے دیکھتی بہار حسن سے دو قدم کے فاصلے پر جا کھڑا ہوا-

اس کے قریب آنے پر بہار کا بازو پکڑے کھڑی ستارہ پیچھے ہوگئی-

بہار کی ویران حالت دیکھتے اس کا دل کرلایا۔

" بیوٹیفل!!" کہہ کر اس کا گال سہلانے کو جونہی میران نے اپنے ہاتھ کی پشت بہار کے چہرے کے قریب کی، خالی نگاہوں سے اسے دیکھتی بہار جو بمشکل اپنے قدموں پر کھڑی تھی بدک کر پیچھے ہوئی پورے جسم میں یکدم قوت آگئی-

" مجھ سے دور رہو۔ مجھے ہاتھ نہ لگانا-" بہار نے ڈرتے، سہمی ہوئی آواز میں چیخ کر کہا-

"تم کیف خان کو روک رہی ہو-" اپنی طرف دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے وہ ہنسا-

"ستر لاکھ قیمت ادا کر رہا ہوں میں تمہاری، اور تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے اشاروں پر چلوں گا، ہمم " اس نے طنزیہ لہجے میں کہا—

کہہ کر اس نے کیپٹن شہروز کو کال کی، کچھ ہی منٹ بعد ہاتھ میں بیگ لیے اندر آیا۔ میران کے اشارے پر اس نے وہ بیگ شہربانو کو پکڑایا اور واپس باہر چلا گیا۔

"ہمم، تو کیف نام ہے موصوف کا، شخصیت پر جچتا بھی ہے-" ان دونوں کو دیکھتی شہربانو نے سنہری آنکھوں والے مغرور شہزادے کا نام سن کر من ہی من میں خود سے کہا-اور بیگ کھول کر پیسے چیک کیے۔

"میں ایک آزاد انسان ہو۔ آپ کیسے میری قیمت ادا کر سکتے ہیں؟ میں ایسی کسی بات کو نہیں مانتی اور میں یہاں سے جا رہی ہوں-" کہتے بہار ہال کے داخلی دروازے کی جانب بھاگی لیکن راستے میں ہی ستارہ نے اسے پکڑ لیا-

"چھوڑو۔ چھوڑو مجھے میں نے یہاں نہیں رہنا، میں کسی بات کو نہیں مانتی، چھوڑو-" ستارہ کے حصار میں چیختی چلاتی روتی ہوئی بہار کو دیکھ کر میران کے دل کو کچھ ہوا۔ لیکن اس نے وہ کیا جو اسے سیکھایا گیا تھا۔ اور اپنے جذبات پر قابو رکھا-

"چٹاخ-" پورے ہال میں ستارہ کے تھپڑ کی آواز گونجی جو اس نے کسی طرح قابو میں نہ آتی بہار کو تنگ آ کر مارا تھا—

اس کے بازوؤں میں چیختی چلاتی بہار کی آواز کا گلہ گھونٹنے میں ستارہ کامیاب رہی تھی۔ ہال میں اس کی سسکیاں گونج رہی تھی۔ شہر بانو مزے سے تخت پر بیٹھی سامنے منظر سے محظوظ ہو رہی تھی۔

"چھوڑو اسے۔" میران نے سرد لہجے میں ستارہ سے کہا۔

"پر کیف صاحب۔" اسکے لہجے کے سرد پن سے ڈرتے ہوئے ستارہ نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ۔

"میں نے کہا چھوڑو اسے" میران کی دھاڑ پر ڈر کر اچھلتے ہوئے ستارہ نے فوراً سسکتی ہوئی بہار کو چھوڑا وہ لڑکھڑا کر نیچے گر گئی۔ دائیں گال پر تھپڑ کی وجہ سے ہلکی ہلکی سوزش ہو گئی تھی۔

شہر بانو بھی اس کی دھاڑ کی آواز سے سنبھل کر کھڑی ہو گئی۔

"اسے ہاتھ لگانے کی تمہاری جرات کیسے ہوئی؟ بتاؤ مجھے یہ کیسی جرات ہے۔" غصے سے کہتے ہوئے میران اس کی جانب بڑھا۔ اس کا بس نے چل رہا تھا کہ سامنے کھڑی اس عورت کا کام تمام کر دے۔

ستارہ کیف کے اپنی جانب بڑھنے پر دوڑ کر شہر بانو کے پاس چلی گئی۔

"مجھے بچا لو میں نے تو صرف اسے چپ کرانے کے لیے۔۔۔" ستارہ نے گھبراتے ہوئے کہا۔ ایسے تھپڑ تو وہ اکثر بہار جیسی لڑکیوں کو قابو میں کرنے کے لیے مارتی رہتی تھی پر ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا۔

"کیف صاحب کیا ہو گیا ہے، بس اک تھپڑ ہی تو۔۔۔" میران کی سخت گھوری پر شہر بانو کے باقی کے آواز منہ میں ہی رہ گئے۔

ان دونوں کو سخت گھوری سے نوازتے ہوئے میران، نیچے فرش پر بیٹھی روتی ہوئی بہار کی جانب بڑھا۔

"کھڑی ہو۔"

"تم خود کھڑی ہوتی ہو یا میں کروں۔" اسے ویسے ہی بیٹھے دیکھ کر میران نے سختی سے کہا۔

اسکی دھمکی پر بہار تیزی سے کھڑی ہو گئی-

"گڈ گرل-" کہتے ہوئے میران نے شہر بانو کی طرف رخ کیا-

"اگر دوبارہ تم لوگوں کی کوئی بھی بات مجھے ناگوار گزری شہر بانو تو... باقی کی رقم ابھی میرے پاس ہی ہے۔" کہہ کر اک طنزیہ مسکراہٹ اس کی جانب اچھالی-

"نہیں، نہیں کیف صاحب اگر آپ کو برا لگا ہے تو" اپنے پیچھے کھڑی ستارہ کو اس نے کھینچ کر تھپڑ رسید کیا۔ ایسی ہی تو تھی شہر بانو پیسوں کے لیے لمحہ لمحہ رنگ بدلنے والی

"معافی مانگو۔ چل جلدی صاحب سے معافی مانگ—" اس نے ستارہ کو آگے دھکیلا- ایسی اہانت پر ستارہ غصے سے پاگل ہو گئی لیکن اپنا غصہ دباتے ہوئے اس نے میران سے معافی مانگی—

بہار سامنے کھڑے شخص کو سمجھ نہیں پا رہی تھی جو ایک ہی وقت میں اس کے لیے برا بھی تھا اور شاید اچھا بھی-

"معافی میرے سے نہیں اس سے مانگو جس پر تم نے ہاتھ اٹھایا ہے-" میران نے تنفر سے کہا—

"اگر میری اتنی ہی فکر ہو رہی ہے تو مجھے یہاں سے جانے دیں-" ستارہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بہار نے کہا-

"اوہ لو(-love)تمہیں ایسا کیوں لگا کہ کیف خان کو تمہاری فکر ہو رہی ہے؟" میران نے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا-

اس کے کہنے پر بہار اپنی جگہ خفیف سی ہو کر خاموش رہی-

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Baae_Story

#کیف_بہاراں

سبین_احمد

قسط_8

ہوٹل ریسٹورنٹ میں دوپہر کے اس وقت لوگوں کا آنا جانا، کھانا پینا جاری تھا- ہال میں موجود ہر فرد یا تو اپنے سامنے سجے کھانے سے لطف اندوز ہو رہا تھا یا مختلف کھانوں کی اشتہا انگیز خوشبو سانسوں میں اتارتا اپنے آرڈر کے انتظار میں بیٹھا تھا—

ایسے میں چاندنی بیگم روشنیوں سے منور ہال میں اپنے ٹیبل پر بیٹھی سامنے پڑے سیلڈ کو کانٹے کی مدد سے کھاتے ہوئے آتے جاتے لوگوں کو اپنی اداؤں سے گھائل کر رہی تھی—

پول سائیڈ پر کچھ دیر ریلیکس کر کے اب وہ کھانا کھا رہی تھی—

اس سے چند ٹیبلز کے فاصلے پر میجر عمیر اک معمر آدمی کے بھیس میں بیٹھے اپنے سامنے پڑی پلیٹ میں سے گرلڈ فش کھاتے اس پر نظر رکھے ہوئے تھے—

کمرے کی تلاشی کے دوران عمیر کو بل نہیں ملا یقیناً وہ چاندنی بیگم کے ہاتھ میں پکڑے سلور پرس میں تھا۔

کمرے سے نکلتے پھولوں کے گلدستے میں لگے بگ کو عمیر نے سائیڈ ٹیبل ٹاپ کے نیچے لگا دیا۔ اپنے روم میں واپس آکر اس نے چاندنی بیگم کی لوکیشن چیک کی اور پھر جلدی سے حلیہ بدل کر نیچے ریسٹورنٹ میں پہنچ گیا جہاں اسے وہ کیمرے کی مدد سے جاتا دیکھ چکا تھا۔

میٹنگ لوکیشن نہ معلوم ہونے کی وجہ سے آج کا سارا دن اس نے بھیس بدل بدل کے چاندنی بیگم کے آس پاس ہی گزارنا تھا۔

●=====●=====●

زہے نصیب کے باہر میران کی سیاہ بی ایم ڈبلیو کے شیشوں کو صاف کرتے کیپٹن شہروز کے ہاتھ صفدر کی آواز پر رکے۔اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

گردن کے گرد ڈالے صافہ کو آگے کی طرف دونوں ہاتھوں سے پکڑے کھڑا وہ اپنی سرخ آنکھوں سے شہروز کو دیکھ رہا تھا۔

"نئی پارٹی ہو۔ کدھر کے ہو؟ پہلے تو کبھی نہیں دیکھا۔" گٹکا چباتے ہوئے صفدر نے دوستانہ لہجے میں کہا۔

"نواب شاہ کا ہوں نام ہے شاہ رخ۔" کیپٹن شہروز نے گاؤں والے مخصوص لب ولہجے میں کہا۔

"او بھایا تمہارا نہیں تمہارے صاحب کا پوچھ رہا ہوں_" صفدر نے دانت نکالتے کہا وہ یہاں شہر بانو کے حکم پر کیف خان کے متعلق اس کے ڈرائیور سے معلومات لینے آیا تھا۔ کیونکہ کیف نے تو کچھ پوچھنے کی اجازت نہیں دی تھی-

"صاحب کراچی کے ہیں۔ کچھ ماہ پہلے ہی ولایت سے آئے ہیں_" کیپٹن شہروز نے واپس اپنا کام کرتے ہوئے کہا_

"اچھا، صحیح صاحب جی لگتے بھی باہر کے ہی ہیں-" صفدر سر ہلاتے بولا-

"پھر ادہر کا کیسے معلوم ہوا_" اس نے لہجے کو سرسری سا بناتے ہوئے اب گاڑی کا پچھلا شیشہ صاف کرتے شاہ رخ سے پوچھا_

"کیسے پتا چلا یہ تو مجھے معلوم نہیں ملازم ذات ہوں۔ صاحب کے معاملات کی مجھے کیا خبر-لیکن" شہروز نے آنکھ دبا کر کہتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی-

"صاحب ہیں بڑے رنگین مزاج اور ایسے لوگوں کو اپنے مطلب کی جگہ تلاش کرنے میں دیر نہیں لگتی_" کہتے ہوئے آخر میں وہ ہنسا (میجر میران اور رنگین مزاج سوچتے ہوئے شہروز کے دل میں گدگدی سی ہوئی۔)

اس کی بات سنتے صفدر نے بھی اسکا ساتھ دینے کو مصنوعی قہقہہ لگایا_

سامنے سے آتے کیف خان کو دیکھتے ہوئے دونوں کو اپنے قہقہے روکنے پڑے-

●=====●=====●

من اندر اندر روے

غم سہتا رہے اکیلے

کسے اپنا حال سناواں

کسے اپنے زخم دیکھاواں

چادر میں چھپے گھنگھریالے بالوں میں ہاتھ پھنسائے۔ کمرے میں پڑی کرسی پر سختی سے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی—

سر درد سے پھٹا جا رہا تھا آنکھیں الگ درد کر رہی تھی—اس پر متضاد گال پر ہونے والی جلن اس کو جھلسا رہی تھی—

بند آنکھوں کے پردوں پر کچھ دیر پہلے کا منظر چلنے لگا-

"میں بار بار کہہ رہی ہوں پلیز مجھے یہاں سے جانے دیں—میں ویسی لڑکی نہیں ہوں جیسی آپ لوگ مجھے سمجھ رہے ہیں-" اس نے ملتجی لہجے میں کہا-

اتنی دیر سے ایک ہی بات بار بار دہراتے اب وہ تھکنے لگی تھی-

"تو پھر تم خود ہی بتا دو۔ تم کیسی لڑکی ہو، یہاں کیسے آئی؟" سب کچھ جانتے ہوئے اسکے سامنے کھڑے میران نے پوچھا—

وہ دونوں اس وقت اوپر والے کمرے میں موجود تھے۔ جہاں سے کچھ دیر پہلے ستارہ بہار کو اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے لے کر گئی تھی۔

"میں...." بھیگی آنکھوں سے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔ وہ اپنے گھر سے نکلنے سے اب تک سب بتاتی چلی گئی۔

تمام رواداد سنتے ہی میران نے ہلکا سہ ہنستے ہوئے بہار سے کہا۔

"تمہیں ایک کہانی سناؤں ؟"

اسکے ہنسنے سراسر اپنی تضحیک محسوس کرتے بہار خاموش رہی۔

اسے سامنے کھڑے شخص کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی۔ اور وہ کہانی سننے کا پوچھ رہا تھا۔

اسکو سر جھکائے خاموش دیکھتے میران نے بولنا شروع کیا۔

"سخت سردی کا موسم تھا۔ ہر چیز پر برف کی سفید چادر بچھی تھی۔ ایسے میں اپنے گھر سے دور ایک چڑیا اپنے بچے کو لیے اڑتی ہوئی برف کی سفید چادر اوڑھے درختوں میں سے ایک کی شاخ پر بیٹھ گئی۔"

اس کی سحر انگیز آواز سارے ماحول میں فسوں سا پیدا کر رہی تھی۔ بہار بھی سب کچھ بھلائے اس کی مدھر آواز کے جادو میں کھو سی گئی۔

"سامنے سے کندھے پر بندوق تانے روتا ہوا شکاری آ رہا تھا۔ اس کو روتا دیکھ ننھی چڑیا نے اس کی حالت پر ترس کھاتے اپنی ماں کی توجہ اسکی جانب مبذول کروانی چاہی کہ اسکی ماں نے اسے خاموش

رہنے کا اشارہ کیا۔ اور ہولے سے کہا اس کے آنسوؤں کو مت دیکھو بلکہ اس کے ہاتھوں پر لگے خون کو دیکھو-" بات کے ختم ہونے پر میران نے اس کی جانب تھوڑا سہ جھکتے کہا

"کچھ سمجھ آئی لو؟-" اس کی ستارہ کے ساتھ جانے والی حماقت پر دل ہی دل میں اسے بہار پر بہت غصہ تھا۔ آخر وہ اتنی بیوقوف کیسے ہو سکتی تھی-

اسکے اسطرح جھکنے پر اس کی آواز کے سحر میں کھوئی بہار گھبراتے ہوئے چیئر پر کچھ اور پیچھے ہو کر بیٹھی- بات تو اس کی ٹھیک تھی پر اب کیا، کیا جاسکتا تھا—

"ویسے کسی نے سہی کہا ہے خوب صورت لڑکیوں کی عقل گھٹنوں میں ہوتی ہے—" سیدھے ہوتے میران بولا-

"میرے سے غلطی ہو گئی۔ مجھے معاف کر دیں۔ اور یہاں سے جانے دیں—" بھاری ہوتی آنکھیں جھپکتے۔ منت کرتی ہوئی بہار اپنی جگہ سے اٹھی۔

"ٹھیک ڈیڑھ گھنٹے بعد ہمارا نکاح ہے۔ تب تک اپنا مائنڈ میک اپ کر لو-" اسکی جانب سے رخ موڑتے میران نے کہا—

شہر بانو کی مکاری کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ ناگزیر تھا—ابھی کچھ دن ان دونوں کو یہی رہنا تھا۔ وہ شہر بانو کی طرف سے کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا- یہ فیصلہ اس کے دل نے رات کو ہی یہ جاننے کہ بعد بہار ہی وہ ہوٹل والی لڑکی ہے کر لیا تھا-

یہ الگ بات تھی کہ اس نے اپنے اس فیصلے سے سب سے پہلے بہار کو ہی آگاہ کیا تھا۔ میجر عمیر اور کیپٹن شہروز ابھی اس بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے—

www.urdunovelsmania.com

"میں سمجھی نہیں ؟ "اپنی فریاد کے جواب میں اس کی انتہائی ہی غیر متوقع بات سنتے ہوئے بہار نے چونکتے ہوئے رخ موڑ کر کھڑے کیف کے سامنے جا کر کہا-

"کچھ دیر میں سمجھ جاؤگی–" میران بولا- جواب اس کی توقع کے عین مطابق تھا-

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے ؟ میں بہت چھوٹی ہوں میں یہ نکاح نہیں کروں گی–" بہار نے گھبراتے ہوئے نا سمجھی سے کہا-

صبح سے دماغ کو ملنے والے اتنے جھٹکوں کے باعث وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ اس نے کیا کہا ہے-

"کم عمری کے علاوہ تمہیں اس نکاح سے کوئی پرابلم نہیں ہے ، لو-" اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ کو دباتے ہوئے میران نے سنجیدگی سے دریافت کیا–

"میں --- نہیں میرا مطلب ہے --- میں" گھبراتے ہوئے اس نے کچھ کہنا چاہا کہ میران اس کی بات کاٹ کر بیچ میں ہی بولا

"لو، اس بات کو اپنے ذہن سے نکال دو کہ تمہارے لیے واپسی کا کوئی راستہ ہے ۔ اب تم میری قید میں ہو۔ ٹھیک ڈیڑھ گھنٹے بعد میں واپس آؤں گا تب تک تم اپنا مائنڈ تیار رکھنا-" کہہ کر وہ رکا نہیں کمرے سے نکلتا چلا گیا–اسکے روم سے نکلتے ہی باہر کھڑی خوش شکل لڑکی نے جلدی سے دروازے کو تالا لگایا–

میران نے اسکے سامنے اپنی مضبوط ہتھیلی پھیلائی- سامنے کھڑی لڑکی نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا–

"کیز-"

"پر صاحب—"لڑکی کے ہچکچا کر کہنے پر اسکے دائیں ہاتھ سے کی رنگ چھین کر وہ نیچے کی جانب بڑھ گیا-
پیچھے سے وہ لڑکی صاحب صاحب کرتی رہی۔ پر میران نے پلٹ کر نہ دیکھا—
حیران و پریشان کھڑی بہار حسن کو دروازہ بند ہونے کی آواز پر ہوش آیا—

●=====●=====●

اسکے کانوں میں کچھ دیر پہلے کیف کے کہے جملے ہتھوڑے کی طرح بج رہے تھے—
بالوں میں پھنسائے ہاتھ کو نکال کر اس نے سوجے ہوئے پپوٹوں کو دبایا-
سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے—
ایکدم سے وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کمرے میں بنی بند کھڑکی کے پٹ وا کیے۔
افسوس کھڑکی کے آگے لوہے کی سلاخیں لگی تھی۔
دوسرا کھڑکی ذہے نصیب کے اندر کی جانب کھلتی تھی۔ بالفرض وہ یہاں سے چھلانگ لگا بھی لیتی تو آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والا حساب تھا- کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے کمرے میں موجود اٹیچ واش روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی- واش روم میں ایک چھوٹے سے روشن دان کے علاوہ وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اور وائے رے قسمت وہ سوراخ اتنا چھوٹا اور اونچا تھا کہ اسکا وہاں سے گزرنا ناممکن سی بات تھی-

وہ بے بسی سے پیر پٹختی باہر نکلی-اور کمرے کی دیواروں کو ٹٹولنے لگی شاید کوئی خفیہ راستہ ہی نکل آئے ۔ اس کام سے بھی مایوس ہو کر اس نے دروازہ بجانا شروع کر دیا-

"اللہ کے واسطے کوئی تو میری مدد کرے ---مجھے یہاں سے نکال دے ---کوئی ہے-"

لیکن مجال ہے کہ باہر سے کسی نے کوئی رد عمل دیا ہو۔ بے بسی کے شدید احساس تلے وہ ایک بار پھر روتے ہوئے نیچے بیٹھتی چلی گئی-

●=====●=====●

"کونسی بات پر ہنسا جا رہا تھا-"کیپٹن شہروز کے گاڑی مین روڈ پر ڈالتے ہوئے پیچھے بیٹھے میران نے پوچھا-

"سر، آپ کے بارے میں صفدر میرے سے پوچھ کچھ کر رہا تھا-"شہروز نے ادب سے جواب دیا

چیک میٹ کے باہر انکا سینئر اور جونیئر آفیسر والا تعلق ہی تھا-

"یقیناً، شہربانو نے کہا ہوگا-"شیشے سے باہر نظر ٹکائے میران نے اپنا اندازہ ظاہر کیا- شہروز خاموش ہی رہا-

کچھ دیر بعد گاڑی میں پھیلی خاموشی کو میجر میران کی سنجیدہ آواز نے توڑا، "کیپٹن شہروز کیا آپ میرے نکاح میں، گواہ بننا پسند کریں گے ؟" میران نے پوچھا-

"اٹ ول بی این اونر، سر-"گاڑی ڈرائیو کرتے شہروز نے مسکراتے لہجے میں کہا—

"اوکے۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد میرا نکاح ہے۔ جس میں آپ گواہ ہیں، جنٹلمین—"

"یس سر—" اس نے کہا۔

"کیا ہوا کار کیوں روک دی؟" میران نے پوچھا—

"کیا! کیا کہا آپ نے بھائی آپ کا نکاح!! کب اور کس کے ساتھ ہے؟ بھابھی کون ہے؟" بات سمجھ آنے پر شہروز نے گاڑی سائیڈ پر لگائی۔ پیچھے بیٹھے میران کی طرف چہرہ موڑ کے حیرت سے بولا—

"سلولی—" اس کے ایک ہی سانس میں اتنے سوال کرنے پر میران نے مسکراتے کہا—

"کس سے ہو رہی ہے جلد ہی تمہیں پتا لگ جائے گا۔ فلحال تم مولوی صاحب اور گواہوں کو انتظام کرو۔ میں مام اور ڈیڈ کو راضی کرتا ہوں۔"

کیپٹن شہروز کو حیران چھوڑے اس نے ارسلان احمد صاحب کا نمبر ڈائل کیا۔

نا سمجھی سے سر ہلاتے ہوئے شہروز نے کار سٹارٹ کی۔

کچھ ہی لمحوں میں گاڑی فراٹے بھرتی ہواؤں سے باتیں کرنے لگی۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

●=====●=====●

"پیسے مل گئے؟" نبیلہ کی نیند کی وجہ سے بھاری ہوتی آواز فون پر ابھری۔

کچھ دیر پہلے ہی وہ سونے کی غرض سے لیٹی تھی۔ لیکن جمشید کی آنے والی کال نے اسے کچی نیند سے اٹھا دیا۔

"میں یہاں پریشانی سے مرا جا رہا ہوں۔ اور تم سو رہی تھی—"جمشید پریشانی سے گویا ہوا۔

"اب کیا میرے سونے پر پابندی ہے-"نبیلہ نے چڑ کر کہا-

"جب پیسہ ہو تو کسی نیند نہیں آتی۔ نیند تو مجھ کنگال کی اڑی ہوئی ہے۔ شہربانو نے باقی کے پیسے دینے سے انکار کر دیا ہے—"

"ایسے کیسے وہ پیسے نہیں دے گی۔ جب میری وہ منحوس نند اس کے پاس موجود ہے۔ تو اسے پیسے دیتے ہوئے کونسے کیڑے پڑ رہے ہے—"ایک کان سے موبائل دوسرگ پر لگاتی لیٹے سے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے نبیلہ نے تنفر سے کہا—

"میں نے اس کی بہت منت سماجت کی ہے۔ لیکن آگے سے وہ مجھے بلیک میل کر رہی ہے کہ عمران بھائی کو سب بتا دے گی-"

"ساری غلطی تمہاری ہے۔ تم نے اسے عمران کے متعلق بتایا۔ اور اگر تم کچھ دیر پہلے آ جاتے تو وہ گھر میں ہی ہوتی—"نبیلہ کو تین لاکھ جانے کا غم ستانے لگا-

"یہ بھی خوب کہا تم نے خود تو ناگن کی طرح پانچ لاکھ رکھ کر بیٹھ گئی ہو۔ نبیلہ میں نہیں جانتا۔ مجھے ان پانچ لاکھ میں سے میرا حصہ چاہیے-"جمشید جذباتی ہوتے بولا-

"خبردار! میرے پیسوں پر اپنی گندی نظر رکھی۔ میں اس میں سے تمہیں ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں دوں گی۔ سمجھے!"جمشید کی بات پر اس کا دماغ گھوم گیا۔ اس نے چیختے ہ کہا۔

کچھ دیر پہلے آنے والی نیند بھک سے اڑ گئی تھی-

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی۔ کم ازکم ایک لاکھ روپے تو دو ورنہ..." کہتے ہوئے جمشید کی آواز بھی اونچی ہوئی۔

"کیا! ہاں! کیا؟ نند میری تھی یا تمھاری۔ وہ تو میرا دل بڑا ہے اس لیے تمہیں دو لاکھ روپے دینے پر راضی ہو گئی تھی۔ لیکن تم نے تو میرے بھی تین لاکھ ڈوبا دیئے—" نبیلہ نے اسے احسان جتایا—

"میں عمران بھائی کو سب.." جمشید نے اسے دھمکی دینی چاہی کہ ایک بار پھر نبیلہ اسکی بات کاٹتے ہوئے بولی—

"نہ! نہ! ایسی غلطی مت کرنا۔ میں بزدلوں کیطرح دھمکی دینے کی بجائے تمہاری منگیتر کو تمہارے سارے کالے کرتوت بتا آؤں گا-" کہہ کر نبیلہ نے کال کاٹ دی-

"ہیلو، ہیلو نبیلہ—" موبائل بیڈ پر پھینکتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرے ساتھ یہ تم ٹھیک نہیں کر رہی، نبیلہ۔ جاو دبئ کچھ دن عیش کرلو۔ وقت آنے پر میں اسکا تم سے بدلہ لے کر رہوں گا-"

جمشید کے اندر بدلے کی آگ لگ گئی- نبیلہ نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا- رمشا (جمشید کی محبوبہ) جیسی تگڑی آسامی کو وہ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔ اور یہ بات نبیلہ بخوبی جانتی تھی—اس لیے اس نے جمشید کو اسکے حوالے سے ڈرایا۔ جس کی وجہ سے وقتی طور پر جمشید چپ ہو گیا—

●=====●=====●

"تم نے دیکھا اس شہر بانو نے میرے ساتھ کیا، کیا- دیکھا تم نے اس مکار عورت کو اس نے مجھے، ستارہ کو تھپڑ مارا-" غصے سے پاگل ہوتی ستارہ نے کمرے میں اپنے پیچھے آتے بشیر کو کہا-

"میری شہزادی تم بھی ذرا ہلکا ہاتھ رکھتی۔ اس کے مالک کے سامنے لڑکی پر ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت تھی-" بشیر منمنایا-

"اس چڑیل نے صبح سے دماغ خراب کیا ہوا تھا۔ میرا پارہ چڑھ گیا تو ایک لگا دی-" ستارہ نے صفائی دیتے ہوئے کہا-

"تم بتاؤ میں نے کسی کو پہلی بار تھپڑ مارا ہے یا شہر بانو نے پہلی بار مجھے چار بندوں میں بے عزت کیا ہے—بشیر کو آنکھیں دکھاتے وہ دبی آواز میں غرائی۔

اس کی بات پر بے بس سا بشیر چپ رہا—

"بہت ہوگیا۔ اس بار میں اس بات کو ایسے نہیں جانے دوں گی—دیکھنا سہی اب میں کیا کرتی ہوں-

"ستارہ نے شاطرانہ پن سے کہا-

میری شہزادی تم کیا کرنے والی ہو؟"

"تم دیکھتے جاؤ میں اس مکار بڑھیا کے ساتھ کیا کرتی ہوں—" اپنے دائیں گال (جہاں شہر بانو نے طمانچہ مارا تھا-) کو سہلاتے کہا-

●=====●=====●

سر جھکائے بیٹھی بہار کی نظریں گود میں رکھی اپنی ہتھیلیوں پر تھی۔

کچھ دیر پہلے کیف خان اس کے پاس نکاح نامہ لایا تھا۔

"یہاں سائن کرو۔" بیڈ کی پائنتی کے ساتھ بیٹھی بہار سے فاصلہ رکھ کر بیٹھتے میران نے نکاح نامہ دونوں کے درمیان بیڈ پر رکھا اور اسکی جانب قلم بڑھاتے کہا۔

سائن کرنے کی جگہ پر اس نے اپنی انگلی کو کچھ اس انداز میں رکھا کہ نکاح نامہ پر لکھا اس کا اپنا نام چھپ گیا۔

بہار جو فرش پر نظریں مرکوز کیے بیٹھی تھی اس نے میران کا بڑھایا قلم پکڑا۔ اور خاموشی سے اس کی کہی ہوئی جگہ پر سائن کرتی گئی۔

اس کے سائن کرنے پر میران نے نکاح نامہ اٹھایا اور کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

بہار نے نظر اٹھا کر بند دروازے کو دیکھا۔ جہاں سے نکاح نامہ لے کر گئے کیف خان کو کافی وقت ہو گیا تھا۔

وہ یہ نکاح کرنا نہیں چاہتی تھی پر کر لیا۔

کبھی کبھی انسان کے ساتھ ایسا ہوتا ہے جب ایک ہی وقت میں سب دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ راستے تو بہت سے نظر آتے ہیں۔ لیکن ہر پسندیدہ راستے پر ایک تن آور درخت گرا، آگے جانے سے روک رہا ہوتا ہے۔ ایسے میں نہ چاہتے ہوئے انسان کو ناپسندیدہ راستے کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔ اور جیسے ہی انسان اس راستے کا انتخاب کر کے جس پر چل کر وہ کہاں جائے گا اسے خود بھی معلوم نہیں

ہوتا چل پڑتا ہے۔ ویسے ہی اس کے پسندیدہ راستے کھل جاتے ہیں۔ لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔

جس راستے کا اس نے انتخاب کر لیا ہوتا ہے وہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوتی۔

بہار حسن کے ساتھ بھی کچھ یوں ہی ہوا تھا پتا نہیں اس نے ٹھیک کیا تھا کہ نہیں، پر اب جو بھی تھا کر لیا تھا۔

●=====●=====●

چاندنی بیگم ہال میں رقص و موسیقی اس وقت اپنے عروج پر تھا—امیر و کبیر نامور ملکی شخصیات، پولیٹیشن، بیوروکریٹس، اعلیٰ پولیس افسران وغیرہ کی آمدورفت جاری تھی—

کیف خان کے لیے شہربانو نے اپنے قریب ہی تخت رکھوایا تھا۔ جس پر آگے کو ہو کر وہ بیٹھا پر سوچ نگاہوں سے ہال میں موجود تمام افراد کو دیکھ رہا تھا۔

ٹرے میں جام سجائے اسکو پیش کرنے والی لڑکی کو میران نے ہاتھ کے اشارے سے جانے کو کہا۔

اس نے اور کیپٹن شہروز نے نظریں بچا کر ذہے نصیب میں مختلف جگہوں پر خفیہ کیمرے نصب کر دیئے تھے۔

نکاح خواں کو دیکھ کر شہربانو نے تھوڑا واویلا مچایا کہ یہاں پر ایسا نہیں ہو سکتا۔ لیکن میران کے ایک لاکھ روپے دینے پر چپ کر گئی۔

کچھ دیر بعد میران وہاں سے اٹھتا ہال سے نکلنے لگا کہ شہربانو نے سامنے آکر اسے روکا—

"صاحب کہاں جا رہے ہوابھی تو محفل شروع ہوئی ہے-" شہربانو معنی خیزی سے مسکرائی—

"معلوم ہے۔ پر اوپر کمرے میں بیٹھی میری بیوی انتظار کر رہی ہے—" مسکراتے ہوئے کہتا وہ وہاں سے نکلا-

وہاں بیٹھے ملک عامر فرید نے اس منظر کو دیکھتے ستارہ کو اشارے سے اپنے پاس بلایا- ستارہ جو پہلے ہی موقع کی تاک میں تھی۔ ملک صاحب کے بلانے پر دل ہی دل میں ہنستی اس کے پاس گئی-

●=====●=====●

شاپنگ بیگز بیڈ پر پھینکتے چاندنی بیگم نے اپنے آپ کو ترو تازہ کیا- ہوٹل میں بنی دکانوں سے اس نے اپنے لیے کچھ خریداری کی تھی۔

وہ بیڈ پر پڑے بیگز کے ساتھ رکھا اپنا سلور کلچ اٹھا کر روم لاک کرتی باہر کی جانب بڑھی- ویٹر کے بھیس میں عمیر کچھ فاصلے سے اس پر نظر رکھے ہوئے تھا—

چاندنی بیگم نے لفٹ میں اینٹر ہو کر سیکنڈ فلور کا بٹن پریس کیا—

لفٹ بند ہوتے ہی فلور نمبر دیکھتے تیزی سے چار چار سیڑھیاں پھلانگتے عمیر تھرڈ فلور سے سیکنڈ پر پہنچا۔ میٹنگ ہوٹل میں ہی تھی کیونکہ اگر باہر ہوتی تو وہ نچلے فلور کا نمبر پریس کرتی۔ یعنی تنظیم کا لیڈر بھی اس وقت یہاں ہوٹل میں موجود تھا-

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

انہیں ملی ہوئی انفارمیشن میں سوائے اس بات کہ اس کے بائیں ہاتھ کی کلائی پر سانپ کا ٹیٹو ہے اس کے متعلق اور کوئی بات نہیں تھی۔

اگر وہ آج میٹنگ پلیس تک پہنچ جاتا تو ان کے لیے یہ ایک بہت بڑا پلس پوائنٹ تھا-

لفٹ کا دروازہ کھلنے سے پہلے وہ وہاں اپنی پوزیشن لے چکا تھا—لیکن جب وہاں پر کچھ لمحے تک دروازہ نہ کھلا جو کہ اس کے اندازے کے مطابق اس کے وہاں پہنچنے کے اگلے ہی لمحے کھل جانا چاہیے تھا۔

وہ تشویش زدہ سا لفٹ کے سامنے آیا۔ وہاں پر ابھی بھی سیکنڈ فلور لکھا آرہا تھا۔

پر پھر ابھی تک دروازہ کیوں نہیں کھلا تھا۔ اس نے تیزی سے اپنا موبائل نکال کر کیمرہ ریکارڈنگز کو چیک کیا پر چاندنی بیگم کا کہیں نام و نشان نہ تھا—

عمیر پیشانی مسلتے کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ اسی لمحے لفٹ کا دروازہ کھلا—

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_9

کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں ٹکائے کھانے کی ٹیبل پر بیٹھا عمران بے خیالی سے اپنی پلیٹ میں چمچ ادھر ادھر کر رہا تھا-

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا نجانے کیوں اس کے دل کے کسی کونے میں یہ آواز سر اٹھا رہی تھی۔

"نہیں، بہار ایسا نہیں کر سکتی۔ اس کے پاس ضرور اس بات کی کوئی وضاحت ہوگی-"

لیکن لفظ وضاحت پر بہار کے لکھے خط کی ایک ایک سطر آنکھوں کے پردوں پر چلتی سر اٹھاتی آواز کا گلا گھونٹ دیتی—وہ نجانے کتنی دیر اور ایسے بیٹھا رہتا کہ نبیلہ کی آواز سے سوچوں کا تسلسل ٹوٹا—

"پریشانی میں صبح سے کچھ کھایا ہی نہیں گیا تھا۔ بڑی بھوک لگی تھی۔ اتنا لذیذ کھانا لا کر بڑا اچھا کیا—" نبیلہ نے کھانا کھاتے سفید جھوٹ بولا-

اس کی بات پر عمران ایک نظر اس کو دیکھتا کرسی کھسکا کر خاموشی سے کھڑا ہو گیا-اس کا کھانے کو بالکل بھی من نہ تھا۔ مگر نبیلہ کا ساتھ دینے کو وہ بیٹھ گیا—

"ارے، کہاں جا رہے ہو—" اس کو کھڑا ہوتا دیکھ نبیلہ بولی-

"کمرے میں جا رہا ہوں- تھک گیا ہوں۔ آرام کروں گا-" عمران نے بیزاری سے کہا-

جیسا بھی تعلق تھا لیکن جو گھر سے بھاگی تھی وہ اس کی بہن تھی-جس کی طرف اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ پلٹ کر دیکھنا چاہا تھا لیکن شاید پلٹتے پلٹتے دیر کر دی تھی-

"پہلے کھانا تو صحیح سے کھا لو-" وہ تو نہیں لیکن اس کا معصوم شوہر واقعی ہی صبح سے بھوکا تھا—

www.urdunovelsmania.com

اس کو جاتا دیکھ نبیلہ نے فکرمندی سے کہا—

کوئی بھی جواب دیئے بغیر عمران کمرے میں چلا گیا—

"لو جی، پہلے بہن کبھی بلایا تھا جواب اس کے بھاگنے پر صاحب جی کو اس منحوس کا غم لے کر بیٹھ گیا ہے- منحوس چلی گئی لیکن اپنی منحوسیت یہاں ہی چھوڑ گئی—"کمرے کا دروازہ بند ہونے پر نبیلہ نے تنفر سے سوچ کر سر جھٹکا۔ اور دوبارہ کھانے میں مشغول ہو گئی-

●=====●=====●

لفٹ کے کھلے دروازے سے ہاتھ میں خالی ٹرے پکڑے ویٹر باہر نکلا- یہ وہی ویٹر تھا جس نے رات چاندنی بیگم کو ہوٹل ریسٹورنٹ میں اٹینڈ کیا تھا—

باہر نکل کر وہ ویٹر بنے میجر عمیر کو ٹرے پکڑاتا آگے بڑھ گیا-

عمیر جو صورت حال سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کچھ سمجھ نہ آنے پر وہ لفٹ کے اندر داخل ہوا۔ جہاں سے ابھی وہ ویٹر نکلا تھا—

اندر داخل ہونے پر لفٹ کے فلور پر چاندنی بیگم کا سلور کلچ پڑا دیکھ وہ چونکا-

"یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟" سوچتے ہوئے اس نے جھک کر کلچ اٹھایا-

کلچ کھولنے پر اسے سوائے کل رات والے بل کے کچھ نہ ملا- اس نے اپنے موبائل میں بل کی تصویر لی۔ اور کلچ کو اسی جگہ رکھ دیا-

اپنے روم میں آکر وہ تمام ریکارڈنگز دھیان سے دوبارہ چیک کرتا ہے۔

لیکن اس وقت کیا۔ اب تک چاندنی بیگم کسی کیمرے میں شو نہیں ہو رہی تھی—اس نے اپنے ٹارگٹ کو کھو دیا تھا-

وہ کرسی پر بیٹھا پر سوچ نگاہوں سے اپنے سامنے کھلے لیپ ٹاپ اسکرین کو دیکھ رہا تھا—ایک ایک کر کے وہ سارے مناظر اپنے دماغ میں دہرا رہا تھا—جب چاندنی بیگم لفٹ میں داخل ہوئی تو لفٹ اندر سے خالی تھی- اس دوران لفٹ کہیں پر نہیں رکی۔ پھر چاندنی اپنا کلچ چھوڑ کر کہاں غائب ہو گئی۔

اور یہ ویٹر اس کی جگہ لفٹ میں کہاں سے داخل ہو گیا؟

کوئی ایسا پوائنٹ تھا جو وہ مس کر رہا تھا۔

پر کیا؟

اس نے موبائل آن کر کے بل کو دیکھا جس پر 7:30 :🌙 :B لکھا تھا۔

🌙 :7:30 کا مطلب تو ہوا رات کے ساڑھے سات بجے ہاتھ میں پہنی گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے اس نے سوچا—

تو بی اسکا کیا مطلب ہوا- بی یقیناً جگہ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

پر کونسی جگہ؟

یہ ابھی پتا لگانا باقی تھا—

وہ ابھی مزید کچھ سوچتا کہ اس کے فون پر مریم کی کال آنے لگی-

●=====●=====●

باہر قدرے کم رش والی جگہ پر آتے ملک عامر فرید نے اپنے آگے چلتی ستارہ سے پوچھا۔

"وہ شخص کون ہے؛جس کو شہربانو نے آج کی محفل میں سر پر بٹھا رکھا تھا؟؟"

"نیا گاہک ہے۔ اس بار شہربانو نے سودا بھی اسی کے ساتھ کیا ہے-" بدلے کی آگ میں جلتی ستارہ جس نے عام حالات میں یہ بات ملک صاحب کو نہیں بتانی تھی۔ رازداری سے ادھر ادھر دیکھتے بتا دی

—

"اور میں انتظار میں تھا کب وہ سودے کے متعلق میرے سے رابطہ کرے گی۔ یہاں تو کام ہو بھی چکا ہے—" ملک عامر فرید نے سر کو نفی میں ہلاتے کہا—

"ملک صاحب میں نے بھی شہربانو کو بتیرا کہا کہ پہلے ملک جی کو مال دکھا دو۔ انہیں پسند نہ آئے تو ادھر سودا کر لینا—لیکن پہلا حق ملک صاحب کا ہے-" ستارہ نے بڑی مکاری سے جھوٹ بولا-

"اس بار جو لڑکی آئی ہے ستارہ نے ایسا حسن کم ہی دیکھا ہے—" اسے جال میں پھنستا دیکھ ستارہ نے ملک عامر فرید کی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے۔ اسے بہکانا چاہا-

"شہربانو نے میرے ساتھ یہ اچھا نہیں کیا—ویسے کتنے میں سودا ہوا ہے؟-" اس نے افسوس سے کچھ فاصلے پر ہاتھ باندھ کر کھڑے اپنے خادم شہزاد کو دیکھتے کہا۔

"ہونہہ، شہربانو آپ کو تو لوٹتی ہے -ایسا نایاب حسن دو لاکھ روپے میں بیچ ڈالا۔ ذرا یہ تصویر تو دیکھیں-" بہار کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتے ستارہ نے موبائل میں موجود بہار کی تصویر ملک صاحب کو دکھائی—

"شہربانو میرے ساتھ عام سی شکل وصورت والی لڑکیوں کا بھی سودا دس لاکھ تک کرتی ہے۔ اس نے اتنے مکمل حسن کو صرف دو لاکھ میں کیسے فروخت کر دیا-" اس نے تصویر دیکھتے حیرانی اور رقابت کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا ہو کر سوچا-

"صاحب، یہ ستارہ آپ کی وفادار ہے۔ اس لیے مجھ سے آپ کی پریشانی نہیں دیکھی جا رہی—"

"اس لڑکی پر آپ کا پہلا حق ہے، جی۔ اس لیے میں آپ کو بتاتی چلوں وہ لڑکی پرسوں رات تک ادھر موجود ہے -اگر کوئی مدد چاہیے ہو تو میں حاضر ہوں—" یہ جانتے ہوئے کہ اب وہ کیف خان کے نکاح میں ہے۔ ستارہ نے پھر بھی تابوت میں آخری کیل ٹھوکتے کہا۔

اب اسے ملک صاحب کے رابطہ کرنے کا انتظار تھا- جو کہ بہار کی تصویر دیکھنے کے بعد ممکن ہی نہ تھا کہ وہ نہ کرے-

ملک عامر فرید کی آنکھوں میں شیطانیت چمک رہی تھی—خادم شہزاد کو اشارہ کرتے وہ ہال کی جانب بڑھ گیا جہاں محفل جاری تھی—

●=====●=====●

افق پہ سیاہ رات چھائی تھی۔ سیاہ بادلوں نے چاند کے گرد ڈیرہ قائم کر رکھا تھا۔ چاند کی چاندنی آنکھ بچاتی بادلوں کی اوٹ سے دوسرے منزل پر بنی کھڑکی سے اس کمرے میں جھانک رہی تھی جہاں بہار موجود تھی۔

جب میران کمرے میں داخل ہوا تو وہ ہنوز اسی جگہ بیٹھی تھی جہاں وہ اسے چند گھنٹے پہلے چھوڑ کر گیا تھا۔

وہ سر جھکائے بیٹھی آنسو بہانے میں مصروف تھی۔

تاسف سے سر ہلاتے میران اس کی طرف بڑھا۔

کچھ دیر پہلے اس نے خود سے یہ عہد کیا تھا کہ اب مزید نہیں روئے گی۔ پر کچھ عہد توڑنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔ ان آنسوؤں پر کس کا اختیار ہوتا ہے۔ ان کو تو بہنے کا موقع چاہیئے ہوتا ہے۔ ہم جو خود سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ بس بہت ہو گیا۔ اب کبھی نہیں رونا۔ یہ دراصل ہم دوبارہ رونے کے لیے کرتے ہیں۔

دروازہ بند ہونے کی آواز پر بہار نے سر اٹھا کر آنے والے کو دیکھا۔

آنے والا کیف خان تھا۔ ایک نظر اسے دیکھ کر بہار نے نگاہیں جھکاتے آنسو پونچھے۔

اس اک نظر میں بے یقینی و بے اعتباری واضح جھلک رہی تھی۔

ہاتھ میں پکڑی خوبصورت باسکٹ جس میں انواع واقسام کے تازہ اور خشک میوہ جات کے ساتھ جوس کے ڈبے تھے۔ اس نے دروازے کے قریب پڑی ٹیبل پر رکھی۔ سنگھار میز کی کرسی اٹھا کر اسکے مقابل رکھتے وہ بیٹھا۔

کچھ دیر یونہی اسے دیکھتا رہا- وہ اس کی آنکھوں میں موجود بے اعتباری دیکھ چکا تھا—وہ اسے اپنے بارے میں سب کچھ بتانا چاہتا تھا لیکن ابھی صحیح وقت اور جگہ نہ تھی-

خود پر اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کرتی وہ گھبرا کر نا محسوس انداز میں بیڈ پر تھوڑا اور پیچھے ہو کر بیٹھی— اس کی یہ حرکت میران سے مخفی نہ رہی تھی- زیر لب مسکراتے ہوئے اس نے اپنی پینٹ کی جیب سے لاکٹ نکالا- سنہری آنکھیں لاکٹ پر جمائے اس نے بولنا شروع کیا—

"یہ لاکٹ امی کو ڈیڈ نے اپنی شادی پر دیا تھا—وہ یہ لاکٹ ہمیشہ پہن کر رکھتی تھیں—جب وہ اس دنیا سے رخصت ہوئیں تو یہ انکے گلے میں موجود تھا—" اسکا دھیما، گھمبیر لہجہ فضا میں اک حصار کھینچ رہا تھا— کہہ کر استحقاق سے گود میں رکھی اسکی دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پکڑ کہ اس پر لاکٹ رکھا-

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اسے یہ سب کیوں بتا رہا ہے پر وہ خاموشی سے سن رہی تھی—اسکے اچانک ہاتھ پکڑنے پر یکدم اس کے پہلے سے گھبرائے دل کی دھڑکنیں بڑھیں—

اس نے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا تھا لیکن اس کی ساری حسیات اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر تھیں جہاں اس کا ہاتھ چھوڑنے کے باوجود اسے اسکا لمس محسوس ہو رہا تھا-

●=====●=====●

کیپٹن شہروز زہے نصیب کے باہر صفدر کی لائی ہوئی چارپائی پر اس کے ساتھ بیٹھا باتوں میں مصروف تھا-

نشہ آور گولیاں استعمال کرنے کی وجہ سے صفدر اس وقت نشے میں دھت بیٹھا بے معنی سی گفتگو کر رہا تھا-

"میرے بھایا.... میرے بھایا کی.... تنخواہ.. تنخواہ کیا ہے؟" صفدر نے بمشکل اپنی بات مکمل کی-

"نہ پوچھ یار.... ہائے ہائے..... بڑی مشکل سے گزارا ہوتا ہے-" کیپٹن شہروز نے بھی نشے میں ہونے کا ناٹک کرتے کہا-

نشے کی جو گولیاں صفدر نے اسے دی تھیں اس نے وہ صفدر سے نظر بچاتے ہوئے اپنی قمیض کی جیب میں رکھ لیں تھی-

"میرے ساتھ آجا.... عیش کرے گا- بہت مزہ کرواں گا—" صفدر نے کہا-

اسی طرح باتیں کرتے کرتے شہروز نے صفدر سے کافی معلومات حاصل کر لیں—

ہر ماہ دس لڑکیاں مختلف علاقوں سے اٹھائی جاتی تھیں۔ جن کو ان کی عزتوں کے رکھوالے باپ، بھائی، شوہر، چچا تو کبھی ماموں حالات سے تنگ آکر چند پیسوں کہ عوض بیچ دیتے تھے۔ یا بے کس بے سہارا لڑکیاں جن کا کوئی پیچھا کرنے والا نہ ہوتا-

اس طرح ان کا کام بھی ہو رہا تھا اور انہیں کوئی زیادہ مسائل بھی درپیش نہ آرہے تھے—پھر ان لڑکیوں کو ہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو چاندنی کے واپس آنے پر بحری جہازوں میں ایکسپورٹ کیے جانے والے سامان کے اندر چھپا کر دبئی اسمگل کر دیا جاتا تھا-

بہار کی قسمت اچھی تھی یا پھر کیا کہ اسے ان دنوں میں ذہے نصیب لایا گیا جب شہر بانو، چاندنی بیگم کے پیچھے سے ایک آدھ سودا کرتی تھی۔ ورنہ وہ بھی بہت سی لڑکیوں کے ساتھ پندرہ تاریخ کو اسمگل کر دی جاتی۔

"تیرا تو بڑا کام پھیلا ہوا ہے۔ ویسے اسمگل ہونے والی لڑکیاں اتنی دیر زہے نصیب پر کیا کرتی ہیں۔"

"کیپٹن شہروز نے ان لڑکیوں کی جگہ پتا لگانے کی کوشش کرتے صفدر سے کہا جو آنکھیں جھپکا جھپکا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

اتنا تو اسے اندازہ تھا کہ وہ زہے نصیب پر نہیں ہوتیں پر اب وہ یہ تو کہنے سے رہا کہ یہاں تو ہیں نہیں پھر بتاؤ کدھر رکھتے ہو۔

"نہیں بھایا.... ادھر نہیں.... ادھر نہیں..... ہوتی انہیں کسی اور جگہ...." کہتے کہتے ہی وہ بیٹھا بیٹھا سو گیا۔

"صفدر... ارے او صفدر۔" شہروز نے اسے آوازیں دی پر وہ خراٹے مارتا سو رہا تھا۔

"چلو آج کے لیے اتنی معلومات بھی صحیح ہیں۔ بچارے کو صبح اٹھ کر یاد ہی نہیں ہونا کہ کیا کیا معلومات دے چکا ہے۔

"میں بھی دیکھتا ہوں اس بار کیسے اس ملک کی عزت اس کی بیٹیوں کو تم لوگ اسمگل کرتے ہو۔" دل ہی دل میں سوچتے غصے کے باعث سرخ ہوتی آنکھوں سے اس نے صفدر کو دیکھا۔

یہ تو وہی جانتا تھا کہ اتنی دیر کیسے صفدر کی باتیں سنتے اس نے خود پر قابو کیا تھا۔

●=====●=====●

"پتا ہے اس لاکٹ کا کیا راز ہے؟" پوچھتے ہوئے اسکے جوتوں کا رخ دیکھا- جو اسی کی جانب تھا- یعنی وہ بات سن رہی تھی—

تکون بلیو تکون لاکٹ کو دیکھتی وہ خاموش رہی-

وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی پر اسے ان سب باتوں کا مقصد سمجھ نہیں آرہا تھا- سمجھ تو اسے کیف خان کی پل میں تولہ پل میں ماشہ والی شخصیت کی بھی نہیں آرہی تھی—

"مرر۔" اس نے کہا-

"امی کہا کرتی تھیں؛ مرر کا سیکرٹ یہ ہے کہ یہ خود میں، آپ کو اپنا عکس نہیں بلکہ اس شخص کا عکس دکھائے جسے آپ چاہتے ہوں-" سنہری آنکھوں کے پردوں پر اپنی ماں کے ساتھ گزرے کئی حسین پل لہرائے-

"اگر آپ اس میں اپنی چاہت کو دیکھ لو تو آپ اپنا گھر ڈھونڈ سکتے ہو-" کہہ کر وہ مسکرایا۔ سنہری آنکھوں نے اس کی مسکراہٹ کا ساتھ دیا۔

"مجھے اب اسکی ضرورت نہیں ہے میں نے اپنا گھر ڈھونڈ لیا ہے- اب تمہاری باری ہے-" اس نے بہار کی کھلی ہتھیلی کو بند کرتے ہوئے اپنے مخصوص دھیمے لہجے میں کہا-

اس وقت وہ بہار سے کیف خان نہیں بلکہ میران ارسلان بن کر بات کر رہا تھا-

اک لمحے کو اس نے نظریں اٹھا کر ان چمکتی ہوئی سنہری آنکھوں کو دیکھا اور پھر اگلے ہی لمحے جھکا لیں اور اپنی بند ہتھیلی کو دیکھا—

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"میں یہ نہیں رکھ سکتی- آپ یہ.."اس نے ہچکچاتے ہوئے کہنا چاہا کہ میران نے اسے بیچ میں ہی روک دیا-

"یہ آج سے تمہارا ہے- تمہیں اسکی اور اسے تمہاری ضرورت ہے-"

"لیکن یہ بہت قیمتی—"اس نے ایک بار پھر کہنا چاہا—

"لیکن تم سے زیادہ قیمتی نہیں—"کہہ کر اس نے جیب میں بجتے اپنے فون کو نکالا جس پر عمیر کی کال آرہی تھی- بہار کو چپ رہنے کا اشارہ کرتے اس نے کال اٹھائی-

وہ اس رشتے کو دل سے قبول کرچکا تھا اور اس کا اظہار وہ اپنی مرحوم ماں کا لاکٹ بہار کو دے کر، کرچکا تھا۔

اس کے بر عکس بہار کے احساسات عجیب ہو رہے تھے-

میں اور قیمتی—میں اس کے لیے قیمتی کیسے ہو سکتی ہوں؟؟"اس نے دل ہی دل میں خود سے سوال کیا۔ پر اسکا جواب سامنے بیٹھے شخص کے پاس تھا- جس سے پوچھنے کا فلحال اسکا کوئی ارادہ نہ تھا—

مشرقی لڑکی ہونے کے باعث کہیں نہ کہیں وہ بھی اس نکاح کو قبول کرچکی تھی- لیکن جن حالات میں، جیسے وہ ملے اس کے لیے میران پر یقین کرنا آسان نہیں تھا—

اور کون جانے جب تک اسے یقین آئے تب تک کیا سے کیا ہو جائے—

●====●====●

"پھر کل کی ملاقات کا کیا بنا؟" فون اسپیکر سے شہر بانو کی پر تجسس آواز ابھری—

"کیا بننا ہے انڈیا، سنگاپور، سری لنکا والے پارٹنرز کو بھی بلایا ہوا تھا- کہہ رہا تھا اگلے مہینے سے نئے شروع ہونے والے منشیات کے کاروبار کی بھی اسمگلنگ کرو—" کمرے سے ملحقہ بالکونی میں بیٹھی اورنج جوس کے گھونٹ بھرتی چاندنی بیگم نے کہا-

"ہیں اب ہم یہ نشے کی پڑیاں کہاں کہاں سے جمع کر کے اس عربی بابے کو بھیجیں گے-" شہر بانو نے نخوت سے کہا-

"اوہو بڑھتی عمر کے ساتھ تمہاری عقل بھی جا رہی ہے- ہم نے نہیں اسمگل کرنا—وہ ہمیں بارڈر کے راستے بھیجے گا- پر یہ ہمارے بس کا کام نہیں یہ سوچتے ہوئے میں نے منع کر دیا-"

"بس کا نہیں تو کیا۔ ہم نے کر لینا تھا۔ چاندنی تم نے انکار کیوں کیا—" شہر بانو نے بدمزہ ہو کر بیچ میں ہی بات کاٹی-

"پوری بات تو سنو-" چاندنی بیگم نے بیزاری سے کہا اور پھر بولی-

"لیکن وہ نہیں مانا۔ بڑی بحث کے بعد اس بات پر راضی ہوئے ہیں کہ میں ایک پارٹنر ملا لوں—سامنے سے وہ کام کرے گا ہم پیچھے رہ کر کام کریں گے—"

"پھر کوئی پارٹنر ملا؟" شہر بانو کو پارٹنر والا آئیڈیا کچھ خاص اچھا نہیں لگا۔ مگر وہ کیا کر سکتی تھی-

"نہیں، ابھی کہاں- ویسے میں ملک عامر فرید کا سوچ رہی ہوں—تم کیا کہتی ہو؟" اس نے شہر بانو کی بھی رائے لینا چاہی-

"میں نے کیا کہنا ہے- جیسے تمہیں ٹھیک لگے چاندنی—" شہربانو نے گہری سانس بھرتے کہا- پارٹنر کے نام پر اس کے ذہن میں کیف خان آیا تھا—لیکن چاندنی بیگم کو اسکا بتاتی بھی تو کیسے—اس لیے اس کی ہاں میں ہاں ملا دی-

"ایک بات تو بتاؤ—" اپنے بالوں کی لٹ کو انگلی کے گرد لپیٹتے اس نے پوچھا۔

"میں ادھر دبئی کے اتنے چکر لگا چکی ہوں۔ لیکن آج تک مجھے تو پتہ نہیں چلا وہ بابا ہے کہ مرد۔ تمہیں کیسے پتا چلا؟"

تنظیم کا لیڈر جسے وہ زی کیو کے نام سے جانتے تھے۔ وہ ان سے میٹنگ ٹیبل کے درمیان لگے مائیکروفون کے ذریعے مشینی آواز میں بات کرتا تھا- آج تک کسی ارکان نے اسے نہیں دیکھا تھا-

"میرا اندازہ ہی ہے۔ جس مقام پر وہ اس وقت بیٹھا ہوا ہے۔ انسان کو پہنچنے میں بڑا وقت لگتا ہے-" آگے کی بات اس نے اپنے دل میں کہی "اور کچھ میرے جیسے بھی ہوتے ہیں جن کے راستے میں تم جیسے پتھر آکر انہیں کہیں پہنچنے نہیں دیتے-" اس وقت اس کی کاجل لگی آنکھوں میں اک حسرت سی تھی-

کبھی کبھی ہم ایک جگہ، ایک مقام، ایک خاص عہدہ، ایک پہچان حاصل کرنے کے لیے بڑی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن وقت آنے پر جب وہ ہمیں ملنا ہوتا ہے کوئی دوسرا آکر بغیر کسی محنت کے اسے ہم سے لے لیتا ہے۔ اور ہم ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں—

www.urdunovelsmania.com

شہر بانو کے ساتھ بھی کچھ یوں ہوا تھا- ساری زندگی چاندنی بیگم کی ماں سلطانہ کے ساتھ کام کرتے کرتے وہ سلطانہ کے مرنے کے بعد اس جگہ کو جس کے لیے اس نے ماضی میں کیا کچھ نہ برداشت کیا اپنا حق سمجھتی تھی۔ جہاں چاندنی بغیر کسی محنت کے آ بیٹھی تھی—

لیکن یہ اسکا خیال تھا۔ کوئی بھی کسی مقام پر پہنچا ہے وہ اچھا ہو یا برا ایسے ہی نہیں پہنچ جاتا۔ اس کے لیے اسے کہیں نہ کہیں کبھی چھوٹی تو کبھی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اور چاندنی بیگم نے بھی یہاں تک پہنچنے میں بہت بڑی قربانی دی تھی—جس کے بارے میں چاندنی بیگم اور سلطانہ بیگم (چاندنی کی ماں) کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا-

کل رات لفٹ میں داخل ہو کر چاندنی بیگم نے اپنے سلور کلچ میں رکھی چابی نکالی اور لفٹ میں موجود کی ہول میں گھمائی۔ چابی گھمانے پر لفٹ اسے تین سیکرٹ فلورز میں سے ایک پر لے گئی۔ جہاں اس کے علاوہ تنظیم کے دوسرے ارکان بھی موجود تھے-

●=====●=====●

رات مریم کے بتانے پر اسے پتا چلا کہ میران نے نکاح کر لیا ہے۔ مریم کو یقیناً شہروز نے بتایا ہو گا۔ جس پر خوشی کے ساتھ ساتھ اسے حیرانی بھی ہوئی اور دوست پر غصہ بھی آیا—

ایک تو ہر اچھے کام کے لیے سب اس کے جانے کا انتظار کرتے تھے-وہ پاکستان تھا تو آیان پیدا ہو گیا۔ اور اب جبکہ وہ دبئی تھا تو میران صاحب نے نکاح کر لیا-

مریم کی کال بند ہوئی تو اس نے میران کو کال ملائی اور اس کے کال اٹھاتے ساتھ ہی کہا-

"اوہ، میران، اوہ-"

"کیا، عمیر، کیا-" اس کی خفگی بھری آواز سے میران کو اندازہ ہوا کہ اسے نکاح کا معلوم ہوگیا ہے-

"تمھارے پاس کوئی وضاحت ہے؟"

"ہے لیکن کل دوں گا۔ آئی ایم بزی۔ اوکے بائے-" مزید اس کی کوئی بات سنے بغیر شریر لہجے میں کہتے میران نے کال رکھ دی-

اس کے کال رکھنے پر عمیر نے فون کو دیکھتے لمبی سانس کھینچی-

اس وقت اپنے روم میں صوفے پر بیٹھے میجر عمیر ان کی (شہربانو اور چاندنی) تمام گفتگو سنتے پر سوچ نگاہوں سے چھت کو دیکھ رہے تھے-

کال بند ہوئی تو عمیر نے آگے کا لائحہ عمل ڈسکس کرنے اور اپ ڈیٹس لینے کے لیے پاس پڑا موبائل اٹھا کر میران کو کال ملائی—

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

●=====●=====●

صبح جب وہ اٹھی تو اس کی آنکھیں رات بھر رونے کے باعث دکھ رہی تھیں- وہ بیڈ سے اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ بیڈ پر پڑی تصویر جس کو سینے سے لگائے رات وہ سوگئی تھی نیچے گر گئی-

جھک کر اس نے پیروں کے قریب پڑی تصویر اٹھائی اور بنا دیکھے سائیڈ ٹیبل دراز میں رکھ کر واش روم کی جانب بڑھ گئی-

دل اور دماغ میں ایک ہی بات چل رہی تھی۔ آخر اتنے سالوں بعد ملی بھی تو کہاں کس حال میں— اس نے بابا سے کتنا کہا تھا کہ بتا دیں وہ کہاں ہیں-اپنے طور پر بھی اس نے ڈھونڈنے کی بہت کوشش لیکن کچھ اس کی جاب کی مصروفیات اور کچھ بابا کی مرنے سے پہلے کی تاکید کہ "اسے مت تلاش کرو۔ اس کے ملنے پر تمہیں دکھ، تکلیف کے علاوہ کچھ نہیں ملے گا-" وہ رک گئی تھی-

لیکن جیسے ہی اس نے اپنی تلاش روکی ویسے ہی، جس کے پیار، شفقت، اپنے بالوں میں اس کے ایک محبت بھرے لمس کے لیے وہ اتنے چاہنے والے باپ کے باوجود تڑپی وہ مل گئی-

نل سے نکلتے تیز دھار پانی کے چھپاکے اس نے اپنے چہرے پر مارے۔ جس سے اس کی جلتی آنکھوں کو تھوڑا قرار آیا-

بابا نے صحیح کہا تھا۔ اس عورت کے ملنے پر جس نے اسے جنم دیا۔ جو اس کی ماں تھی۔ اسے سوائے گہرے رنج اور صدمے کے علاوہ کچھ نہ ملا-

فریش ہو کر وہ باہر نکلی تو بیڈ پر پڑا اسکا فون بج رہا تھا—تولیے سے چہرہ پونچھتی وہ فون اٹھانے کی غرض سے بیڈ کی جانب بڑھی-

"یس-" فون کو کان سے لگائے اس نے کہا-

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Baae_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_10

کافی سے بھرا، بھاپ اڑاتا مگ تھامے ایک کان پر فون لگائے میران کچن سے نکل کر میٹنگ روم کی جانب بڑھا- وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی زہے نصیب سے آیا تھا- پلان کے مطابق شہروز وہیں صفدر کے پاس تھا-

روم میں داخل ہو کر اس نے ایک نظر سامنے لگی ایل سی ڈی اسکرین کو دیکھا جہاں ذہے نصیب کے مختلف حصوں پر کیمرے کی مدد سے وہ نظر رکھے ہوئے تھا- فلحال وہاں سب ٹھیک تھا-

ہاتھ میں پکڑا مگ گول میز پر رکھتے وہ کرسی کھینچ کر بیٹھا—

دوسری جانب کال پر عمیر اسے رات ہونے والے واقعے کے بارے میں بتا رہا تھا- دھیان سے اسکی بات سنتے میران ساتھ پڑے پوسٹ پیڈ نوٹ پر پین کی مدد سے اہم پوائنٹس لکھتے انہیں ٹیبل کی سطح پر لگاتا جا رہا تھا-

"یعنی ساڑھے سات سے نو بجے کے درمیانی وقت میں وہ غائب رہی۔ نو بجے اپنا سلور کلچ تھامے جو کہ اس نے لفٹ میں ہی چھوڑ دیا تھا سیکنڈ فلور پر ہی نکلی جہاں اسے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے نکلنا تھا، اسٹرینج۔" سامنے پڑا مگ اٹھا کر اس نے منہ سے لگایا۔

"کہیں چاندنی بیگم نے بھی تم سے انسپائر ہو کر ویٹر کا گیٹ اپ تو اختیار نہیں کر لیا تھا—" میران نے اسے چھیڑا۔

"ویری فنی۔ نہیں یہ وہی ویٹر ہے جس نے ریسٹورنٹ میں چاندنی بیگم کو سرو کیا تھا۔ میں نے اسے بھی چیک کیا ہے۔ یہ بھی کھانے سے بھری ٹرے لے کر ریسٹورنٹ لفٹ میں جو داخل ہوا پھر آدھے گھنٹے بعد خالی ٹرے پکڑے سیکنڈ فلور پر نمودار ہوا۔ اور وہ جو شیف ہے وہ کل دوپہر سے لفٹ میں گیا ابھی تک باہر نہیں نکلا۔" عمیر نے بتاتے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

"ہمم تو اس کا ایک ہی مطلب ہوا کہ کوئی سیکرٹ راستہ ہے لفٹ میں جہاں سے یہ غائب ہو جاتے ہیں—"

"لگتا تو یہی ہے۔ میں نے رات ہی میں لفٹ کو چیک کیا تھا پر فلحال مجھے کچھ نہیں ملا۔ لفٹ کے اندر کیمرہ انسٹال کر دیا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے—" صوفہ سے اٹھ کر عمیر نے کھڑے ہوتے کہا۔

"گڈ۔" میران نے کافی کا گھونٹ بھرا—

"اب آجاؤ دوسری بات کی طرف، کل میٹنگ...." میجر عمیر نے شہربانو اور چاندنی بیگم کی ساری گفتگو کا حرف حرف میجر میران کو بتایا۔

"عمیر کیا تم بھی وہی سوچ رہے ہو جو میں سوچ رہا ہوں—" بھرپور سنجیدگی سے اس کی بات سنتے میران نے کہا-

"ہاں، چینج آف پلان—"کمرے میں ہی ادھر سے ادھر چکر لگاتے میجر عمیر نے کہا-

"اب کسی طرح ملک عامر فرید کی جگہ تم نے اس کام کا امیدوار بننا ہے-"

"سمجھو یہ کام ہو گیا-"کہہ کر میران نے ستارہ اور عامر فرید کے مابین ہونے والی گفتگو کا بتایا۔ جو اس نے وہاں بنے پلر کی آڑ میں چھپ کر سن لی تھی-

ملک صاحب کا ستارہ کو بلانا اور اس کی طرف اشارہ کر کے پوچھنا میجر میران سے مخفی نہ رہا تھا—

"پلان اچھا ہے-" عمیر نے کہا، "لیکن رسکی ہے-" لمحے بھر کو رک کر کچھ سوچتے ہوئے عمیر نے کہا-

"تم فکر مت کرو ہر چیز کنٹرول میں ہے—" میران نے اسے اطمینان دلایا-

"لیکن چیزوں کو آوٹ آف کنٹرول ہوتے بھی وقت نہیں لگتا-" عمیر نے اسے جو وہ سوچ بیٹھا تھا سے باز رکھنے کو کہا-

"ڈونٹ وری، میجر-"

"بٹ بی کیئر فل-" عمیر نے فکرمندی سے کہا-

"آئی ول-" میران بولا-

دونوں نے پلان میں کچھ تبدیلیاں کیں، کچھ اور پوائنٹس کو ڈسکس کیا-

"ٹھیک ہے۔ میں تھوڑی دیر میں سر سے مل کر پلان ڈسکس کر لوں- پھر تمہیں اوکے کرتا ہوں—"

سامنے پڑا کافی کا مگ خالی ہو چکا تھا-

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"سر، کے رد عمل کا سوچا ہے — میرا نہیں خیال وہ اس بات کو یونہی جانے دیں گے-" عمیر نے فکرمندی سے کہا-

"میرا بھی کچھ ایسا ہی خیال ہے —" میران نے دل ہی دل میں سوچا پر کہا نہیں —

"اب ذرا وہ وضاحت تو دو جو تم کل رات دینے سے قاصر تھے-" اس کے کہنے پر میران کے لبوں پر ایک گہری مسکراہٹ پھیلی، لیکن وہ خاموش رہا-

"میں سن رہا ہوں۔ میٹ تم کہو-" عمیر نے اسے خاموش پا کر کہا-

"تمہیں یاد ہے-" کہتے ہوئے میران وقت میں تین سال پیچھے چلا گیا —

●=====●=====●

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

یہ جاتی سردیوں کے دن تھے- ان دنوں موسم خاصا خوشگوار تھا- سورج کی ٹھنڈی گرم شعاعیں جسم کو سکون بخش رہی تھیں — ایسے میں ورک آوٹ سے فارغ ہو کر بینچ پر اپنے ساتھ بیٹھتے میران کو دیکھ کر عمیر نے کہا-

"یار تم بھی شادی کر لو —"

"یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ شادی شدہ لوگوں کو اپنے کنوارے دوست ہضم کیوں نہیں ہوتے —" ہاتھ میں پکڑی بوتل سے گھونٹ گھونٹ پانی پیتے میران نے اسے گھورتے کہا-

"وہ اس لیے میرے بھائی کہ شادی کے بڑے فائدے ہیں —" عمیر نے نہایت بردباری سے کہا-

"مثلاً—" میران نے ایک آئی برو اچکاتے پوچھا-

"وہ تو ہر کسی کو الگ الگ ہوتے ہیں۔ یہ تو جب تمہاری ہوگی تب ہی تمہیں پتا چلے گا کہ تمہیں کیا ہوئے-" عمیر نے ہنستے ہوئے کہا۔

میران جو عمیر کی شادی کے لیے ہفتہ بھر کی چھٹیوں پر آیا تھا۔ آج اسکی آخری چھٹی تھی- کل اسے اپنے یونٹ رپورٹ کرنا تھا- اس لیے عمیر جانے سے پہلے اس سے ملنے آیا تھا-

اور اب بیٹھا اسے شادی کے مشورے دے رہا تھا- اس کی ابھی ایک مہینہ چھٹیاں تھیں-

بات کو لمبا ہوتا دیکھ میران نے پاکٹ سے اپنی امی کا لاکٹ جو کہ اسے کل رات ہی ارسلان صاحب نے دیا تھا۔ درمیان سے کھول کر دکھاتے ہوئے کہا-

"یہ مرر دیکھ رہے ہو- جس دن اس میں مجھے اس کا عکس نظر آگیا جسے میں چاہتا ہوں۔ تو جلد ہی شادی کرلوں گا، ٹھیک-" کہہ کر وہ کھڑا ہوگیا-

"تو تین سال بعد میجر صاحب آپکو عکس نظر آہی گیا-" عمیر نے اسے چھیڑتے کہا-

"ہاں، کچھ ایسا ہی سمجھ لو-" حال میں واپس آتے ہوئے میران نے خالی مگ ٹیبل سے اٹھایا اور کچن کی جانب چل پڑا-

"اللہ کے بندے جہاں تین سال انتظار کیا وہاں میرے آنے کا تین دن نہ انتظار کر سکے—" عمیر نے اسے شرم دلانے کی ناکام کوشش کی-

"نکاح ہی کیا ہے- ولیمہ تم فکر نہ کرو تمہارے بغیر نہیں کرتا-" سنک میں مگ رکھتے میران نے مزے سے کہا-

"تم کر کے تو دکھاو۔ پھر میں تمھیں بتاوں گا-" عمیر کی دھمکی پر میران بے ساختہ ہنسنے لگے-

●=====●=====●

رات اس کی آنکھوں میں ہی کٹی- کال رکھنے کے بعد میران وہی صوفہ پر بیٹھ گیا۔ وقفے وقفے سے وہ ایک نظر بہار پر بھی ڈال لیتا جو ہنوز ویسے ہی بت بنی بیٹھی تھی- دونوں میں دوبارہ پھر کوئی بات نہ ہوئی— صبح فجر کے بعد جب باہر سے لوگوں کے بولنے، قہقہوں، موسیقی کا شور آنا بند ہوا اور سب اپنی اپنی جگہ چلے گئے تو میران جو کافی دیر سے بیٹھا کیمرے کی مدد سے انہیں مونیٹر کر رہا تھا- موبائل پاکٹ میں رکھتا اٹھ کھڑا ہوا-

اس کو کھڑا ہوتا دیکھ پہلے سے ہی الرٹ ہو کر بیٹھی بہار اور الرٹ ہو گئی-ایک ہی زاویے پر بیٹھے رہنے سے کمر تختہ ہو گئی تھی۔ نیند اور رونے کی وجہ سے سر اور آنکھوں میں الگ درد تھا- اور بھوک تو حد سے سوا تھی—

کل صبح سے ہی وہ بھوکی تھی- کل تو اسے کسی چیز کا ہوش نہیں تھا تو بھوک کا احساس نہ ہوا لیکن اب اسے زوروں کی بھوک لگی تھی- کیف خان کی لائی ہوئی باسکٹ وہ دیکھ چکی تھی- لیکن فطری خودداری اور جھجک کے باعث وہ نہ کیف خان کو کہہ سکی نہ خود اٹھ کر لے سکی-

ٹیبل پر رکھی باسکٹ اٹھا کر وہ اس کی جانب آیا اور باسکٹ کو اس کے قریب بیڈ پر رکھ دیا-

اس کو اپنی طرف آتا دیکھ کر بہار تھوڑا ڈری- لیکن وہ مضبوط بنی بیٹھی رہی-

www.urdunovelsmania.com

"میں جارہاہوں ۔ کچھ کھا لینا-" چہرے سے ہی اسکی بھوک کا اندازہ ہورہاتھا- وہ اسکا تین بار باسکٹ کو دیکھنا بھی نوٹ کرچکا تھا۔

لیکن جس طرح کی سچویشن تھی وہ جانتا تھا کہ بہار اس کے کہنے پر اور اس کی موجودگی میں کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگائے گی- میران بھی اسے مزید کسی بات کے لیے فورس نہیں کرنا چاہتا تھا- اس لیے اس نے بھی نہ کہا- اب وہ جارہاتھا تو نرمی سے اسے کہہ کر پلٹ گیا-

اس کے جانے کا سن کر بہار نے ابھی سکھ کا سانس بھی نہ لیا تھا کہ دروازے کے پاس پہنچ کر وہ کچھ یاد آتے ہوئے واپس پلٹا-

نیچے جھکتے ہوئے پینٹ کو تھوڑا اوپر کیا—ٹانگ پر لگی بیلٹ میں سے ایک تیز دھار چاقو نکال کر پینٹ کو ٹھیک کرتے وہ سیدھا ہوا- اور بہار کی جانب بڑھا-

بہار جو کن اکھیوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اسے چاقو نکالتا دیکھ آنکھوں میں خوف لیے ڈر کے اٹھ کھڑی ہوئی-

اسے کھڑا ہوتا دیکھ میران سمجھ گیا کہ وہ اس وقت کیا سمجھ رہی ہے- اس لیے چہرے پر سنجیدہ تاثرات سجائے خاموشی سے اسکی جانب قدم بڑھانے لگا-

"دیکھیں یہ آپ کیا کررہے ہیں؟ میں نے کیا، کیا ہے؟" اسے اپنی جانب آتا دیکھ بہار نے سہم کر کہا- دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہوتی جارہی تھیں—کیف کو رکتا نہ دیکھ کر وہ اپنی بے جان ہوتی ٹانگوں سے پیچھے ہوتے ہوئے بیڈ سائیڈ ٹیبل سے لگتی لڑکھڑا کر اس پہ بیٹھی-

میران اس سے دو قدم کے فاصلے پر رک گیا-اور دائیں ہاتھ میں پکڑا چاقو اٹھا کر اسے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر بجانے لگا-

"میں آپ کی بیوی ہوں آپ نے میرے سے نکاح کیا ہے - پیچھے ہو جائیں-اسے، اسے نیچے کریں-"اسے اتنے قریب کھڑا دیکھ کر بہار کو یہی لگ رہا تھا کہ وہ اسے مارنے والا ہے—

اس لیے سامنے کھڑے شخص کو کچھ دیر پہلے بنے رشتے کا احساس دلانا چاہا-

اس کی بات سنتے میران نے ہاتھ بڑھا کر چاقو کی نوک کانپتی ہوئی بہار کی شہہ رگ پر رکھ دی-

اپنی شہہ رگ پر چاقو کی نوک محسوس کرتے اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں—وہ اپنے بچاؤ کے لیے چیخنا چاہتی تھی لیکن ساری آوازیں اس کے گلے میں ہی دم توڑ گئیں-

"ریلیکس لو-یہ چاقو میں تمہیں خود کی حفاظت کے لیے دے رہا ہوں-سیلف ڈیفنس، ہمم-"سنہری آنکھیں اس کی خوف سے پھیلی سیاہ آنکھوں میں ڈالتے کہا-

"میری پیاری بیوی، اگر میری غیر موجودگی میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی، اس کمرے سے باہر لے جانے کی کوشش کرے تو تم بروقت اس کا استعمال کروگی۔ اپنی حفاظت کے لیے—اوکے؟"

بات ختم ہونے پر میران نے اوکے کہتے ہوئے سر کو ہاں میں جنبش دی-اس کی دیکھا دیکھی بہار نے بھی سر کو ہاں میں ہلایا-

"گریٹ-"وہ مسکرایا۔

لیکن اگلی ہی لمحے چہرے پر سخت تاثرات سجائے-اس کی شہہ رگ پر رکھے چاقو پر دباؤ ڈالتے اس نے سخت پتھریلے لہجے میں کہا۔ "لیکن اگر تم نے اس سے خود کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانے کی

کوشش کی تو دعا کرنا کہ تم نہ بچو۔ کیونکہ اگر تم بچ گئی تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا—بات سمجھ میں آئی، لو؟" کہہ کر اس نے چاقو ہٹایا اور اس کا ہاتھ پکڑتے اس پر چاقو رکھتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے تم سمجھ گئی ہو—" اسکی آواز دھیمی تھی لیکن لہجے میں موجود سرد پن سے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔

"میں....میں سمجھ گئی۔" اس کے دوبارہ بولنے پر بہار نے جلدی سے ڈرتے ہوئے کہا۔

اس کے کہنے پر میران پلٹ کر دروازے کی جانب جاتے ایک بار پھر رکا

"اور لو، برائے مہربانی اپنے شوہر پر اس کا استعمال کرنے کا مت سوچنا۔" مسکراہٹ دبا کر کہتا وہ باہر نکل گیا۔

بہار جس کے دل میں اس چاقو کو کیف خان پر استعمال کرنے کی خواہش جاگی تھی اس کے کہنے پر گھبرا کر چاقو نیچے پھینکا۔ دروازہ بند ہونے پر اسکی بے جان ہوتی ٹانگوں نے اسکا بوجھ سہارنے سے منع کر دیا تھا اور وہ وہی زمین پر بیٹھتی رونے لگی۔

سیڑھیاں اترتا میران اس کی سسکیوں کی آواز پر ایک پل کو رکا۔

یہ اکیلا پن یہ اداسیاں

میری زندگی کی ہے ترجماں

●=====●=====●

یہ صبح خاموش خاموش سی تھی۔ صبح کے سات بجے رہے تھے۔
پیچھے پیچھے چلتے وہ وہاں پر قدرے سائیڈ پر بنی جھونپڑی کے پاس پہنچ کر صفدر کے قریب رک گیا۔کیپٹن شہروز نے اک نظر اطراف میں دوڑائی۔
یہ ایک کچی بستی تھی۔جہاں لوگوں نے سر چھپانے کو چھوٹی چھوٹی رنگ برنگی جھونپڑیاں بنائی ہوئی تھیں۔ صبح کے اس وقت پھٹے، گرد آلود کپڑے پہنے وہ لوگ لڑنے جھگڑنے اور چھین جھپٹ میں مصروف تھے۔
"اوئے!!ارشد کدھر ہے۔"جھونپڑی کے باہر کھڑے صفدر نے اندر بیٹھے ارشد نامی شخص کو آواز لگائی۔
کچھ دیر قبل جب کیپٹن شہروز نے صفدر کے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی تو وہ ہتھے سے اکھڑ گیا۔اس کے اکھڑنے پر دل ہی دل میں ہنستے شہروز نے اسے رات ہونے والی گفتگو کچھ سچ جھوٹ بول کر سنائی۔جس پر وہ پریشان ہو گیا۔
"دیکھو میں نے رات تمہیں بتایا تھا۔ میری بہن کی شادی ہے۔لڑکے والوں کی مانگیں اور دوسرے ہزار خرچے ہیں۔ جو میں نے پورے کرنے ہیں۔ ہمیشہ نہیں تو، ایک مہینہ ہی کام پر ساتھ رکھ لو۔"
اپنے چہرے پر دنیا بھر کی مظلومیت لائے کیپٹن شہروز نے مسکینیت سے کہا۔
لیکن صفدر کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔
اسے بے حس بنا دیکھ کر شہروز نے ہاتھ جوڑتے کہا۔

"یہ میرے بند ہے ہاتھوں کو دیکھو۔ تم کہتے ہو تو میں بڑی میڈم سے پوچھ لیتا ہوں—"

"اچھا اچھا بس کر- آج میرے ساتھ چلنا- میڈم کو نہ تنگ کرنا۔ ان کے ذمے پہلے ہی ہزاروں کام ہیں-" شاہ رخ کا شہر بانو کے پاس جانے کا مطلب تھا پورے شہر میں بینڈ بجا کر اپنی رات والی بے وقوفی کا اعلان کرنا- بات کھل جانے کے ڈر سے اس نے شاہ رخ کو اپنے ساتھ کام پر رکھ لیا—

اور اب وہ یہاں آیا، صفدر کے پیچھے کھڑا، اندر سے ارشد نامی شخص کے جواب کا منتظر تھا- کچھ لمحوں بعد جھونپڑی کا پردہ سر کا۔ ایک پندرہ سولہ سال کے لگ بھگ لڑکی نے انہیں اندر آنے کو کہا-

اندر داخل ہو کر صفدر نے جیب میں رکھا پیسوں سے بھرا لفافہ چارپائی پر بیٹھے ارشد کی طرف اچھالا۔ جسکو اس نے بڑی پھرتی سے کیچ کرلیا-

"اوہ پیسہ آگیا پیسہ —دیکھ سکینہ کتنا پیسہ آیا- ہم غریبوں پر پیسوں کی بارش ہوگئی—" لالچ سے پاگل ہوتا ارشد گنگنانے لگا-

اس سارے منظر میں کیپٹن شہروز خاموش کھڑا ایک بار پھر اپنا ضبط آزما رہا تھا-

"پھر ہم چلیں؟" صفدر نے سکینہ کو سر تا پیر دیکھتے کہا-

"ہاں، ہاں- جا سکینہ صاحب کے ساتھ جا- عیش کر—" پیسوں کو چارپائی پر پھیلائے گنتے ہوئے اس نے بغیر سکینہ کی جانب دیکھے اسے جانے کا حکم دیا-

سانولی سی چھوٹے قد کی مالک سکینہ سر ہلاتی خاموشی سے باہر نکل گئی۔ اس کے پیچھے ہی صفدر بھی باہر نکلا-

صفدر کے نکلتے ہی کب سے خود پر ضبط کرتے کیپٹن شہروز ارشد کی طرف بڑھے۔ بغیر اسے سمجھنے کا موقع دیئے ایک زوردار مکا اس کے منہ پر مارا- جس پر وہ کراہتا ہوا چارپائی سے نیچے گرا-

ارشد کے سنبھلنے سے پہلے ہی وہ بھی جھونپڑی سے باہر نکل کر صفدر کے پیچھے چل پڑا-

پتا نہیں کیا کہہ کر ارشد نے اس لڑکی کو راضی کیا تھا۔ کہ وہ اتنے آرام سے چل پڑی-

کیپٹن شہروز نے اپنے آگے چلتی سکینہ کی پشت کو دیکھتے سوچا-

سکینہ نامی لڑکی کو لے کر وہ زہے نصیب سے ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر واقع ایک چھوٹے سے گھر میں آ گئے- گھر کے اردگرد کھیت تھے۔ دور سے دیکھنے پر وہ گھر کھیت کا حصہ لگتا تھا۔

اندر داخل ہوتے صفدر نے پیچھے آتے کیپٹن شہروز کو باہر کھڑے ہونے کا کہا۔

داخلی دروازہ کھلا ہونے کے باعث وہ اندر دیکھ سکتا تھا—صفدر سکینہ کو لاؤنج میں موجود دو کمروں میں سے ایک میں لے گیا۔ اور اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا—

گرد آلود گھر میں جگہ جگہ کچرے کے اور ڈبوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے- دیواروں پر مٹی نے جم جم کر اس کا رنگ کالا کر دیا تھا-

جگہ جگہ مکڑی نے بالکل اسی طرح جال بچھایا ہوا تھا جیسا کیپٹن شہروز اور اس کے ساتھی زہے نصیب والوں کے گرد بچھا رہے تھے—

کچھ دیر بعد صفدر کمرے سے تنہا باہر نکلا۔ اور کیپٹن شہروز کو لیے گاڑی کی جانب بڑھ گیا-

"پندرہ تاریخ کو بحری جہاز نے دبئی جانا ہے۔ بس ایک ہی پیس رہ گیا ہے۔ پھر ہم ان کو کراچی روانہ کریں گے-"

www.urdunovelsmania.com

"تو پھر اس کا کوئی انتظام ہوا؟" کیپٹن شہروز نے پوچھا-

"کس کا؟" گاڑی میں بیٹھتے صفدر نے نا سمجھی سے پوچھا- کیپٹن شہروز بھی اس کے ساتھ دروازہ کھولتا بیٹھ گیا-

اسکا؛ جو پیس رہ گیا ہے۔ اور کس کا۔ "شہروز نے ایک آنکھ مارتے کہا-

"اوکدھر بھایا—ابھی لڑکی ڈھونڈنی ہے-تیری نظر میں کوئی ہے؟ بتا اور اپنے بھائی کے کام آ-"

صفدر کی بات پر صحیح وقت آنے پر کیپٹن شہروز نے من ہی من میں اس کی خوب دھلائی کرنے کا ارادہ بنا لیا-

●=====●=====●

کیف خان کے جانے کے بعد روتے روتے وہیں فرش پر بیٹھے اس کی آنکھ لگ گئی تھی- صبح بھوک کے باعث پیٹ میں ہونے والے درد پر وہ اٹھی-

ان دو دنوں نے اسکی ساری توانائی سلب کر لی تھی- وہیں بیٹھے بیٹھے اس نے بیڈ پر پڑی باسکٹ کو ہاتھ بڑھا کر اپنی جانب کھینچا—باسکٹ کے پاس ہونے پر گھٹنوں کے بل اوپر ہوتے اپنی کہنیوں کو بیڈ پر ٹکائے اس نے باسکٹ پر ربن لگا ٹرانسپیرنٹ پیپر پھاڑا اور پہلے تو یک بعد دیگرے دو جوس کے ڈبے پیئے اور پھر ایک سیب نکال کر بیڈ پر بیٹھتی کھانے لگی۔ ابھی اس کے اندر سیب دھونے کی ہمت

نہ تھی- تھوڑی دیر بعد اس کے حواس کچھ بحال ہوئے تو اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا اور آہستہ آہستہ چلتی کھڑکی کے پاس آکر رک گئی-

پوری آب و تاب کے ساتھ نکلے سورج کی گرم شعاعیں کمرے میں آتی کمرے کو روشن کرنے کے ساتھ ساتھ گرمی بھی کر رہی تھی-

وہ پاس پڑے صوفہ پر پیر اوپر کر کے بیٹھی ہی تھی کہ اس کی نظر سامنے فرش پر گرے چاقو پر پڑی-

رات کا ایک ایک منظر پوری جزئیات کے ساتھ اسے یاد آیا- اس نے بے ساختہ اپنی گردن کو چھوا-

وہ شخص جو اب اسکا شوہر تھا اس کا پل پل بدلتا رویہ اس کی سمجھ سے باہر تھا-

آخر وہ کون ہے؟

کیا کرتا ہے؟

اس شادی کا کیا مقصد ہے؟

اگر خرید لیا ہے، بیوی مانتا ہے تو وہ اب تک یہاں کیوں ہے؟

ذہن میں گردش کرتے سوالات اسے پاگل کر رہے تھے-

وہ ایک بار پھر رونے لگی تھی کہ اسکے ذہن میں ایک جھماکہ سا ہوا-

آخر یہ خیال اسے پہلے کیوں نہ آیا- اس نے یہ بات پہلے کیوں نہ سوچی- وہ جو پہلے دل ہی دل میں کیف خان کے نہ آنے کی دعا کر رہی تھی- اب اسے بے صبری سے اس کی آمد کا انتظار تھا-

جو نجانے کتنے گھنٹے، دنوں یا مہینوں بعد ہوتی وہ نہیں جانتی تھی-

●=====●=====●

ہے جرم اگر وطن کی مٹی سے محبت

تو یہ جرم سدا میرے حسابوں میں رہے گا

اپنی بات مکمل کر کے وہ سامنے بیٹھے کرنل خالد محمود کو دیکھتے ان کے تاثرات کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا-

کرنل صاحب اپنا سر چیئر کی پشت سے ٹکائے، چہرہ چھت کی طرف کیے کرسی کو دائیں بائیں آہستہ آہستہ حرکت دے رہے تھے- کچھ دیر بعد آفس روم کی خاموشی کو کرنل خالد محمود کی کرخت آواز نے توڑا—

"میں سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آپ جیسا قابل آفیسر ایسی غلطی کیسے کر سکتا ہے-" انہوں نے غصے اور افسوس کی ملی جلی کیفیت لیے کہا-

"میجر میران ارسلان آپ کام اور اپنی پرسنل لائف کو کیسے مکس کر سکتے ہیں؟" انہوں نے ٹیک چھوڑ کر آگے ہوتے اس کی سنہری آنکھوں میں دیکھتے کہا-

"سر، یہ ضروری تھا-" میران نے صفائی دی-

"کیسے ضروری تھا، ہمم- جنٹلمین بتانا پسند کریں گے؟" کرنل صاحب کے غصے میں کوئی فرق نہ آیا—

وہ چپ رہا-

"میں جانتا ہوں۔ آپ مجھے قائل کرلیں گے۔جس طرح اس لڑکی کو کیا۔ آپ نے ہمارے مشن اپنی اور اس لڑکی کی جان کو خطرے میں ڈالا ہے-آپ کو اس بات کا اندازہ ہے؟"

"میں جانتا ہوں سر لیکن میں آپکو اس بات کا یقین دلاتا ہوں اس سے مشن کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا-"

میران پر یقین لہجے میں بولا—

"ویل، آئی ہوپ ایسا ہی ہو-ورنہ آپ پر انکوائری بیٹھا دی جائے گی-"

ان کے نزدیک زہے نصیب میں نکاح کرکے میران نے اپنی بہت بڑی کمزوری ان کے سامنے ظاہر کرنے کے ساتھ ساتھ اس لڑکی کی جان کو بھی خطرے میں ڈالا تھا۔ جبکہ میران کے نزدیک اس کی اسی کمزوری نے اس کی طاقت بن کر اسے ان لوگوں کے اندر تک لے جانا تھا-

"سرچ کا کیا بنا۔ اینی پروگریس؟"کرنل خالد نے بات بدلتے پوچھا-

"سر، آج اسٹارٹ کرنی ہے-"

کرنل صاحب نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا-

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

●=====●=====●

لفٹ میں چلے جانا۔ پھر اتنی اتنی دیر غائب رہنا۔ عمیر کو الجھن کا شکار کر رہا تھا—

عمیر نے ابھی صرف ایک ہی لفٹ میں کیمرہ انسٹال کیا تھا۔ جس میں سے چاندنی بیگم غائب ہوئی تھی—

سب لفٹس کو روک کر ان میں کیمرہ انسٹال کرنے کا عمل ٹارگٹس کو کسی ہلچل کا احساس دلا سکتا تھا-

ہوٹل البراق میں خفیہ جگہ کی موجودگی نے یہ بات کنفرم کر دی تھی کہ یہ ہوٹل تنظیم کے لوگوں کے زیر استعمال ہے—

چاندنی بیگم کی گفتگو نے وہاں تنظیم کے سربراہ کی موجودگی کو شک میں ڈال دیا تھا۔

ہوٹل اونر کے متعلق جہاں تک اس نے معلومات اکھٹی کیں اس کے مطابق وہ پچھلے دس سال سے امریکہ میں مقیم تھا—اس دوران اس نے ایک دفعہ بھی متحدہ عرب امارات کا سفر نہیں کیا-امریکہ رہ کر ہی ہوٹل کے سارے معاملات سنبھالے-

اور آج کل ہسپتال میں داخل کینسر جیسی ملحق بیماری سے لڑ رہا ہے—

چاندنی بیگم کے ساتھ ساتھ وہ اس ویٹر پر بھی پہلے سے کڑی نگاہ رکھ رہا تھا-ہو نہ ہو وہ ضرور اس جگہ سے باخبر ہوگا۔

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط 11

پارٹ 1

شام کے سائے ہر طرف پھیل چکے تھے- رزق کی تلاش میں نکلے چرند پرند، انسان سب اپنے گھروں کو جارہے تھے-

کرنل خالد محمود سے میٹنگ کے بعد میجر میران یونٹ میں کچھ ضروری کام نبٹا کر اپنی سیاہ بی ایم ڈبلیو میں آ بیٹھے-

گاڑی ریورس کر کے یونٹ سے نکالتے ان کی گاڑی کا رخ کیپٹن کلثوم کے گھر کی طرف تھا–

کیپٹن کلثوم کی رہائش گاہ کے گھر باہر کار پارک کرتے میجر میران نے کلثوم کا نمبر ڈائل کیا-

جو کہ دوسری کوشش پر اٹھا لیا گیا-

"یس-" فون سپیکر پر کیپٹن کلثوم کی آواز ابھری-

"آئی ایم آؤٹ سائیڈ۔"

کہہ کر اس نے کال ڈس کونیکٹ کر دی-

سیٹ کی پشت پر سر ٹکائے میران نے آنکھیں موندلیں-

چھم سے رات والا منظر آنکھوں کے پردوں پر لہراتا اسے مسکرانے پر مجبور کر گیا-وہ جانتا تھا کہ اس نے پہلی ملاقات میں ہی بہار کو خود سے بہت زیادہ خوف زدہ کر دیا تھا-لیکن ایسا کرنا بہار اور اسکے مشن کے لیے ضروری تھا- بہار کو وہاں اکیلا کیمروں کے سہارے چھوڑنا خطرناک تھا۔ ویسے تو اس نے

www.urdunovelsmania.com

جسطرح شہربانو کو اپنے قابو میں کیا تھا ایسی کوئی حرکت نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ اس پر یقین نہیں کرسکتا تھا۔

اور کل رات ستارہ اور ملک عامر فرید کی گفتگو سنتے اس نے احتیاطا بہار کو چاقو تو دے دیا۔ پر فلحال جس طرح اس کی ذہنی کیفیت تھی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ خود کو کوئی نقصان نہ پہنچا لے۔ اس لیے میران نے اسے اپنی طرف سے تھوڑا ڈرانا چاہا پر وہ معصوم زیادہ ہی ڈر گئی تھی۔

وہ نجانے کتنی دیر ایسے ہی اپنی سوچوں میں کھویا رہتا۔ جب دوسری جانب کا دروازہ کھول کر بیٹھتی کیپٹن کلثوم کی آواز نے اسے متوجہ کیا۔

"السلام علیکم، سر۔" کہہ کر اس نے ہاتھ میں پکڑا پارسل میران کی جانب بڑھایا۔

فون پر اسکی بات کا مطلب سمجھتے کیپٹن کلثوم جلدی سے پارسل لیے نیچے آئی تھی۔

اپنی مصروفیات کی بناء پر اس نے کلثوم کو یہ پارسل ریسیو کرنے کو کہا تھا۔ جو کہ ترک آرمی میں موجود اسکے دوست علی کمال نے بھیجا تھا۔

پارسل پکڑ کر بیک سیٹ پر رکھتے اس نے کیپٹن کلثوم کے سلام کا جواب دیا۔

ایک نظر اس پر ڈالتے میران نے سیدھے ہو کر بیٹھتے کہا۔

"آر یو اوکے، کیپٹن؟" اسے کلثوم کچھ ٹھیک نہ لگی۔ اس لیے اس نے تشویش سے پوچھا۔

"یس، سر۔" سامنے ونڈ سکرین سے نظر آتی سڑک پر نظریں جمائے کلثوم نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"اینی پروبلم۔ آپ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہیں۔"

بٹن دبا کر گاڑی اسٹارٹ کرتے دوبارہ پوچھا۔ -اسکی آنکھیں اور سرخ ہوتی ناک دیکھ کر اس نے اندازہ لگایا۔ یا تو وہ کافی دیر روتی رہی ہے۔ یا پھر اسے نزلہ ہو گیا تھا-

"سر، نو پرابلم —بس تھوڑا سا نزلہ ہو گیا ہے-" کلثوم نے دھیمی لہجے میں اسے یقین دلاتے کہا-

"وش یو سپیڈی ریکوری -میں نے آپکو جو دوسرا کام کہا تھا۔ کیا وہ کر دیا ہے ؟" اسے جلد صحتیاب ہونے کی دعا دیتے میران کام کی بات پر آیا-

"یس سر، کر دیا ہے-"

مختلف شاہراوں سے گزرتی سیاہ بی ایم ڈبلیو کا رخ چیک میٹ کی طرف تھا۔ جہاں شہروز پہلے سے ان کا انتظار کر رہا تھا-

"اپنی پروگریس ؟" اس نے سوال کیا—

"سر، ابھی تک تو کوئی پروگریس نہیں-"

ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے دونوں ایک دوسرے سے بات کر رہے تھے-

"ہمم -" اسٹیرنگ ویل پر ہاتھ جمائے میران نے کہا-

●=====●=====●

اے چمن جب بھی پکارا تو نے
باندھ کے سر پہ کفن آئے ہیں

گول میز کے گرد کرسیوں پر براجمان وہ موجودہ صورتحال کو دیکھتے ہوئے پلان ترتیب دے رہے تھے- کانفرنس کال کے ذریعے سامنے لگی ایل-سی-ڈی میں کافی کے گھونٹ بھرتے میجر عمیر نظر آرہے تھے-

"میں اندر تو نہیں جاسکا۔ لیکن جتنا میں نے باہر کھڑے ہوکر جائزہ لیا۔ اس کے مطابق باہر کی طرح اندر بھی کوئی پہرہ دار موجود نہیں تھا-"کیپٹن شہروز نے آج کی رپورٹ دی-

"یقیناً اندر سیکورٹی ارینجمنٹ ایسی ہے کہ ان لوگوں کو کسی پہرے کی ضرورت نہیں ہوگی—"میران نے پرسوچ انداز میں کہا—

"بالکل! ایسا ہوسکتا ہے-"عمیر نے بھی اس کی تائید کی—

"سر، اگر اجازت ہو تو میں وہ آخری لڑکی بن کر اس ماہ اسمگل کرنے والی لڑکیوں کی تعداد پوری کرنا چاہتی ہوں-"کیپٹن کلثوم نے سوچ سمجھ کے کہا-

"اس طرح ہم ان لوگوں کے زیادہ قریب ہوجائیں گے-"

"کیپٹن، سیکرٹ سروسز میں یہ آپ کے کیرئیر کا پہلا کیس ہے-لمحہ بہ لمحہ صورت حال بدل رہی ہے—وہاں آپ کو نجانے کس طرح کے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ اور نجانے کتنی دیر رکنا پڑے—اگر آپ نے ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کیا ہے تو آپکو اجازت ہے-"میجر عمیر نے تمام حقائق سے آگاہ کرتے کہا-

"سر، میں نے سوچ لیا ہے-"کلثوم کا لہجہ مضبوط تھا—

"توپھر آپکے اس فیصلے کو سلام-" اسکرین پر نظر آتے عمیر نے کہا-

"کلثوم مجھے پورا یقین ہے چاہے حالات جیسے بھی ہوں۔ آپ جرات اور بہادری سے انکا سامنا کریں گی-اور آپ اس مشن کی اور خود کی پوری پوری حفاظت کریں گی-" خاموش بیٹھے میجر میران نے کیپٹن کلثوم سے کہا-اس کی بات کا مطلب وہاں موجود سب افراد سمجھتے تھے- یعنی جو بھی ہو کلثوم نے ایسے کرنا ہے اور کسی صورت مشن کو خطرے میں نہیں ڈالنا-

"یس سر—" کلثوم کے لہجے کی مضبوطی سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ایسا ہی کرے گی-

" بتول بہن .... سوری آئی مین کیپٹن شہروز آپ کیپٹن کلثوم کو لے جائیں اور ان کی تیاری میں مدد کریں —"

میران کے عمیر کے سامنے بتول بہن کہنے پر کیپٹن شہروز اسے گھور کے رہ گیا—

اب عمیر نے دس بندوں کے درمیان بیٹھ کر اسے تنگ کرنے کی غرض سے معصوم بنتے یہ پوچھا کرنا تھا کہ "شہروز، میرے بھائی یہ سب کو بتول بہن والا قصہ تو سنا نا، یار-"

"یہ میری بہن بتول کب پیدا ہوئی؟" عمیر نے کیپٹن شہروز کو روم سے نکلتا دیکھ آواز لگائی-

جس پر شہروز نے کیپٹن کلثوم کو لیے روم سے باہر نکلتے اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا-

ہنسی تو اسے بھی بہت آ رہی تھی مگر وہ ہنس کر کیپٹن کلثوم کے سامنے اپنا اور مذاق نہیں بنانا چاہتا تھا- اس لیے خاموشی سے باہر نکل گیا-

"میران تم نے رکنا تو نہیں ہے۔ لیکن میں اتنا کہوں گا بہت دہیان سے چلنا کیونکہ حالات بدلتے وقت نہیں لگتا-" جس پر میران نے عمیر کو خاطر جمع رکھنے کو کہا-

ابھی کچھ دیر پہلے کیپٹن کلثوم نے میٹنگ کے دوران بتایا تھا کہ ملک عامر فرید نے ستارہ کے ساتھ کل رات گیارہ بجے کا وقت طے کیا ہے-

●=====●=====●

رات دس بجے روشنیوں کے جزیرے دبئی کی سڑکوں، چوراہوں، گلیوں میں دن کا سماں تھا- جگہ جگہ سیاح اور مقامی باشندے پھرتے، شاپنگ کرتے، کھاتے پیتے، انسانی تخلیق کے حسین مناظر کو حیران ہوتے اپنے کیمروں میں محفوظ کر رہے تھے-

ایسے میں سیاہ ہوڈی پہنے میجر عمیر اس لفٹ والے ویٹر کا پیچھا کر رہے تھے۔ جو کچھ دیر پہلے ہوٹل سے باہر نکلا تھا—پیدل چلتے مختلف گلیوں سے گزرتے وہ قدرے تاریک گلی میں داخل ہوا۔ اور کچھ قدم چل کر ایک بوسیدہ سے دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا—

اس کا پیچھا کرتے میجر عمیر گلی کے کارنر پر ہی رک گئے-

اطراف میں دائیں بائیں دیکھتے اس نے ہوڈی کی جیب میں سے ایک چابی نکالی اور دروازے پر لگے لاک میں گھمائی—اندر داخل ہوتے ایک مرتبہ پھر دروازے سے سر نکال کر باہر دیکھا اور خالی گلی کو دیکھتے مطمئن ہو کر دروازہ بند کر دیا-

دروازہ بند ہونے کی آواز پر میجر عمیر نے ایک نظر ساری گلی کو دیکھا جو کہ ایک بند گلی تھی-

انہوں نے کچھ دیر ارد گرد کا جائزہ لیا-انہیں کوئی قابل گرفت بات نظر نہیں آئی-

ایک نظر اس بوسیدہ دروازے پر ڈالتے صبح وہاں دوبارہ آنے کا ارادہ کرتے عمیر پلٹ گیا- کچھ دور لگے بینچ پر بیٹھتے وہ اس ویٹر کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا-

●=====●=====●

راہداری سے گزرتے وہ ویٹر ایک دروازے کے سامنے جا کھڑا ہوا- اندھیرے میں ڈوبی راہداری میں محض فرش میں نصب سرخ بتیاں راستہ دکھا رہی تھیں-

دروازے پر لگے سینسر پر دائیں ہاتھ کا انگوٹھا لگایا۔ جس سے ایک بیپ کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلتا چلا گیا-

روشنیوں میں ڈوبے نفاست سے سجے کمرے میں اے سی کی کولنگ کے باعث ٹھنڈک تھی۔

"تاکی تم آ گئے۔ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا تھا-" کرسی پر بیٹھے نحیف شخص نے ایک نظر اندر آنے والے تاکی نامی ویٹر پر ڈالتے بائیں بازو پر بنے سانپ کے ٹیٹو کو رگڑتے کہا-

اس کی بات کو نظرانداز کرتے چہرے پر سرد تاثرات سجائے تاکی نے کمرے میں موجود روم ریفریجریٹر میں سے پانی کی بوتل نکالی— بوتل کھول کر اس نے ٹیبل پر رکھے گلاس میں پانی انڈیلا۔ پھر ہوڈی کی جیب میں موجود شیشی سے دوائی نکالی-

وہ شخص ابھی بھی اپنے بازو پر بنے ٹیٹو کو رگڑنے میں مصروف تھا— مسلسل ایسا کرنے سے بازو کی سطح سرخ پڑ چکی تھی-

تاکی نے اسکاٹیٹو والا ہاتھ تھام کر اس پر دوائی رکھی۔ اور دوسرے ہاتھ میں پانی سے بھرا گلاس پکڑایا-
"تاکی، آج پھر میرے ہاتھ سے آوازیں آرہی تھیں- یہ، یہ سانپ نکل کر مجھے مار دیں گے- تم انکو نکالو۔ تم اس نشان کو میرے ہاتھ سے غائب کردو-" دھیمی آوازمیں کہتے اس شخص کی آواز اونچی ہوتی گئی۔

ہاتھ میں پکڑا گلاس اس نے پوری قوت سے نیچے پھینکا۔ لیکن قالین بچھے ہونے کے باعث گلاس نہیں ٹوٹا- دوائی بھی نیچے گر گئی تھی-

"چپ کر کے یہ دوائی کھالو۔ ورنہ میں خود تمہیں سانپ کے آگے ڈال آؤں گا-" دھیمے لہجے میں غراتے اس نے ایک بار پھر اس کے ہاتھ میں دوائی اور گلاس تھمایا-

جس کا چیخنے کے باعث بری طرح سانس اکھڑ چکا تھا- اب کی بار اس نے چپ کر کے دوائی کھالی-

"آفرین-" دوائی کھانے پر اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھے تاکی نے کہا-

●=====●=====●

نیلے شیشوں والی اسپیشل گلاسز کی مدد سے اس نے بہت کم ٹائم میں زہے نصیب کی پوری عمارت کو محفل کے دوران چلتے پھرتے چیک کرلیا- اتنی جلدی کام ہونے پر اس نے دل ہی دل میں علی کمال کا شکریہ ادا کیا-

ان اسپیشل گلاسز کی مدد سے وہ اینٹ، لکڑی، لوہے یا شیشے کی بنی کسی بھی چیز کے آر پار دیکھ سکتا تھا-

محفل ختم ہونے سے کچھ دیر پہلے میران نے شہر بانو کا کمرا چیک کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے کمرے چیک کیے۔ جہاں اسے کچھ بھی نہ ملا۔

بس چاندنی بیگم کا کمرا رہ گیا تھا۔ وہ وہاں جانے کا سوچ ہی رہا تھا کہ اسکے فون پر کیپٹن شہروز کی کال آ گئی۔

اب کسی بھی ٹائم شہر بانو اس جانب آنے والی تھی۔ اس لیے کال ریسیو کرتے وہ سیڑھیاں چڑھتا اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

زہے نصیب پہنچ کر کمرے میں جانے کی بجائے میران سیدھا محفل میں گیا تھا۔ سارے دن کے بعد اب آگے کام کرنے سے پہلے اس نے بہار کی خیر خبر لینے کا سوچا۔

"کوڈ، پلیز۔" میران نے کہا۔

"ہم ایک اور ایک" اسپیکر پر کیپٹن شہروز کی آواز ابھری۔

"چار ہیں۔" میران نے جملہ مکمل کیا۔

"کیا سچویشن ہے؟" دائیں کان اور کندھے کے درمیان موبائل رکھے کہا۔ اور جیب میں موجود چابی سے تالا کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔

دروازہ بند کر کے اس کی پہلی نظر صوفہ پر بیٹھی بہار پر پڑی جو بائیں ہتھیلی پر چہرہ ٹکائے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھنے میں مصروف تھی۔

فون ہاتھ میں منتقل کرتے وہ بیڈ کی جانب بڑھ گیا۔

"سر، کل شام سات بجے کا ٹائم سیٹ ہوا ہے۔"

"اوکے، باقی سب کو بھی انفارم کردو- اور فریاد نے اپنی پوزیشن لے لی؟ کیا رپورٹ ہے؟

"یس سر، لے لی ہے—اور فلحال وہاں کوئی ہلچل نہیں-"

"اوکے، بی کیئرفل-"کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔ اپنا سیاہ اسمارٹ فون سائیڈ ٹیبل پر رکھا- اور بہار کی جانب دیکھا-

جو ہنوز ویسے ہی بیٹھی تھی- بیڈ پر پڑا تکیہ اٹھا کر ٹیک لگانے کی غرض سے بیڈ کراؤن کے ساتھ لگایا۔ تو اس کی نظر تکیے کے نیچے رکھے چاقو پر پڑی-

چاقو اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر پڑے موبائل کے ساتھ رکھتے اس نے بہار کو مخاطب کیا—

"کچھ کھایا لو؟" کھلی ہوئی باسکٹ وہ دیکھ چکا تھا۔ لیکن بات کرنے کی غرض سے اس نے نرمی سے پوچھا-

ٹانگیں نیچے لٹکائے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے میران اس کو دیکھتا ہوا اس کے جواب کا منتظر تھا-

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

●=====●=====●

تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ویٹر اس گلی سے باہر نکل کر دائیں جانب مڑا۔ اور ہوڈی کے جیب میں ہاتھ ڈالے سر جھکائے چل پڑا-

میجر عمیر کچھ فاصلے سے اسکا پیچھا کرنے لگے-

کچھ دور واقع ٹیکسی اسٹینڈ پر پہنچتے وہ ویٹر ٹیکسی کرواکے اس میں سوار ہو گیا-

اسکے پیچھے ہی میجر عمیر نے بھی ٹیکسی کروائی۔

ٹیکسی والے کو آگے والی ٹیکسی جس میں وہ ویٹر سوار تھا فالو کرنے کا کہا-

ٹیکسی کو شناسا راستوں کی جانب گامزن دیکھ کر میجر عمیر سیدھے ہو کر بیٹھے۔

جس بلڈنگ کے باہر وہ ٹیکسی رکی وہ عمیر کو چونکانے کے لیے کافی تھا۔

کچھ دور ٹیکسی روک کر ڈرائیور کو پیسے دیتے وہ اتر گئے۔

عمیر وہاں موجود درختوں میں سے ایک کی اوٹ میں چھپ کر اس ویٹر کو دیکھنے لگا۔ جو ٹیکسی سے اتر کر بلڈنگ کے اندر داخل ہوا تھا-اسکے اندر داخل ہونے پر میجر عمیر نے کمر کے پیچھے سے اپنی پسٹل نکال کر لوڈ کی اور خود بھی بلڈنگ کے اندر داخل ہو گئے-

اندر جاتے ہوئے عمیر کے ذہن میں ایک ہی سوال تھا۔

کیا وہ کسی trap میں پھنس گیا ہے؟

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کئی رازوں سے پردہ اٹھاتے نئی الجھنوں، مشکلات، خطروں کے دروازے کھولتا چلا جا رہا تھا-

●=====●=====●

زخم پہلے مٹیں نا

آ کے اور دیتے ہیں

مانو جن کو سہارا

وہی چھوڑ دیتے ہیں

پورا دن بہار کا انتظار میں گزرا تھا- دوپہر سے شام، شام سے رات اس نے ایک ایک گھڑی گن گن کر گزاری تھی- اب تو اسے ایسا لگ رہا تھا کہ شاید وہ نہیں آئے گا-

اس انجان جگہ پر نجانے کیوں اسے کل سے زیادہ خوف محسوس ہو رہا تھا- کمرے میں پھیلی لائٹس کی روشنی میں وہ ہتھیلی پر چہرہ گرائے اپنی ماں کو یاد کر رہی تھی— آنکھوں میں بار بار جمع ہونے والے آنسوؤں کے ریلے کو آنکھیں جھپک جھپک کے پیچھے کرتی-

رات بارہ سے ایک کے درمیان باہر تالا کھلنے کی آواز پر اس کا دل تیزی سے ڈھر کنے لگا-

دماغ نے کہا کہ کیف خان کا دیا چاقو بیڈ سے اٹھا لے۔ لیکن ٹانگوں نے اس کا بوجھ سہارنے سے انکار کر دیا—

اتنے میں دروازہ کھلا۔ اور کیف خان اندر داخل ہوا- اسے دیکھ کر دل کو کچھ قرار آیا۔ ورنہ اس وقت کسی اور کے آنے کا سوچ کر وہ خاصا ڈر گئی تھی—

نجانے کون ہوتا؟

کیا کرتا؟

کیا چاہتا؟

ڈھرکنیں ابھی بھی معمول سے تیز چل رہی تھیں مگر وہ لاپرواہ بنی بیٹھی رہی۔

بہار نے چور نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ فون کان سے لگائے دھیمی آواز میں نجانے کس سے رازو نیاز کر رہا تھا۔

اسکے کان پر لگا فون دیکھ کر اسے بہت خوشی ہوئی۔ اسکے دیکھنے سے پہلے اس نے دوبارہ نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔

ابھی وہ ایسے ہی بیٹھی رہتی کہ کیف خان کے خود کو پکارنے پر دل اچھل کر حلق میں آیا۔ لیکن وہ خاموش رہی۔

کچھ پوچھا ہے؟" اسے جواب نا دیتے دیکھ۔ بہار کو بولنے پر اکسانے کے لیے میران نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔

نجانے سارا دن بند کمرے میں اکیلی بیٹھی کیا سوچتی رہی ہوگی۔

"بہار، میرا نام بہار حسن ہے۔" سیدھے ہو کر بیٹھتی نظریں نیچے جھکائے اس نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔" اس کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرتے میران نے ویسے ہی لیٹے ہوئے کہا۔

"جانتے ہیں تو پھر بہار کہہ کر ہی بلایا کریں۔" تھوڑی اور ہمت کرتے ہوئے اس نے کہا۔

نہ جان نہ پہچان یہ بندہ جب سے ملا تب سے لو، لو کہہ کر ہی پکارے جا رہا تھا۔

کچھ پل تو میران اسے دیکھتا رہا پھر اس کی بات کا مطلب سمجھ آنے پر ہنس دیا۔

اسکے ہنسنے پر نجانے کیوں بہار کو شرمندگی سی محسوس ہوئی۔

"اوکے، اوکے آئی ٹیک مائی ورڈ بیک —" میران نے ہنستے ہوئے کہا-

"تو پھر بہار حسن آپ نے کچھ کہا یا-"

اس نے دھیمے سے ہاں میں سر ہلا دیا۔

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_11

پارٹ_2

سرخ اینٹوں والی عمارت روشنیوں سے جگمگا رہی تھی۔

"کل کام ہوجائے گا نا۔ میرے بھائی، تیرے بھروسے میں نے اپنے کسی ساتھی کو لڑکی تلاش کرنے کا نہیں کہا-" صفدر نے اپنے ساتھ کھڑے، شاہ رخ کو کہا-

وہ دونوں اس وقت زہے نصیب کے مرکزی دروازے پر کھڑے آنے جانے والے لوگوں کو تاڑ رہے تھے-

"ہاں، ہاں میری چچا سے پوری بات ہوگئی ہے—چچا نے تیرے سامنے ہی تو فریحہ کے کاغذ دیئے ہیں—بس اب کل شام کو اٹھا لائیں گے-" کیپٹن شہروز نے کہتے ہوئے اسکے کندھے کے گرد اپنا بازو پھیلایا-

"پرسوں چاندنی بیگم کی واپسی ہے-اس کے آنے سے پہلے گنتی پوری کرنی ہے-" صفدر بولا-

"بھائی بنایا ہے تو بھروسہ رکھ-" اس کے کندھے پر دباؤ ڈالتے کہا—

"لگتا نہیں تھا۔ لیکن میرا بھائی دھندے کو بڑی جلدی سمجھ گیا ہے—" صفدر نے اسے داد دینے والے انداز میں کہا—

"بس ضرورت سب سکھا دیتی ہے—"

"ایسا ہی ہے-"

"ویسے بڑی بات ہے اتنی بڑے بڑے آفسر ادھر آتے ہیں—میرے خیال ہے اس لیے ادھر ہاتھ ڈالنے کی کسی میں ہمت نہیں—" شہروز نے مرعوب ہونے کی اداکاری کرتے کہا۔

"ہاتھ ڈالنا بھی چاہیں تو نہیں ڈال سکتے۔ چاندنی بیگم کے پاس سب کھلونوں کی چابی ہے-" صفدر اکڑا۔

"صفدر صاحب ایک دفعہ یہ چابی ہمارے ہاتھ لگنے دو۔ پھر دیکھنا ہم تم لوگوں کو اور تمہارے کھلونوں کو کیسے کھیلاتے ہیں۔"

●=====●=====●

عمیر اندر داخل ہوا تو اسے لفٹ کے بند ہوتے دروازے میں اس ویٹر کی پشت دکھائی دی۔

لفٹ کو آٹھویں فلور پر جاتا دیکھ عمیر نے جلدی سے دوسری لفٹ کا بٹن پریس کیا۔

جیب میں رکھا موبائل نکال کر مریم کو کال ملائی—ساتھ ہی لفٹ کا بند دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوا—

بیل جارہی تھی لیکن وہ اٹھا نہیں رہی تھی۔

"اف، مریم، اف۔" مریم کو فون نہ اٹھاتے دیکھ اس نے جلدی سے مریم کے والد شفیق صاحب کو کال ملائی—

لفٹ پانچویں منزل پر پہنچ چکی تھی اس کی کیلکولیشن کے مطابق دوسری لفٹ اس وقت چھٹی منزل پر تھی۔

چوتھی بیل پر شفیق صاحب نے کال اٹھاتے "السلام علیکم!۔" کہا۔

"انکل آپ جلدی مریم اور آنٹی کو لے کر ایک کمرے میں ہوجائیں۔ اور پلیز کسی کے لیے بھی دروازہ نہ کھولیے گا۔" ان کی نیند بھری آواز سن کر عمیر نے اپنے لہجے کو حتی الامکان نارمل رکھتے ہوئے کہا۔

اس نے اسکرین کو دیکھا جہاں ساتویں منزل لکھا آرہا تھا۔ یعنی وہ شخص آٹھویں منزل پر پہنچ چکا تھا۔

اس وقت اس کا مقابلہ اس شخص سے ہونے کے ساتھ ساتھ ، وقت سے تھا-ایک ایک لمحہ اس پر بھاری گزر رہا تھا-

"بیٹا ٹھیک ہے—"اس کی بات سن کر شفیق صاحب اپنے اوپر پڑا کمبل ہٹاتے جلدی سے اٹھے اور ساتھ والے کمرے میں چلے گئے۔ جہاں مریم اور ایان کے ساتھ ان کی بیوی محو خواب تھیں—دروازہ بند کرتے انہوں نے لاک لگایا ہی تھا کہ فلیٹ کی بیل بج اٹھی جس کو فون کی دوسری سائیڈ پر موجود عمیر نے بھی بخوبی سنا تھا-

"بیٹا میں نے روم لاک کر لیا ہے-"شفیق صاحب نے کہا—

وہ سمجھ گئے تھے کہ ضرور کوئی نہ کوئی بات ہے-

"انکل میں بس آرہا ہوں-چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ آپ اندر ہی رہیے گا-"کہہ کر اس نے کال رکھی اور ساتھ ہی لفٹ کا دروازہ کھلتا چلا گیا—

سامنے ہی وہ ویٹر کھڑا بیل بجا رہا تھا-

عمیر خاموشی سے چلتے ہوئے اس کے قریب آیا۔ اور اپنی نائین ایم ایم پسٹل کی نال اسکی کمر پر رکھ دی-

اس کے کان کے اندر دھیمی لیکن سرد آواز میں غراتے ہوئے پوچھا۔

"کون ہو تم ؟"

تاکی جو بیل بجاتا دروازہ کھلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اپنی کمر پر کسی چیز کا دباؤ محسوس کرتے ایک پل کو آنکھیں بند کر گیا- کان کے قریب سرد آواز میں کیے گئے سوال پر اس نے دل میں خود سے ہمکلام ہوا۔

"ابھی اتنی جلدی نہیں۔" اگلے لمحے اس نے آنکھیں کھولیں اور پھرتی سے پیچھے کھڑے شخص کے گھٹنے پر اپنے دائیں بوٹ سے ایک زوردار ضرب لگائی-

جس سے عمیر اپنی جگہ سے ایک انچ پیچھے ہوا- تاکی نے اس کی جانب رخ کرتے اپنی ایک ٹانگ اوپر کرتے اس کے پیٹ پر ضرب لگانی چاہی۔

لیکن عمیر نے نہایت پھرتی سے اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچی اور وہ ویٹر کمر کے بل نیچے کو گرا—

وہ اس جوابی کارروائی کے لیے تیار نہ تھا۔ جس کے باعث اسکا سر کافی زور سے زمین پر لگا-

اپنے دکھتے سر کو تھامے وہ اٹھنے ہی لگا تھا کہ سامنے کھڑے شخص کی بات پر دونوں ہاتھ سر کے پیچھے رکھتے لیٹا رہا-

"بالکل بھی مت ہلنا-" عمیر نے اس پر گن تانتے کہا-

ابھی وہ اس سے کچھ اور پوچھتا کہ اس ویٹر کی بات پر حیران ہوا-

"کیا آپ شفیق انکل کے داماد عمیر ہیں؟" تھوڑا غور کرنے پر تاکی نے اسے پہچان لیا-

دونوں مرتبہ اس ویٹر سے سامنے پر اس نے ماسک میک اپ کیا ہوا تھا—جس میں اس کو پہچاننا ناممکن تھا—لیکن اس ویٹر نے اسے اسکی اصل پہچان سے پکارا تھا-

"یہ ویٹر کون تھا؟

"اس کے بارے میں کتنا اور کیا جانتا تھا؟"

"میں صیام ہوں- شفیق انکل مجھے جانتے ہیں—ان سے ہی ملنے آیا ہوں—"تاکی نے اپنی صفائی دیتے کہا۔

خاموش نظروں سے اسے دیکھتے عمیر نے کچھ سوچتے ہوئے فون نکال کر شفیق صاحب کو کال ملائی۔

جس کو انہوں نے پہلی ہی بیل پر اٹھا لیا-

"انکل کیا آپ کسی صیام کو جانتے ہیں؟" ان کے فون اٹھانے پر عمیر نے کہا-

صیام نامی شخص ابھی بھی اس کی نائین ایم ایم کے نشانے پر تھا-

"صیام۔"شفیق صاحب نے زیر لب نام دہرایا۔

"ہاں بیٹا بہت اچھے سے جانتا ہوں-اس کے والد صاحب میرے بہت اچھے دوست تھے—"شفیق صاحب بولے-

"کیا جاب کرتا ہے؟" اس کا مقصد یہ جاننا تھا کہ وہ صیام کو کتنے قریب سے جانتے ہیں—

"ویٹر ہے۔ہوٹل میں جاب کرتا ہے—"شفیق صاحب نے بتایا—انہیں سمجھ نہیں آیا کہ یہاں پر صیام کا کیا ذکر ہے—

"اوکے-"کہہ کر کال رکھی اور اس پر تانی اپنی پسٹل کو واپس بیلٹ میں لگاتے اسے دیکھنے لگا-

"کیا میں اب اٹھ سکتا ہوں؟" تاکی نے اس کی اندر تک کھوجتی نگاہوں سے نظریں چرا کر کہا- یقیناً یہ شفیق انکل کا داماد اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ جانتا تھا-

"ہمم ، میرے پیچھے آؤ—"کہہ کر عمیر لفٹ کی طرف بڑھا-

تاکی بھی اپنا سر پکڑے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور عمیر کے ساتھ لفٹ میں سوار ہوا- بند ہوتی لفٹ کی منزل اس چودہ منزلہ عمارت کی روف ٹاپ تھی-

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط12

سنے کون میری یہ داستاں

کوئی ہم نشیں ہیں نہ رازداں

رات کی سیاہی قطرہ قطرہ پھیلتی ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی- کھڑکیوں کے آگے سے پردہ ہٹا تھا۔ جس کی وجہ سے کمرے میں لگے بلب کی مدہم روشنی کے ساتھ چاندنی کمرے میں گرتی اسے روشن کرنے کی کوشش کر رہی تھی-

وہ وہیں صوفہ پر بیٹھی بیڈ پر کروٹ کے بل سوتے کیف خان کو دیکھ رہی تھی- جسے سوئے ہوئے ایک گھنٹے سے اوپر وقت ہو گیا تھا-

یہی صحیح وقت ہے دل ہی دل میں سوچتی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی—

اس کا ارادہ کیف خان کا فون لے کر پولیس کو کال کرنے کا تھا-

جب سے اس کے ذہن میں یہ خیال آیا تھا۔ وہ اپنے آپ کو جتنی ملامت کر سکتی تھی وہ کرتی رہی۔ اگر کل ہی وہ اپنے حواس پر قابو پا کر عقل سے سوچتی تو شاید وہ ابھی اس جگہ، کیف خان کے نکاح میں نہ ہوتی-

بہر حال ابھی بھی دیر نہیں ہوئی تھی۔ وہ دبے پاؤں چلتی اس کے سرہانے آ کھڑی ہوئی- جہاں سائیڈ ٹیبل پر چاقو کے ساتھ کیف خان کا موبائل رکھا تھا-

ایک نظر سوئے ہوئے کیف خان کی پشت پر ڈالتے بہار نے آہستہ سے ہاتھ فون کی طرف بڑھایا—ابھی وہ موبائل کو اٹھانے ہی والی تھی کہ ایک جھٹکے سے کروٹ بدلتے میران نے اس کی کلائی پکڑی-

"آہ!" بوکھلا کر کراہتی، وہ ایک قدم پیچھے ہٹی-

اس کی کلائی پکڑے، میران کہنی کے بل ذرا سا اٹھا، اور اسے دیکھا—

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"کیا کر رہی تھیں؟" وہ جو بس آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔ اس کے تیز کانوں سے کمرے میں ہونے والی خاموش ہلچل مخفی نہ رہی تھی۔ اپنی پشت پر اس کی موجودگی محسوس کرتے اسکا فوراً دھیان سائیڈ ٹیبل پر پڑے اپنے موبائل اور چاقو کی طرف گیا۔

ابھی بہار میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کل رات ہونے والی گفتگو کو فراموش کرتی اس پر حملہ کرنے کی کوشش کرے۔ تو یعنی وہ اس کا فون لینے کی غرض سے آئی تھی۔

بہار کے جواب نے اس کے اندازے کو یقین میں بدل دیا۔

"میں!" اس نے ایک بار تصدیق کرنی چاہی کے کیا وہ اسی سے پوچھ رہا ہے۔

"جی، آپ ہی۔ کیا کر رہی تھیں؟"

"چاقو.... چاقو لینے آئی تھی۔" اس کا سانس ابھی تک جیسے رکا ہوا تھا۔

"چاقو لینے آئی تھی یا..." اس نے کہہ کر ایک نظر چاقو کے ساتھ پڑے اپنے فون پر ڈالی۔

"میں نے آپ کے فون کا کیا کرنا ہے۔" اس کی نگاہوں کا سفر دیکھتے ہوئے اس نے جلدی سے وضاحت دی۔

میران نے ایک خاموش نظر اس پہ ڈال کر، اپنے ہاتھ میں موجود اس کی کلائی کو دیکھا جہاں اس نے لاکٹ کو بریسلٹ کی صورت پہنا ہوا تھا۔ ہلکا سا مسکراتے ہوئے اس نے کلائی چھوڑ دی۔

بہار نے جلدی سے، ذرا لرزتے ہاتھوں سے چاقو اٹھایا اور صوفہ پہ آ بیٹھی۔

"کیا تمہارا مجھے مارنے کا ارادہ تھا؟" سر واپس تکیے پہ ڈالے، وہ اب اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

www.urdunovelsmania.com

"نہیں، نہیں تو-" اس نے ہاتھ میں پکڑے چاقو کو اپنی سر پر لی کالی چادر کے کونے میں لپیٹ کر باندھا- دل ابھی بھی دھک دھک کر رہا تھا-

"بالکل۔ ایسا سوچنا بھی مت ابھی ہمارے نکاح کو ٹائم ہی کتنا ہوا ہے۔" بہت دلچسپی سے اسے دیکھتے میران نے چھیڑا-

بہار اس سے بات کر رہی تھی خاموش رہنے یا سر ہلانے کی بجائے جواب دے رہی تھی—اسے اچھا لگ رہا تھا—

"میں ایسی نہیں ہوں۔" پتا نہیں وہ کیا سمجھ رہا تھا- دل الگ بار بار بھر آ رہا تھا- شرمندگی کہ وہ جان گیا تھا، وہ اس کا فون لینے آئی تھی- اور اوپر سے اتنی زور کا ہاتھ پکڑا تھا-

"جانتا ہوں-" زیرلب کہتے ہوئے وہ بیڈ سے اٹھا—اپنا موبائل اٹھائے، اس کے پاس سے گزرتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا-

تالا لگنے کی آواز پر کب سے آنکھوں پر باندھا بند ٹوٹا اور لڑیوں کی صورت آنسو نکلتے دونوں گالوں پر پھسلتے چلے گئے—

●=====●=====●

روم سے نکل کر وہ نیچے چاندنی بیگم کے کمرے میں آ گیا- اپنے اسپیشل گلاسز کی مدد سے دیواروں کو چیک کرتے ہوئے اسے کمرے میں آویزاں چاندنی بیگم کی تصویر کے پیچھے ایک سیف ملا—

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

اب وہ سیف کے سامنے کھڑا اپنے موبائل پر کچھ کرنے میں مصروف تھا۔کمرے میں محض اس کے دوسرے ہاتھ میں پکڑی پینسل لائٹ کی روشنی تھی۔

کام ہوتے ہی اس نے ایک بٹن پریس کیا جس سے موبائل کے اوپر والے حصے سے ایک چھوٹا سہ اسکینر نکلا۔اسکینر کو سیف کے سینسر کے قریب لے جا کر اس نے اس پر موجود فنگر پرنٹ اسکین کیا۔پھر اسے سینسر پر رکھ کر اپنا انگوٹھا لگایا۔ اور سیف کھل گیا۔

موبائل کو پاکٹ میں رکھتے اس نے سیف کے اندر موجود ایک ایک چیز کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ سیف میں ایک عدد فائل، پیسوں، جواہرات کے سوا کچھ موجود نہ تھا۔میران نے فائل نکالی کہ اس میں موجود چند تصاویر پھسل کر نیچے گر گئیں۔نیچے جھکتے اس نے تصاویر اٹھائی تو اسے تصویر دیکھ کر شدید حیرت ہوئی۔

ان تصویروں کو اور اس میں موجود ڈاکومنٹس کو اس نے اسکین کیا۔

اس فائل میں زہبے نصیب کے کاغذات نامزدگی ہونے کے ساتھ ساتھ آج تک کی ہر ڈیل کا ریکارڈ موجود تھا۔یہ کاغذات آگے جا کر ان کے بہت کام آنے والے تھے۔

سیف کو بند کر کے اس نے چاندنی بیگم کی تصویر واپس اس کی جگہ لگائی۔ اور کمرے میں موجود الماری کی طرف بڑھا۔

ایک بار پھر اس نے اپنے موبائل کا استعمال کیا۔ موبائل کی سائیڈ پر موجود بٹن کو دبایا جس سے لاک کھولنے والی ایک چھوٹی ٹول کٹ نکلی۔لاک کٹ کی مدد سے الماری کھولتے وہ الماری چیک کرنے لگا۔

الماری میں موجود واحد دراز کا جب اس نے لاک کھولا تو اندر چالیس پچاس کے لگ بھگ یو-ایس-بی پڑی تھیں—

چاندنی بیگم اتنی بیوقوف نہیں ہو سکتی تھی کہ ساری انفارمیشن اسطرح سامنے رکھتی—اب دو ممکنات تھیں—

یا تو اوریجنل یو ایس بی ان میں موجود تھی—

یا یہ ایک بلفٹ تھا۔ کوئی بھی یو ایس بی اوریجنل نہیں تھی—

اب یہ جاننے کا واحد حل تمام یو-ایس-بی کو موبائل میں لگا کر چیک کرنا تھا—انہیں چیک کرنے سے پہلے وہ سائیڈ ٹیبل کی جانب بڑھا اور اس کے دراز نکال کر اوپر نیچے اندر باہر سے ٹٹولنے لگا—یہی عمل اس نے کمرے میں موجود ہر چیز کے ساتھ دوہرایا-

اسے یہاں پر بیس منٹ سے اوپر وقت ہونے والا تھا۔ لیکن اسے ابھی تک اپنی مطلوبہ چیز نہیں ملی تھی-

کمرے کے وسط میں کھڑے میران نے عینک کے شیشوں کے پیچھے چھپی سنہری آنکھیں بند کیں۔ اور تیزی سے سوچنا شروع کیا-

وہ ابھی تک زہبے نصیب کی ساری عمارت کی چھان بین کر چکا تھا—اب جو آخری جگہ بچی تھی وہاں موجود سیف میں تو انفارمیشن نہ تھی—

کسی بھی چیز کو چھپانے کے عموماً دو طریقے کارہوتے ہیں—

آنکھوں سے اوجھل، پہنچ سے دور—

آنکھوں کے سامنے، پہنچ سے دور—

توجب اسے اپنی مطلوبہ چیز کسی سیف یا چھپی ہوئی جگہ پر نہ ملی ۔ تو اس کا مطلب تھا وہ چیز آنکھوں کے سامنے، پہنچ سے دور ہے-

آنکھیں کھولتے وہ وہیں کھڑے پرسوچ نگاہوں سے کمرے میں موجود ایک ایک چیز پر لائٹ ڈالتا ان کا جائزہ لینے لگا-

ایک بار، دو بار، تین بار—

چوتھی دفعہ اسکا ہاتھ سنگھار میز کی سمت رک گیا—وہ تیزی سے میز کے قریب آیا۔ اپنے اسپیشل گلاسز کی مدد سے ٹیبل پر پڑے میک اپ، جیولری باکس کو چیک کرنے لگا۔ اور پھر اسے زیادہ دیر نہ لگی—

لپ اسٹک سٹینڈ میں موجود ایک لپ اسٹک، میں اسٹک ہونے کی بجائے یو ایس بی موجود تھی-

سنہری آنکھوں میں چمک ابھری-اس نے لپ اسٹک اٹھا کر کھولتے یو-ایس-بی کو اپنے موبائل میں موجود پورٹ پہ لگایا- جونہی اس نے اسے کھول کر چیک کیا—

ہزاروں کی تعداد میں ویڈیوز اور تصاویر اسکرین پر نمودار ہوتی گئیں—چند ایک کو چیک کر کے اس نے سارا ڈیٹا کاپی کرنا اسٹارٹ کیا—

●=====●=====●

دوپہر شام میں ڈھلتے ہوئے نارنجی رنگ کے آسمان کو آسمانی کر رہی تھی–آسمان پر رنگوں کی تبدیلی کا دلکش کھیل چل رہا تھا-

"میں آگیا... میری غزال.... تو کہاں چھپی تھی... میں آرہا ہوں-" شہربانو کے گھر میں داخل ہوتے نشے میں دھت ملک عامر فرید مسلسل بڑبڑا رہا تھا-اس کا خاص ملازم اس کے پاس نہ تھا۔ اس لیے وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے یہاں پہنچ گیا-

گیٹ پر اس کا تصادم بشیر سے ہوا۔ لیکن چاندنی بیگم ہال کی کھڑکیوں میں سے یہ منظر دیکھتی ستارہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے چپ رہنے کا کہا-

وہ بھی رات کی بجائے ملک عامر فرید کی اس وقت آمد پر لمحے بھر کو پریشان ہوئی تھی۔ لیکن اپنے پیچھے تخت پر کیف خان کے ساتھ محو گفتگو شہربانو کو دیکھتے اس نے اپنے پلان میں کچھ ردوبدل کی جس سے سانپ بھی مر جاتا اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹتی-چہرے پر شاطرانہ مسکراہٹ سجائے وہ باہر نکل گئی-

سیڑھیاں چڑھتے عامر فرید دو تین بار لڑکھڑایا۔ ریلنگ کا سہارا لیتے وہ اللہ اللہ کر کے اوپر پہنچا-دروازے کے سامنے کھڑا وہ اپنی واسکٹ کی جیب ٹٹولتا چابی تلاش کر رہا تھا۔ جو کل رات ستارہ نے اسے دی تھیں-

اوپری جیب سے چابی نکالتے اس نے تالے میں گھمائی۔ اور تالا زور سے نیچے پھینکا–

"میں آگیا...ملک عامر فرید آیا ہے.... بڑا مزہ آئے گا-" اول فول بکتے وہ دروازے پر لگی کنڈی کھولنے لگا جو کہ پھنس پھنس کے کھل رہی تھی–

بہار جو اندر اپنے ہی خیالوں میں مگن گود میں رکھے روسٹڈ باداموں کے پیکٹ میں سے بادام کھا رہی تھی ۔ باہر کسی چیز کے گرنے کی زوردار آواز سے ہڑبڑا کر اٹھی ۔ جس کے باعث گود میں رکھا پیکٹ نیچے گرا۔ کچھ بادام پیکٹ سے نکل کر فرش پر بکھر گئے-

کنڈی کھولنے کے ساتھ کسی اور مرد کی آواز سنتے وہ دیوار کے ساتھ جا لگی-تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ اسکا جسم ہولے ہولے کانپتا بے جان ہونے لگا-اس کے ذہن میں ایک ہی بات گردش کر رہی تھی-

وہ اکیلی ہے-کیف خان یہاں موجود نہیں ہے۔

ڈر سے آنکھیں بند کرتے اس نے اپنی چادر کے کونوں کو سختی سے دبوچا کہ چادر میں باندھے چاقو سے اسکی انگلیاں ٹکرائی-

کیف خان یہاں موجود نہیں ہے وہ اکیلی ہے تو ایسی صورت حال میں اس نے کیا کرنا ہے ؟

کیف کی کہی بات یاد آتے ہی اس نے تیزی سے چادر میں باندھا چاقو نکالا-ابھی وہ سیدھی ہی ہوئی تھی کہ دھاڑ کی آواز سے دروازہ کھلا اور کوئی شخص اندر داخل ہوا-

●=====●=====●

اوہ....اوہ میری ہرنی.... میری غزال...." لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہتا وہ قدم قدم اس کی جانب بڑھ رہا تھا-

میرے قریب مت آنا۔ میں ماردوں تمہیں گی—دور.... مجھ سے دور رہو-" رندھی ہوئے آواز میں اسے کہتے بہار نے دائیں ہاتھ میں پکڑا چاقو اسکی جانب کرتے اسے ڈرانے کی کوشش کی۔ وہ جو پہلے ہی دیوار سے چپکی کھڑی تھی اس کے بڑھتے قدموں کو دیکھتے دیوار کے ساتھ لگی دائیں جانب کو ہونے لگی-

اسکی بات پر قہقہ لگاتے ملک عامر فرید لمبے لمبے ڈگ بھرتا اسکے پاس پہنچا۔ اور اس کا دایاں ہاتھ پکڑلیا— اس شخص کے ہاتھ پکڑنے پر بہار اونچی اونچی مدد کے لیے پکارتے، چیختے ہوئے مزاحمت کرنے لگی- لمحوں کا کھیل تھا۔ کھینچا تانی میں کب چاقو کا رخ بدل کر بہار کی جانب ہوا۔

کب وہ چاقو جو اس کی حفاظت کا ذریعہ تھا اسکے سینے کو چیرتے ہوئے اندر گیا اسے معلوم نہ ہوا-

ملک عامر فرید جو نشے میں بے قابو ہوتا اس سے چاقو چھیننے کی کوشش کررہا تھا۔ منہ پر خون کی چھینٹے پڑنے سے دو قدم پیچھے ہوا—سارا نشہ یکدم ہرن ہوا- اس نے ہاتھ میں پکڑا خون آلود چاقو بوکھلا کر فرش پر پھینکا-

"اللہ۔۔۔۔" اس کے پیچھے ہوتے ہی گھٹنوں کے بل بہار نیچے گری—بہار نے گھاؤ پر ہاتھ لگاتے اپنی آنکھوں کے سامنے کیا۔ سارا ہاتھ خون سے رنگ گیا-

اپنی سیاہ آنسوؤں سے لبریز بھاری ہوتی آنکھوں کو بمشکل کھولتے بہار نے اس شخص کو کمرے سے بھاگتے ہوئے دیکھا-

●=====●=====●

ملک عامر فرید کے کمرے میں داخل ہوتے ہی سیڑھیوں کے نیچے چھپ کر اسے دیکھتی ستارہ الٹے قدموں واپس چاندنی بیگم ہال کی جانب بھاگی۔

کچھ دیر پہلے ہی میران تصاویر کے علاوہ سارے ڈاکومنٹس ہیڈکوارٹر جمع کروا کے آیا تھا۔ کیپٹن شہروز، صفدر کے ہمراہ کیپٹن کلثوم کو اغواء کرنے نکلے ہوئے تھے۔

زہے نصیب آتے ہوئے راستے میں اس نے اپنے پلان کو تبدیل کر دیا۔ اس نے شہربانو سے مل کر رات ہونے سے پہلے بہار کو وہاں سے لے جانے کا فیصلہ کیا۔۔اسی سلسلے میں وہ اب شہربانو کے پاس چاندنی بیگم ہال میں بیٹھا اپنی واپسی کا بتا رہا تھا۔ جب ہانپتی ہوئی ستارہ نے انہیں آ کر ملک عامر فرید کے بہار والے کمرے میں داخل ہونے کا بتایا۔

اس کی بات ابھی مکمل نہ ہوئی تھی۔ تیزی سے اپنی نشست سے اٹھتے میران نے رہائشی حصے کی جانب دوڑ لگائی۔

کسی انہونی کے ڈر سے اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ کمرے کی جانب جاتے ہوئے اس نے خون سے لت پت لباس میں ملبوس حواس باختہ سے ملک عامر فرید کو باہر کی جانب بڑھتے دیکھا۔۔ اس کو بعد میں پکڑنے کا ارادہ کرتے وہ تین تین کر کے سیڑھیاں پھلانگتا اوپر کی جانب بڑھا۔۔ اندر داخل ہوتے ایک پل کو اس کی سنہری آنکھیں ساکن ہوئیں۔ چہرے پر اسے کھو دینے کا خوف لہرایا۔۔اس کے پیچھے ہی شہربانو، ستارہ اور بشیر بھی داخل ہوئے۔ اور سب دل تھام کے رہ گئے۔ ستارہ اور بشیر کے تو اسکو زخمی دیکھ کر چھکے چھوٹ گئے۔

میران نے فوراً سے آگے بڑھ کر فرش پر خون آلود ہتھیلیاں جمائے گھٹنوں کے بل بیٹھی بہار کو اپنی بانہوں میں بھرا-

اس کو اٹھاتے ہوئے اسکی نظر کچھ دور فرش پر گرے ہوئے چاقو پر پڑی- خون آلود چاقو کو دیکھتے اسے گہرے تاسف نے آگھیرا-

بہار نے بمشکل آنکھیں کھولتے کیف خان کو دیکھا-

"بہار، بہار میرے ساتھ رہنا- آنکھیں بالکل بھی بند نہیں کرنیں.... میں ابھی تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر جا رہا ہوں.... آنکھیں نہ بند کرنا-" اس کو اٹھائے نیچے کی جانب بڑھتے میران نے گھبرائی ہوئے لہجے میں نرمی سے کہا-

میران کے پیچھے ہی شہربانو، ستارہ اور بشیر بھی نیچے اترنے لگے-

"مجھ... مجھے... یہا.... یہاں سے... بچا لو-" تکلیف کی شدت سے وہ اپنے حواس گنوا رہی تھی- مکمل طور پر حواس گنوانے سے پہلے اس نے بوجھل لہجے میں کہا-

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

●=====●=====●

مسلسل مختلف روتی ہوئی آوازیں، آہ وزاری، التجائیں سنتے اسے اب اس چھوٹے سے پنجرے میں وحشت محسوس ہو رہی تھی-

یہ لوہے کی سلاخیں، یہ اندھیرے در و دیوار نجانے ان جیسی اور کتنی لڑکیوں کی آہ و بکا کے گواہ تھے- کتنی معصوم لڑکیوں کی چیخیں ان دیواروں میں دبی ہوئی تھیں-

اسے شام سے اس جیل نما پنجرے میں بیٹھے اب رات ہو چکی تھی-

گھپ اندھیرے کمرے میں ایک قطار میں پڑے پنجروں میں محض اتنی ہی جگہ تھی کہ وہاں بس بیٹھا جا سکتا تھا-

کیپٹن کلثوم کو، دبئ لیجانے کا جھانسہ دے کر صفدر اور کیپٹن شہروز اسے اسی گھر لے آئے تھے۔ جہاں کل سکینہ کو چھوڑا تھا-

وہاں پہنچنے سے پہلے بیچ راستے میں گاڑی ڈرائیو کرتے صفدر نے پیچھے اپنی چچا کی بیٹی کے ساتھ بیٹھے شاہ رخ کو اسے بے ہوش کرنے کا اشارہ کیا- اس کا اشارہ سمجھتے کیپٹن شہروز نے کیپٹن کلثوم کے چہرے پر بغیر کلوروفارم لگا رومال لگایا-

جس سے ہلکی سی مزاحمت کرتے کیپٹن کلثوم بے ہوش ہونے کا ناٹک کرنے لگیں-

کل کی طرح آج بھی صفدر نے شاہ رخ کو باہر رکنے کا کہا اور خود بے ہوش ہوئی لڑکی کو سہارا دیئے اندر لے گیا- وہ اسے لیئے کل والے ہی کمرے میں داخل ہوا- داخل ہوتے صفدر نے کیپٹن کلثوم کو ایک طرف بیٹھایا اور خود سامنے والی دیوار پر لگا گرد آلود پردہ سائیڈ پر سرکایا۔ جس کے پیچھے لوہے کا ایک درمیانے سائز کا وہیل دیوار میں نصب تھا- صفدر نے وہیل کو ایک مخصوص انداز میں آگے پیچھے گھمایا۔ کمرے میں فرش کے بیچ و بیچ موجود خفیہ راستہ کھلتا چلا گیا- اس کے کھلتے ہی سارے فضا میں رونے، چیخنے چلانے کی آواز بلند ہو گئی-

وہ واپس کیپٹن کلثوم کی جانب پلٹا اسکے پلٹنے سے پہلے کلثوم جو بند آنکھیں ہلکی سی وا کیے صفدر کی تمام کاروائی دیکھ رہی تھی۔ اس نے جھٹ سے آنکھیں بند کیں-

اس لڑکی کو ایک بار پھر سہارا دیئے صفدر سیڑھیاں اترتے نیچے کمرے میں لے آیا- دائیں جانب لگے بورڈ پر ہاتھ مارا تو کمرے میں موجود واحد بلب روشن ہو گیا-

کمرے میں روشنی ہوتے ایک دم وہاں موجود لڑکیوں کی آنکھیں چندھیا گئی- صفدر نے وہاں پڑے آخری خالی پنجرے کے اندر کیپٹن کلثوم کو دھکیل کر تالا لگایا-

وہاں موجود لڑکیوں کی آوازوں پر کان دھرے بغیر لائٹ بند کرتا وہ سیڑھیاں چڑھتا گیا- اوپر پہنچ کر اس نے دوبارہ دیوار میں نصب وہیل کو گھمایا۔ اور سارے کمرے میں اندر تک اترتا اندھیرا پھیل گیا-

●=====●=====●

وہ ان سب کو کسی بھی قسم کی امید دینے سے قاصر تھی- وہاں موجود لڑکیوں کے ساتھ کلثوم کی آنکھیں بھی اشک بار تھیں-

لیکن وجہ کچھ اور تھی-

"ہیلو، کیپٹن کلثوم اگر آپ مجھ سے بات کر سکتی ہیں تو کان میں لگے آلے کو دو مرتبہ پریس کریں-

"کان میں لگے آلے میں کیپٹن شہروز کی آواز ابھری—

ہاتھ کی پشت سے چہرہ پونچھتے کلثوم نے ہاتھ کان کے قریب لے جاتے دوبارہ ڈیوائس کو پریس کیا—

"گڈ، آپ ٹھیک ہیں؟" کیپٹن شہروز نے پوچھا-

"یس-" کلثوم نے انتہائی دھیمی آواز میں جواب دیا-

"اوکے، پھر سچویشن رپورٹ کریں—" شہروز کے کہنے پر وہ آہستہ آہستہ مختصر الفاظ میں اسے ساری صورتحال سے آگاہ کرتی گئی-

"کاپیڈ۔ اپنا خیال رکھیے گا- اور کسی بھی خطرے کی صورت میں آپ کو معلوم ہے آپ نے کیا کرنا ہے- اوور"

"اوور اینڈ آوٹ—" اس نے کہا ہی تھا کہ اسے اپنے بائیں جانب رکھے پنجرے سے آواز آئی-

"کیا آپ خود سے بات کر رہی ہیں—" سکینہ نے کہا—

"ہاں گڑیا-" لائٹ بند ہونے سے پہلے وہ ایک نظر اطراف میں پڑے تمام پنجروں پر ڈال چکی تھی- وہاں موجود سب لڑکیاں ہی کم عمر تھیں۔ لیکن ساتھ والے پنجرے میں موجود لڑکی سب سے چھوٹی تھی-

"جب سے اماں، ابا گئے ہیں۔ میں بھی خود سے باتیں کرتی ہوں-" سکینہ کی آواز میں اداسی گھلی ہوئی تھی-

"تمہارے اماں، ابا کہاں گئے ہیں؟"

"وہ لوگ بہت پیارے انسان تھے۔ اس لیے اللہ کو پیارے ہو گئے—" کلثوم کو سن کر افسوس ہوا—

"تو پھر تم یہاں کیسے آئی؟" کلثوم نے استفسار کیا—

"ارشد (سکینہ کا ہمسایہ) کو پیسے چاہیے تھے۔ تو وہ مجھے پردیس بھیج رہا ہے- پتا ہے پردیس جانے پر پیسے ملتے ہیں۔ میں بھی اسی لیے جا رہی ہوں- تاکہ مجھے پیسے ملیں۔ لیکن میں وہ پیسے خود ہی رکھ لوں گی- اس

www.urdunovelsmania.com

لالچی ارشد کو نہیں دوں گی—"سکینہ نے معصومیت سے اسے اپنا پلان بتایا- کلثوم کو سمجھ نہ آئی کہ وہ اس لڑکی کی لاعلمی پر رشک کرے یا افسوس—

"پتا نہیں یہ باجیاں کیوں رو رہی ہیں۔ لگتا ہے انہیں پیسے نہیں ملنے-"خود ہی سے جواب اخذ کرتی سکینہ ہنسنے لگی-

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_13

وہ جو ہاتھ بھر کا تھا فاصلہ

کئی موسموں میں بدل گیا

اسے ناپتے۔۔۔اسے کاٹتے

میرا سارا وقت نکل گیا

ہسپتال کے ٹھنڈے کوریڈور میں اس وقت موت کا سا سناٹا تھا-

اسے آپریشن تھیٹر میں جاتا دیکھ وہ شکستہ قدموں سے چلتا او۔ٹی کے باہر پڑے بینچ پر بیٹھ گیا-وہ اپنی ماں کا لاکٹ مٹھی میں دبائے (جو اس نے بہار کو دیا تھا) سامنے شیشے کے بند دروازوں کو دیکھے گیا-

فون پر کہی عمیر کی بات اس کے دماغ پر ہتھوڑے بن کے برس رہی تھی-

"چیزوں کو آوٹ آف کنٹرول ہوتے وقت نہیں لگتا--"

"چیزوں کو آوٹ آف کنٹرول ہوتے وقت نہیں لگتا-"

یہ جملہ میران کو اپنے حصار میں گھیرتا اسے گہرے رنج و ملال میں جکڑ رہا تھا-

"کاش کے میں تمہیں کل رات ہی وہاں سے لے جاتا--"

کاش کے میں تم سے اس پل غافل نہ ہوا ہوتا-

کاش کے میں پہلے پہنچ جاتا-

اس جیسے کئی کاش مل کر اس کے گرد ہوا کو کم کر رہے تھے--

اپنی سیاہ بی ایم ڈبلیو کو تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے وہ بہار کو سی۔ایم۔ایچ لے آیا۔جو زہے نصیب سے بیس منٹ کی مسافت پر تھا-

ہسپتال آتے آتے بہار کا کافی خون ضائع ہو چکا تھا--

اس نے اپنے سروس کارڈ کا استعمال کیا جس سے ہسپتال پہنچتے ہی بہار کا فوری ٹریٹمنٹ شروع ہوگیا- ورنہ یہ سراسر اقدام قتل تھا۔ جس پر پولیس کی کارروائی سے پہلے وہ کچھ نہیں کرسکتے تھے- آپریشن تھیٹر میں لے جانے سے پہلے میجر ڈاکٹر نے اسے بہار کی کنڈیشن ایکسپلین کی تھی۔ جس کے مطابق زخم کافی گہرا اور عین دل کے مقام پر تھا-

انہوں نے میران کو دعا کرنے اور ہر قسم کی صورت حال کے لیے تیار رہنے کو کہا تھا-

سنہری آنکھوں سے اس وقت واضح بے بسی چھلک رہی تھی - اس نے کبھی بھی خود کو اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا جتنا وہ اب کر رہا تھا—

لیکن یہ بے بسی ہی تو خالق اور مخلوق کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے - وہ بے بس تھا۔ لیکن اس کا رب تو بے بس نہیں تھا۔ اس لیے وہاں بیٹھے میران ارسلان کا دل مسلسل اپنے رب کے حضور دعا گو تھا-

تین ساڑھے تین گھنٹے کے آپریشن کے بعد، آخر کار او۔ٹی کا بند دروازہ کھلا۔

میجر ڈاکٹر چلتی ہوئی اس کی جانب آئی- ڈاکٹر کے قریب آنے پر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا—

اس کے ساتھ ہی پاس بیٹھا کیپٹن شہروز بھی کھڑا ہوگیا—جسکو ابھی آئے ہوئے مشکل سے آدھا گھنٹہ ہی ہوا تھا-

صفدر کے ساتھ زہے نصیب پہنچنے پر جب بشیر کی زبانی اسے اس واقعے کا پتا لگا۔ تو وہ جلدی سے بہانہ بناتے وہاں سے نکلا- اور میران کو کال کر کے ہسپتال کا معلوم کیا-

"کیا ہوا ڈاکٹر؟" اس نے کہا

"آپ اسے اللہ تعالیٰ کا خاص کرم سمجھیں کے پیشنٹ کو situsinversus ہے۔ یعنی اس کا دل بائیں جانب ہونے کی بجائے دائیں طرف ہے-جو کہ بہت ریئر کیسسز میں ہوتا ہے-زخم گہرا تھا لیکن ہم نے آپریٹ کر کے"

"کیا اب وہ ٹھیک ہے؟" میران نے بے قراری سے ان کی بات کاٹی—

"جی، آف کورس وہ ٹھیک ہے—سرجری کامیاب رہی ہے-جیسے ہی پیشنٹ کو ہوش آتا ہے، اور وہ اسٹیبل ہوجائے گی، تو آپ اس سے مل سکیں گے—"

ڈاکٹر کی بات سن کر اسے یک گونہ سکون حاصل ہوا-دل سے بھاری بوجھ سرکتا محسوس ہوا-

"شکریہ، بہت شکریہ—"اس نے خوشی سے کہا-

جس پر ڈاکٹر ایک پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ سر کو جنبش دے کر آگے بڑھ گئے-

"میں کچھ کام سے جارہا ہوں-کیپٹن آمنہ کو کال کردی ہے۔ جب تک وہ نہ آئیں تم یہیں ٹھہرنا—"

میران نے اپنے ساتھ کھڑے کیپٹن شہروز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا اور چلا گیا-اس کے قدم باہر کی جانب تھے-

www.urdunovelsmania.com

ملک عامر فرید کو کچھ دیر پہلے اس کے ساتھی پکڑ چکے تھے-

بہار کی طرف سے خیریت کی خبر سن کر سجدہ شکر ادا کرنے کے بعد اس کا ارادہ ملک عامر فرید کی خاطر تواضع کرنے کا تھا-

ہسپتال کی بلڈنگ کے باہر نیلے آسمان کا رنگ رات کی سیاہی میں تبدیل ہوچکا تھا-

●=====●=====●

"میں رات کو آنکھیں بند کرتا ہوں تو وردہ کا خون میں لپٹا وجود، میرے والد کے جھکے کندھے۔ ان کی خاموشی جس نے اندر ہی اندر انہیں ختم کردیا۔ یہ... یہ سب چیزیں مجھے سونے نہیں دیتیں- مجھ پر نیند حرام ہو چکی۔ جب تک میں ان لوگوں کو جہنم واصل نہ کردوں--" صیام نے اذیت سے کہا- اس کا لہجہ اس دکھ اور تکلیف کا پتا دیتا تھا جو اس نوجوان نے سہی تھی-

اس دن روف ٹاپ پہ ہونے والی باتوں کے دوران عمیر کو اندازہ ہوا کہ یہ لڑکا ڈبل گیم کھیل رہا ہے- اب کس کے ساتھ کھیل رہا تھا یہ جاننے کے لیے اس نے تاکی کو روانہ کرنے کے بعد شفیق صاحب سے اس کے متعلق جان کاری لی-

کیونکہ جو ہوٹل ریکارڈ اس نے چیک کیے تھے اس کے مطابق اس کا نام طارق تھا- وہ سعودیہ کا رہنے والا تھا۔ اور کام کے سلسلے میں پچھلے تین سال سے دبئی مقیم تھا- لیکن جو کچھ اس نے عمیر کو اپنے متعلق بتایا وہی ہو بہو شفیق صاحب نے بتایا—

شفیق صاحب کی بات سن کر عمیر نے انہیں اس کے ہوٹل میں کی جانے والی مشکوک حرکتوں اور تنظیم سے لنکڈ ہونے کے متعلق بتایا۔ جس پر وہ سر تھام کے بیٹھ گئے۔ پھر کچھ دیر بعد اس کے ماضی کے سیاہ اوراق میجر عمیر کو کہہ سنائے—

اس کی بہن کا تنظیم کے ہاتھ لگنا... زیادتی کے بعد وردہ کو گھر کے گیٹ پر پھینک جانا... پولیس کی خاموشی... غم سے اس کے باپ کا مرجانا... شفیق صاحب کا اسے کچھ بھی غلط کرنے سے باز رکھنا۔ سب کچھ۔

"کیا اسے میری جاب کے متعلق کچھ علم ہے؟" عمیر نے اپنے ذہن میں کب سے چلتے سوال کو آخر پوچھا۔

"اتنا جانتا ہے کہ تم آرمی میں ہو۔ اسپیشل فورسز میں ہونے کا نہیں پتا۔" شفیق صاحب نے جواب دیا۔

اس وقت وہ لوگ شفیق صاحب کے آفس روم کے صوفوں پر آمنے سامنے بیٹھے تاکی کو سن رہے تھے۔

"صیام، بیٹا سب کچھ جانتے بوجھتے، تم کیوں اپنی جان کے دشمن بنے ہوئے ہو۔" شفیق صاحب نے غصے اور افسوس سے کہا۔

"مجھے خود کی کوئی فکر نہیں ہے۔ میرے پاس اب کھونے کو کچھ نہیں بچا۔ آپ کی میں بہت عزت کرتا ہوں، انکل۔ لیکن پلیز آپ مجھے نہ روکیں۔" صیام نے تحمل سے کہا۔ اور اٹھ کر باہر کو قدم بڑھائے کہ تب سے خاموش بیٹھے عمیر کی آواز پر رکا۔

"اپنے ارادے میں کتنے پکے ہو؟" عمیر نے اس کی پشت کو دیکھتے سوال کیا۔

"اتنا پکا کہ جان دے بھی سکتا ہوں اور لے بھی سکتا ہوں۔" اس نے بنا پلٹے پتھرائے لہجے میں کہا۔

اس نرم دل جوان کا جواب سن کر شفیق صاحب کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔

"ہمم تو پھر تم اتنے عرصے میں یہ تو جان گئے ہوگے کہ ان لوگوں کو ختم کرنا تمہارے اکیلے کے بس کی بات نہیں-" عمیر نے کھڑے ہوتے اس کے سامنے آکر کہا-

"چاہے یہ کام کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو میں یہ کرلوں گا-"

"ہمم، کرسکتے ہو لیکن اکیلے نہیں--" عمیر نے ایک بار پھر اپنی بات پر زور دیا-

"تو پھر آپ میری مدد کردیں-میں منزل کے بہت قریب پہنچ چکا ہوں--" دونوں داماد سسر کی ایک ہی رٹ سے تنگ آکر صیام نے اسے پیشکش دی-

"میں کرنا چاہتا ہوں لیکن اس سے پہلے تمہیں اب تک کے تمام راز واقعات بتا کر اپنی credibility ثابت کرنی ہوگی-" اپنی من چاہی بات اس کے منہ سے سن کر عمیر نے شرط رکھی-

"ٹھیک ہے۔ لیکن میری بھی ایک شرط ہے--"کہہ کر وہ خاموش ہوا-

عمیر نے ایک ابرو اچکائے اسے دیکھتے، بولنے کو کہا-

"آخر میں برتقالی اور زی-کیو کو حراست میں دینے کی بجائے انہیں مارنا ہوگا--" صیام نے سفاکی سے کہا-

"ٹھیک ہے-ایسا ہی ہوگا-" کچھ سوچتے ہوئے عمیر نے کہا-

●=====●=====●

"کھولو—" اس نے لاپرواہی سے کہا-

صفدر جو پردے ہٹائے منتظر نگاہوں سے شہربانو سے بات کرتی چاندنی بیگم کے اگلے حکم کا منتظر تھا۔

اس کے کہتے ہی وہیل کو گھمایا- فرش کے بیچ و بیچ موجود خفیہ راستہ کھلتا چلا گیا—

راستہ کھلنے پر وہ تیزی سے سیڑھیاں اترا۔ کمرے میں لگے بلب کو جلایا- کمرے میں ہلکی سی زرد روشنی پھیلتی چلی گئی-

صفدر کے داخل ہونے اور روشنی ہونے پر کمرہ وہاں موجود لڑکیوں کی چیخوں، آہ و پکار سے گونج اٹھا۔ لیکن بھوک اور پیاس سے ہونے والی نقاہت کی وجہ سے ان کا شور پہلے سے کم تھا-

اس سارے ماحول میں ایک سکینہ ہی خاموش تھی—

"اب اگر کم پیسے مل رہے ہیں تو یہ باجیاں اس میں گزارا کرلیں- شاید اگر اس بار صبر کرلیں۔ تو اگلی بار اللہ انہیں زیادہ دے گا—" وہ اپنی ہی سوچ میں مگن کوفت سے ان سب کا ملاحظہ کر رہی تھی—

اسمگل کرنے سے پہلے ان لڑکیوں کو صرف اتنی ہی غذا دی جاتی تھی جس سے یہ نہ مریں۔ ایسا کرنے کا مقصد ان کو جسمانی طور پر کمزور کرنا تھا۔ جبکہ اتنے دن پنجروں میں بند رہ کر ان کا دماغ پہلے ہی مفلوج ہو چکا ہوتا تھا—

چاندنی بیگم آج صبح کی فلائٹ سے ہی پاکستان واپس آئی تھی—دبئی میں پچھلے دو دن اس نے اپنے کمرے میں ماضی کی یادوں میں کھوئے گزار دیئے تھے۔ جو اس کی زندگی کے سنہری دن تھے—

کچھ دیر آرام کر کے اب وہ اسمگل کی جانے والی لڑکیوں کو دیکھنے اور ان کی گنتی کرنے آئی تھی-

کل صبح ان لڑکیوں نے ڈیلر کے ساتھ کراچی پہنچنا تھا۔ جو وہاں سے ان لڑکیوں کو شپ میں بٹھا کر، ان کی روانگی تک کے معاملات سنبھالتا تھا۔

وہ سیڑھیاں اترتی نیچے آئی اور ایک ایک کر کے تمام لڑکیوں کا جائزہ لینے لگی۔

کیپٹن کلثوم نے ایک ایک لڑکی کا جائزہ لیتی اس حسین عورت کو سرد، پتھریلی نگاہوں سے دیکھا — اس پتھر دل عورت جو کہ اس کی ماں تھی۔ اس کی آواز اس کے ایک محبت بھرے لمس کے لیے وہ کتنا تڑپی تھی۔ جو اس جیسی کئی نوعمر معصوم لڑکیوں سے ان کی ماں کا لمس، ان کی پر شفقت آواز چھین کر ان کی آنکھوں سے حسین خواب نوچ لیتی تھی۔

کل وہ اس جگہ موجود لڑکیوں کی آہ و بکا سنتی آخری بار اپنی قسمت اور اپنی ماں کے لیے روئی تھی — کیونکہ اب وہ اس کے لیے مر چکی تھی۔ سامنے کھڑی چاندنی بیگم اب صرف اس کے لیے ایک ٹارگٹ تھی۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں —

"اے، لڑکی کیا دیکھ رہی ہے۔ نیچے کر اپنی آنکھیں —" اس نے کلثوم کا جائزہ لیتے اس کی آنکھوں کے سرد پن سے گھبراتے کہا۔

یہ لڑکی اسے کچھ الگ لگی تھی — اس کی آنکھیں دیکھ کر نجانے کیوں اسے ایک شخص یاد آیا تھا —

●=====●=====●

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

کل رات کے گئے میران کی واپسی اگلے دن شام کو ہوئی- کیپٹن شہروز، کیپٹن آمنہ کے آنے پر واپس زہے نصیب چلے گئے تھے-

وہ پرائیوٹ روم میں داخل ہوا تو سامنے بیڈ پر لیٹی بہار دھیمی آواز میں یونیفارم میں ملبوس کیپٹن آمنہ کی کسی بات کا جواب دے رہی تھی-

بیڈ پر لیٹے اس کے زخمی وجود اور زرد کملائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر ایک بار پھر اسے گہرے تاسف نے گھیر لیا-

بہار جو کیپٹن آمنہ کو اپنی طبیعت کے متعلق بتا رہی تھی۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر آنے والے کو دیکھا-

اس کے ساتھ ہی آمنہ، میجر میران کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھی اور سیلوٹ کیا-

میران سر کے خم سے اسے جواب دیتا بہار کی جانب متوجہ ہوا۔ جس نے اسے دیکھتے ہی آنکھیں بند کر لیں تھی-

یہ بندہ یہاں کیسے آگیا؟

میں اب کیا کروں؟

یا اللہ کیا یہ واپس مجھے وہاں تو نہیں لے جانے آیا ہے؟

منتشر ہوتی ڈھرکنوں کے ساتھ وہ سوچنے میں مصروف تھی- صبح اسے ہوش آیا تو سارا دن اپنے ساتھ سویٹ سی کیپٹن آمنہ کو موجود پایا۔

اس نے ذہن پر کافی زور ڈالا لیکن اس شخص کے چاقو مارنے کے بعد

کیا ہوا؟

اسے کس نے بچایا؟

اسے یہاں کون لایا؟

بہار کو کچھ یاد نہ تھا-

جھجک کے باعث اس نے کیپٹن آمنہ سے بھی نہ پوچھا-

اپنے آپ کو سارا دن پاک فوج کی آفیسر کے ساتھ پا کر اس نے یہی سمجھا کہ اسے بچا لیا گیا ہے۔ وہ محفوظ ہے—

آگے اس کے ساتھ کیا ہونا تھا۔ اس کا شوہر کیف خان کہاں ہے۔ یہ سوچنے کی فلحال اس کے اندر ہمت نہ تھی-

لیکن اب کیف خان کو اپنے سامنے دیکھ کر یہ تمام سوال کسی برے خواب کی طرح اس کے سامنے کھڑے تھے-

"تھینک یو، کیپٹن—یو مے گو ناؤ—" اس سے اکیلے میں بات کرنے کا ارادہ کرتے میران نے کیپٹن آمنہ کو جانے کا کہا-

کیف خان کی بات سن کر اس نے فوراً سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ اور باہر کی جانب بڑھتی کیپٹن آمنہ کو روکا-

اس کی آواز پر آمنہ کے قدم تھمے اور اس نے میجر میران کی طرف دیکھا—میران کی طرف سے رکنے کا اشارہ ملتے وہ بیڈ پر لیٹی بہار کے پاس آئی-

"پلیز، پلیز آپ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائیں-میں نے یہاں نہیں رکنا-یہ مجھے واپس لینے آ گئے ہیں... میں نے واپس نہیں جانا۔ یہ...یہ صحیح انسان نہیں—یہ بہت غلط کام کرتے ہیں۔ پولیس، پولیس کو بلائیں، پلیز—" اپنی دائیں طرف کھڑے کیف خان کو مکمل نظرانداز کرتے اس نے بھرائے لہجے میں جلدی جلدی کیپٹن آمنہ کو ساری بات بتائی-

وہ یہ موقع کسی صورت بھی اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتی تھی-

کیپٹن آمنہ نے حیرانی سے زیرلب مسکراتے میجر میران کو دیکھا کہ کیا بولے-اور پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں اسکا اشارہ سمجھتے اس نے بہار سے کہا-

"بہار آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ سامنے کھڑے انسان میجر میران ارسلان ہیں۔ پاک فوج کے سب سے قابل آفیسرز میں ان کا شمار ہوتا ہے-"کیپٹن آمنہ نے احترام سے میران کا تعارف کروایا-

اس کی بات پر بہار نے پریشانی سے چہرہ موڑ کر یونیفارم میں ملبوس میجر میران ارسلان کو دیکھا-

اس کو دیکھ کر ملنے والے شاک کے باعث وہ اس کے یونیفارم پر پہلے غور نہ کر سکی تھی-اس دوران کیپٹن آمنہ خاموشی سے روم سے باہر نکل چکی تھیں—

"سب بتاتا ہوں، لو—پہلے یہ بتاؤ اب کیسی ہو؟" نرمی سے کہتے وہ بیڈ کے پاس پڑی چیئر پر بیٹھ گیا—

اس کے بیٹھنے پر بہار نے گردن موڑ کے کیپٹن آمنہ کو دیکھنا چاہا۔ لیکن وہ وہاں نہیں تھیں—

"آپ تو کیف خان..." وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ میران نے اس کی بات کاٹی—

"مجھے تم ٹھیک لگ رہی ہو—گڈ-"

"آپ، پلیز مجھے بتائیں یہ سب کیا ہے-"آنکھوں سے نکلتے آنسو گالوں سے پھسل کر تکیے پر پھیلے اس کے سنہری گھنگھریالے بالوں میں جذب ہو رہے تھے-

"اوکے، اوکے-ریلیکس لو-ایسے تم اپنی طبیعت خراب کرو گی۔ میں سب بتاتا ہوں-"اسے روتا دیکھ میران نے نرمی سے کہا-اور آہستہ آہستہ اسے سب بتاتا چلا گیا-

شام کا اندھیرا باہر اتر آیا تھا—سی۔ایم۔اایچ کی سفید بلڈنگ کو روشنیوں میں نہلا دیا گیا تھا-

"اس سارے قصے میں میرا کیا قصور تھا جو مجھے سزا ملی؟"اسے دیکھتے بہار نے شکوہ کیا-وہ اس وقت خودترسی کا شکار ہو کر سوچ رہی تھی—

"ضروری نہیں کہ ہر بار کسی قصور ہی کی سزا ملے...کچھ کام قسمت میں جیسے ہونے لکھے ہوں ویسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اسے آزمائش کہتے ہیں۔"اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اسے سمجھانا چاہا۔

"ٹھیک ہے-اور یہ نکاح یہ کیوں کیا-کیا یہ بھی آزمائش ہے؟"نجانے اس میں اتنی ہمت کہاں سے آگئی تھی۔ وہ اس سے سوال پر سوال کر رہی تھی-

شاید یہ جان کر کہ وہ ایک برا انسان نہیں ہے—

"نہیں۔ نکاح کا اس سب سے کوئی تعلق نہیں—"کہتے ہوئے اس نے یونیفارم کی اوپری جیب سے لاکٹ نکالا۔ بہار کا ہاتھ پکڑتے اس کی ہتھیلی پر رکھ کے بند کیا-

"میں آپ کی بات پر کیسے یقین کروں؟"ایک اور سوال—

اس کی آنکھوں سے بے اعتباری واضح جھلک رہی تھی—

"تمہیں یقین کرنا ہوگا-اس لاکٹ کی تمہاری ہاتھ میں موجودگی تمہارا یقین ہے—"میران نے کہا-

اس کی بات پر بہار نے اپنا چہرہ دوسری جانب موڑلیا-لاکٹ ہنوز میران کے ہاتھ میں قید اس کی ہتھیلی میں بند تھا-

میران نے گہری سانس بھرتے اس کا ہاتھ چھوڑا-فلحال اس کے لیے ان سب باتوں کو قبول کرنا تھوڑا مشکل تھا-اسے تھوڑا وقت دینے کی ضرورت تھی-

وقت بعض انسانوں پر کبھی کبھی مرہم کا کام کرتا ہے-یہ انسان کو بری باتیں، واقعات، یادیں بھلانے میں مدد کرتا ہے-ہجر، جدائی کے گہرے زخموں کو یہ آہستہ آہستہ بھر دیتا ہے-

بے اعتباری کو اعتبار میں اور بے یقینی کو یقین میں بدلنا وقت کو بہت اچھے سے آتا ہے-

●=====●=====●

جاری ہے۔

Army_Base_Story#

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_14

سورج کی کرنیں لہلہاتی فصلوں کے درمیان بنے اس گھر سے نکلتی لڑکیوں کی آنکھوں میں پڑتی انہیں چندھیا رہی تھیں۔

کچھ دیر پہلے ہی صفدر اور بشیر ادھر پہنچے تھے۔ وہ ایک ایک کر کے لڑکیوں کی گنتی کرتے انہیں گھر کے سامنے کھڑی پولیس prison وین میں بٹھا رہے تھے۔

دو، تین لڑکیوں نے جب بھاگنے مزاحمت کرنے کی کوشش کی تو صفدر نے انہیں بے دردی سے مارنا شروع کر دیا۔ اسے رکتا نہ دیکھ کلثوم آگے بڑھی۔ لیکن لڑکیوں کو مارتے صفدر نے ایک لڑکی کو دھکا مارا۔ جو کہ لڑکھڑا کر وہاں آتی کیپٹن کلثوم سے جا لگی۔

اچانک لگنے والے دھکے سے وہ لڑکی اور کلثوم دونوں زمین بوس ہوئیں۔ گرنے سے کیپٹن کلثوم کے کان میں لگا آلہ دور جا گرا۔ جس کے ذریعے وہ کیپٹن شہروز سے مسلسل رابطے میں تھیں۔

کلثوم نے آلے کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ لیکن وہ نظر نہ آیا۔

اسی وقت ہوٹر والی سفید کرولا وہاں آ رکی۔ جس میں سے ایک درمیانی عمر کا شخص نکلتا ان کی طرف بڑھا۔

"خیر ہے صفدر؟ ابھی تک مال لوڈ نہیں ہوا۔"

"بس پوپی صاحب ہو گیا۔" کہتے ہی صفدر اور بشیر نے مل کر جلدی جلدی باقی لڑکیوں کو وین میں سوار کیا۔

ایک مرتبہ خود وین میں داخل ہو کر پوپی نامی ڈیلر نے دوبارہ لڑکیوں کی گنتی کی پھر وین سے اترتے پچھلے دونوں دروازے بند کرتے صفدر کو تالا لگانے کا کہا۔

اور جا کر اپنی سفید کرولا میں بیٹھا۔

تالا لگا کے صفدر بھی بھاگتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے بشیر کے ساتھ بیٹھ گیا۔

دونوں گاڑیاں آگے پیچھے چلتی وہاں سے دور ہوتی گئیں۔

گاڑیوں کے نکلتے ہی ان پر نظر رکھے لیفٹیننٹ فریاد نے میجر میران کو رپورٹ کیا۔

اس کے آرڈر پر لیفٹیننٹ فریاد اپنی ٹیم کو لے کر گھر کے اندر داخل ہو گئے۔

ہائی وے پہنچ کر ان دو گاڑیوں کے آگے پیچھے دو پولیس پٹرولنگ وین لگیں۔

●=====●=====●

رات ساڑھے گیارہ بجے کے لگ بھگ مختلف چور راستوں سے گزرتے چار گاڑیوں کا یہ قافلہ کراچی پہنچا۔

ان کے پیچھے ہی کیپٹن شہروز بھی ٹیم کو لے کر کراچی پہنچے۔ وہ ایک فاصلے پر سے ان کی حرکات و سکنات پر نظر رکھتے میجر میران کو رپورٹ کر رہے تھے جنھوں نے کل صبح تین بجے کی فلائٹ سے انہیں جوائن کرنا تھا۔

دو تین مرتبہ کیپٹن کلثوم سے رابطہ کرنے کی کوشش میں کیپٹن شہروز کو معلوم ہوا کہ وہ اپنا آلہ کھو چکیں ہیں۔

اب ان تک پہنچنے کا واحد راستہ کیپٹن کلثوم کے کانوں میں پہنے ٹاپس تھے جن میں جی۔پی۔ایس لگا تھا۔

کراچی داخل ہونے کے کچھ ٹائم بعد قدرے سنسان سڑک پر لڑکیوں کو وین میں سے نکال کر وہاں پہلے سے کھڑی کالے شیشوں والی وین میں سوار کیا۔

وہاں سے یہ وین اور پوپی کی ہوٹر والی کرولا پورٹ قاسم پہنچیں۔

وین پارک کرتے بشیر اور صفدر وین سے نکلتے پوپی کی طرف آئے۔ جو اپنی گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

"صحیح ہے۔ پھر تم لوگ اپنا روٹی پانی کر لینا۔ میں صبح پانچ بجے پہنچ جاؤں گا۔ سات بجے جہاز نے نکلنا ہے۔" پوپی نے اپنے قریب آتے بشیر اور صفدر سے کہا۔

"ٹھیک جناب۔ اللہ مالک ہے۔" بشیر بولا۔

"چلو میں چلتا ہوں۔ تم لوگ ارد گرد پر بھی نظر رکھنا۔"

اپنی گاڑی میں بیٹھتے پوپی وہاں سے نکلا۔ اس کے نکلتے ہی کیپٹن شہروز کا ایک ساتھی اس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔

●=====●=====●

سمندر میں موجود منہ زور لہریں ساحل سمندر پر سر پٹختی شور پیدا کر رہی تھیں۔

رات ساری اس وین میں ویران آنکھوں سے ان سوتی جاگتی سسکتی ہوئی لڑکیوں کو دیکھتے کٹی۔ اب تو سکینہ بھی نڈھال سی بیٹھی کب کی سوگئی تھی۔

وہ انہیں دیکھتے وقت میں پیچھے چلی گئی۔

سورج سوا نیزے پر کھڑا ان کے سروں پر چمک رہا تھا۔

یہ ان کی پی۔ایم۔اے میں ایکسرسائز کا چوتھا دن تھا۔ تمام کیڈیٹس منظم طریقے سے لائن میں کھڑیں اپنی انسٹرکٹر کو سن رہیں تھیں۔ جو بلند آواز، لہجے میں چٹانوں کی سی سختی لیے گویا تھیں۔

"زندگی جنگ ہے!

جو لڑے گا نہیں وہ مر جائے گا!

آپ سب لڑیں گیں!

ایک فائٹر کو اپنا سینہ تان کے کھڑا ہونا چاہیے!

ایک فائٹر کو پہلے نظم و ضبط کا پتا ہونا چاہیے!

ایک فائٹر کو نڈر ہونا چاہیے!

آپ کو اپنی عزت خود کرنی ہے!

جو اپنی عزت نہیں کرے گا۔ وہ دشمن کے سامنے کمزور پڑ جائے گا!"

پتھریلے میدان میں وہ سب آنکھوں میں جوش و جذبہ لیے کھڑیں تھیں۔ سامنے کھڑی انسٹرکٹر کی ایک ایک بات ان کے دل پر لکھی جارہی تھی۔

ثابت قدم رہیں!

پر عزم رہیں!

چٹان کی طرح کھڑی رہیں!

ہر چیز کے لیے تیار رہیں!

آپ نے تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہونا ہے!

دشمن کی سانس تک کی آپ کو خبر ہونی چاہیے!

آپ نے دشمن کو چھوڑنا نہیں ہے!

میرے لفظوں کو یاد رکھیں!

موت سے نہیں ڈرنا!

ایک فائٹر دو قبریں کھودتا ہے!

ایک اپنی اور دوسری اپنے دشمن کی!

کیپٹن کلثوم نے بھی دو قبریں ایک اپنی اور دوسری چاندنی بیگم کی کھودلی تھی۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی وہ جس نے جان پر کھیل کر وطن کی رکھوالی کا حلف اٹھایا ہے اس کی ماں ہی وطن کی دشمن ہے۔

پتہ نہیں آج سے پہلے کتنی نوعمر، بے کس، بے سہارا معصوم لڑکیاں اس سب سے گزری تھیں۔

●=====●=====●

صبح تین بجے کی فلائٹ سے میران کراچی پہنچ چکا تھا۔ پورٹ سے قریب عمارت کی چھت پر بیٹھے وہ ڈرون کی مدد سے تمام علاقے پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ ڈرون کے اندر ایسے کیمرے فٹ تھے جس کی مدد سے میران بحری جہازوں پر پڑے کنٹینرز کے اندر تک دیکھ سکتا تھا۔

اس کی ٹیم اپنی مکمل تیاری کے ساتھ عام لباس میں پورٹ پر پھیلی میجر میران کی طرف سے آرڈر کی منتظر تھی۔

جبکہ کیپٹن شہروز وہاں سے کچھ فاصلے پر ٹیم بی کے ساتھ گاڑی میں موجود تھے۔

کچھ ہی دیر میں پوپی ادھر پہنچا۔ اس وقت کارگو جہاز پر کنٹینر لوڈ ہو رہے تھے۔

صفدر اور بشیر کو واپسی کے لیے روانہ کر کے اس نے بحری جہاز کے عملے میں موجود اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر تمام لڑکیوں کو وہاں موجود کنٹینرز میں سے AJO-5246-B نامی کنٹینر میں سوار کیا۔

اس کنٹینر کو بھی باقی کے ساتھ رکھ دیا گیا تھا۔

ان کا سارا طریقہ کار واضح ہو چکا تھا۔

لڑکیوں کو کیسے اغوا کیا جاتا ہے۔

کہاں رکھا جاتا ہے۔

دوسرے صوبہ پہنچانے اور جہاز میں لوڈ کرنے میں کون کون سے عناصر شامل تھے۔

سب واضح ہوگیا تھا۔

اب ایکشن لینے کا ٹائم تھا۔

میران کے آرڈر ملتے ہی وہاں موجود آفیسرز نے اتنی تیزی سے کاروائی کی کے کسی کو سوچنے ، سمجھنے کا موقع نہ ملا۔

"ٹیم اے۔ فورٹارگٹ approaching فرام یور لیفٹ.... مووو.... کلیئر.... اسٹاپ.... اٹیک ناؤ..." ڈرون کی مدد سے ساری سچویشن کو analyze کرتا میران اپنے تمام آفیسرز کو انسٹرکٹ کر رہا تھا۔

پوپی جو اچانک ایسی صورت حال دیکھ کر وہاں سے بھاگنے لگا کل رات سے اس کے تعاقب میں لگے ہوئے ان کے ساتھی نے اسے پکڑلیا۔

آہستہ آہستہ اپنے راستے میں آتے دشمنوں کو ڈھاتے وہ اب کنٹینرز کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کنٹینر کھول کر وہ تیزی سے وہاں قید لڑکیوں کو بازیاب کرواتے باہر لے جا رہے تھے۔

ان سب سے آخر میں کیپٹن کلثوم زبردستی اپنے ساتھ سکینہ کو کھینچ کر لارہی تھی۔

جو کہ کسی صورت وہاں سے جانے کو تیار نہ تھی۔

اس کے ایک ساتھی نے مدد کرنا چاہی۔ لیکن کلثوم نے انہیں دوسری لڑکیوں کی مدد کرنے کو کہا۔ جو کے لڑکھڑاتے قدموں سے بمشکل چلتی وہاں سے نکل رہیں تھی۔

"مجھے پیسے چاہیے...مجھے جانے دو...میں نے نہیں جانا۔" چیختی چلاتی کہتی وہ مسلسل خود کو کیپٹن کلثوم سے چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"سکینہ تم میرے ساتھ چلو۔ میں تمھیں بہت پیسے دوں گی۔" وہ اسے کہتی لے جا رہی تھی لیکن وہ کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھی۔

وہ اسے لیے باہر کھلی فضا میں آئی ہی تھی کہ وہاں سب سے آنکھ بچا کر چھپے ان کے ایک ساتھی نے اندھا دھند فائرنگ سٹارٹ کر دی۔ کیپٹن شہروز نے فوری طور پر اس شخص کو شوٹ کیا۔

لیکن گولیاں تو نکل چکی تھیں۔

جو وہاں موجود کئی افراد کو زخمی کرتی گئیں۔ زخمی ہونے والے افراد میں کیپٹن کلثوم، سکینہ کے ساتھ ان کے دو ساتھی تھے۔

لگانے آگ جو آئے تھے

آشیانے کو

وہ شعلے اپنے لہو سے

بجھا دیئے تم نے

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_15

"چاندنی غضب ہوگیا—ہائے، ہم اب کیا کریں-" دہاڑ کی آواز کی سے دروازہ کھولا۔ اور شہربانو اندر آتے ہی شروع ہوگئی-

چاندنی بیگم جو اپنے سامنے پڑی تصاویر میں کھوئی ہوئی تھی—شہربانو کہ یوں آنے پر جلدی سے تصویریں سمیٹتی اسے گھورنے لگی-

"کتنی بار، کتنی بار کہا ہے کہ میرے کمرے میں یوں مت آیا کرو-" چاندنی بیگم نے تیز آواز میں کہا-

"بات ہی کچھ ایسی ہے-" شہربانو منمنائی—

"کیا ہوگیا؟ کس کو موت آگئی؟"

"اسمگل ہونے والی لڑکیاں پکڑی گئیں ہیں—" شہربانو نے جلدی سے کہا-

خبر تھی یا بم جو اس کے سر پر گرا تھا-

"اتنا بڑا نقصان۔ یہ، یہ کیسے ہوگیا—" سر کے بال ہاتھوں میں دبوچتی وہ چکرا کے رہ گئی-

اس بار ہونی والی بونس ڈیل میں اس کا نام نکلا تھا- یہ ڈیل ہر سال میں ایک مرتبہ کی جاتی تھی۔ جس کے مطابق اس آرڈر کی چاندنی بیگم کو دوگنی قیمت ادا کی گئی تھی-

"صفدر اور بشیر کا کیا بنا؟

"وہ دونوں بچ گئے ہیں—آرہے ہیں—" شہربانو نے کہا-

"جیسے ہی آئیں ان دونوں کو میرے سامنے حاضر کرو-" چاندنی بیگم نے کہا—"اور تم میری نظروں کے سامنے سے دفع ہو جاو—"

●=====●=====●

کمرے میں دوائیوں اور ہسپتال کی مخصوص بو رچی بسی تھی-

"وہ بہت جلدی چلی گئی...اس نے ابھی دیکھا ہی کیا تھا...اسے اتنی جلدی نہیں مرنا چاہیے تھا—" سر کو نفی میں ہلاتے کلثوم نے کرب سے کہا-

اسے اپنی ماں سے نفرت کرنے کی ایک اور وجہ مل گئی تھی-

کیپٹن کلثوم کے کندھے اور ٹانگ پر گولی لگی تھی- آج دو دن بعد اس کی حالت سنبھلی تھی-

ہوش آنے پر جب کمرے میں موجود ساتھی آفیسر سے باقی سب کی سچویشن کا پوچھا تو معلوم ہوا کہ سر میں گولی لگنے کی وجہ سے سکینہ موقع پر ہی دم توڑ گئی تھی- جبکہ باقی دو ساتھیوں کی حالت خطرے سے باہر تھی-

www.urdunovelsmania.com

پورے میڈیا پر یہ خبر نشر کر دی گئی تھی۔ وہاں سے پکڑے جانے والے تمام لوگوں کو ایک نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا تھا۔

جبکہ لڑکیوں کو بھی ضروری کارروائی کے بعد ان کے گھروں تک پہنچا دیا جانا تھا۔

صفدر اور بشیر کی اچھی خاصی دہلائی کر کے چاندنی بیگم غدار تک پہنچ گئی تھی۔ سارا شک شاہ رخ یعنی کیپٹن شہروز پر گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی شہربانو کی بھی ساری پول کھلتی چلی گئی تھی۔

کیپٹن شہروز کچھ عرصے کے لیے انڈر گراؤنڈ ہو گئے تھے۔

میجر میران کے دروازہ کھول کے داخل ہونے پر کلثوم کے پاس موجود آفیسر نے اسے سیلوٹ کیا اور وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ سر کے خم سے جواب دیتے میجر میران نے کیپٹن کلثوم سے ان کا حال احوال پوچھا۔

"بالکل ٹھیک ہوں، سر۔" کیپٹن کلثوم کی آواز میں واضح نقاہت تھی۔

لیکن ہمارے جانباز ایسے ہی ہوتے ہیں۔

"کیپٹن کلثوم کیا آپ اس عورت کو جانتی ہیں؟" میجر میران نے موبائل اسکرین کو اس کے سامنے کرتے پوچھا۔

چاندنی بیگم کے کمرے سے ملنے والی تصاویر کو جب اس نے اپنے ایک ساتھی آفیسر کو جانچ پڑتال کے لیے دیا۔ تو حیرت انگیز انکشافات سامنے آئے۔

ایک ایک کر کے اسے کیپٹن کلثوم کے ہر عمل کی سمجھ آتی گئی تھی۔

"یس سر۔" ایک نظر دیکھ کر کیپٹن کلثوم نے نگاہیں جھکائے کسی جرم کا اعتراف کیا۔

"کب سے؟"

"جب آپ نے سورس فائل چیک کرنے کو کہا تھا—" دل کی حالت بگڑ رہی تھی-

وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو بھی اس بارے میں معلوم ہو-

لیکن سامنے کھڑے انسان سے کچھ بھی چھپانا ناممکن سی بات تھی-

"سر، لیکن میں اول روز سے اپنی جاب کے ساتھ..." کیپٹن کلثوم نے کہنا چاہا-

"آپ کو وضاحت دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے—مجھے اپنی آفیسر پر مکمل یقین ہے—" میجر میران نے اعتماد سے کہا- "میں جانتا ہوں یہ سب آپ کے لیے بہت مشکل اور تکلیف دہ ہے لیکن قسمت—"

اس کے لہجے کے اعتبار نے یکدم کیپٹن کلثوم کے دل کو تسلی بخشی—

"سر، اس سب کے بعد کیا میں مشن جاری رکھ سکوں گی-" کیپٹن کلثوم نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا—

وہ جواب جانتی تھی مگر پھر بھی پوچھ لیا-

"آف کورس، جلدی ریکور کر کے ہمیں جوائن کریں—" کہہ کر میجر میران اسے اپنا خیال رکھنے کا کہہ کر وہاں سے چلے گئے—

پیچھے کیپٹن کلثوم جو یہ سوچ رہی تھی کہ اب اسے مشن سے برطرف کر دیا جائے گا—میجر میران کی بات پر اس قدر تکلیف دہ حالات میں بھی مسکرا اٹھی-

●=====●=====●

امید اور ناامیدی کے درمیان

میرا دل پرواز کرتا ہے

سہ پہر کی ٹھنڈی چھایا ہر سو چھائی تھی- وہ بہت پریشان سی بیٹھی تھی—پاؤں اوپر صوفے پہ سمیٹے، ہاتھ میں ریموٹ پکڑے وہ جھلائی ہوئی چینل بدل رہی تھی—اسے یہاں آئے ہوئے پانچ دن گزر چکے تھے—بہار نے بہت جلدی ریکور کیا تھا- تھوڑی تکلیف تھی۔ لیکن اس کا زخم اب کافی حد تک بھر چکا تھا- کیپٹن آمنہ کے ساتھ ایک نرس آتی تھی جو کہ ہر روز اس کی ڈریسنگ چینج کر دیتی- کل اس کے اسٹیچیز بھی کھل گئے تھے-

میران بہار کے ڈسچارج ہونے پر اسے ہسپتال سے چیک میٹ لے آیا تھا-

مام، ڈیڈ جو کہ عمرے کی ادائیگی کے لیے گئے ہوئے تھے۔ ان کی واپسی میں فلحال کافی ٹائم تھا- کیونکہ اس کے بعد انہیں کویت جانا تھا- جہاں وہ مام کی بہن کے پاس کچھ دن رکنے کا ارادہ رکھتے تھے-

اس عرصے میں بہار کے لیے سب سے سیف جگہ چیک میٹ تھی- اس لیے وہ اسے یہاں لے آیا-

جس شام وہ چیک میٹ آئی اسی روز اس کو کچھ آفیشل کام سے کراچی جانے کا بتا کر وہ رات میں کسی وقت نکل گیا تھا—آج اسے گئے ہوئے کو بھی پانچ روز ہو گئے تھے-

سارا دن وہ فارغ بیٹھی ، مختلف سوچوں میں گم رہتی- شام میں کیپٹن آمنہ چند گھنٹے کے لیے چکر لگا لیتی تھیں ۔ جس سے اس کا دل تھوڑا بہل جاتا ۔ لیکن اس کے جانے کے بعد وہ ، اس کی لاتعداد سوچیں ، اور فلیٹ کی خاموشی ہوتی تھی-

وہاں آ کر اگلے روز اٹھنے پر اسے کمرے میں پڑے کاوچ پر اپنا سیاہ بیگ ؛ جو کہ علی کی ماں یعنی ستارہ کی کھینچا تانی میں وہی روڈ پر گر گیا تھا ، دیکھ کر حیرت ہوئی-

کل رات اس کے سونے سے پہلے وہ یہاں نہیں تھا- یعنی یہ اس کے سونے کے بعد کسی وقت میران نے آ کر رکھا تھا-

اس بیگ میں اشیائے ضروریات کے علاوہ اس کی *کئی یادیں تھیں*— جنہیں کھونے کا اسے دکھ تھا-

اس بات کا یقین کرنے کہ یہ اس کا ہی بیگ ہے ۔ وہ بیڈ سے اٹھتی آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی کاوچ پر آ بیٹھی اور زپ کھولی ۔

اندر پڑا سامان اس بات کا گواہ تھا کہ یہ اس کا ہی بیگ ہے-

ایک ایک چیز کو نکال کر اپنی گود میں رکھتے اس کے آنسو بہہ نکلے-

●=====●=====●

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

میران کو گئے ہوئے تین روز ہوئے تھے، جب شام کو کیپٹن آمنہ میران کے کہنے پر مال گئیں۔ اور بہار کے لیے ضرورت کی ہر چیز لے آئیں۔انہوں نے مال جانے سے ایک روز قبل بہار سے کافی پوچھا اس کی ضروریات، پسند، ناپسند کے بارے میں لیکن ہر سوال کہ جواب میں وہ یہی جملہ دہراتی۔ "میرے پاس ابھی سب کچھ ہے اگر چاہیے ہوا تو بتا دوں گی--"اس لیے کیپٹن آمنہ اگلے روز خود ہی اپنی مرضی سے سب لے آئیں۔

اپنے لیے اتنا زیادہ سامان دیکھنے پر بہار خاصی شرمندہ ہوئی۔

"آپ نے خواہ مخواہ اتنا تکلف کیا میں نے کہا..." بہار لاؤنج کی ٹیبل پر پڑے ڈھیر سارے لفافوں کو دیکھتے کہہ ہی رہی تھی کہ کیپٹن آمنہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولیں۔

"بہار یہ میں نہیں لائی۔سب میران سر کے کہنے پر آیا ہے۔انہوں نے کل مجھے کہا تھا کہ تم سے پوچھ کر تمہیں سب لا دوں--"کیپٹن آمنہ نے کہا۔

"لیکن اتنا سب۔"اس نے کہنا چاہا۔

میران کا نام سن کر ایک پل کو اس کا دل دھڑک اٹھا۔یعنی اسے بہار کا خیال تھا۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں--کم سوچا کرو۔ خوش رہا کرو۔"کیپٹن کی بات پر وہ پھیکا سہ مسکرا دی۔

وہ کیسے نہ سوچتی جن حالات میں یہ سب ہوا تھا۔ یہ سب ردعمل ایک فطری سی بات تھی۔

کھانا بھی روز اس کی طبیعت کے خیال سے شام کو کیپٹن آمنہ ہی لے آتی تھیں جو کہ اتنا ہوتا تھا کہ وہ اگلی دوپہر کو بھی وہی کھا لیتی۔

وہ اس گھر اس کی کسی بھی چیز کو اپنا نہیں سمجھ پا رہی تھی- اس کے لیے یہ سب ویسا ہی تھا جیسے ایک مسافر کے لیے راستے میں آنے والی آرام گاہ — وہ یہاں خود کو ایک مہمان تصور کر رہی تھی — اور وہ مہمانوں کی طرح ہی رہ رہی تھی-

قصور میران کا بھی نہ تھا۔ وہ مشن میں اتنا الجھا ہوا تھا۔ کہ وہ ابھی بہار کو ٹائم نہ دے پایا تھا-

ورنہ وہ ایسا نہ سوچتی —

کیبل کے جانے پر ریموٹ سینٹرل ٹیبل پر رکھتی وہ ٹی وی کو یونہی چلتا چھوڑ لاؤنج میں بنی کھڑکیوں کے پاس آ گئی-

اپنا دایاں کندھا شیشے کے سلائیڈنگ ڈور سے لگائے وہ یونہی نیچے دیکھنے لگی —

"یہ اگر خوش قسمتی ہے تو میری کیوں ہے۔ اور اگر کوئی جھوٹا خواب ہے تو میں ہی کیوں دیکھ رہی ہوں —" عمران بھائی کی شادی کے بعد سے وہ اب تک جن حالات و واقعات سے گزری تھی انہوں نے اسے ایسا سوچنے پر مجبور کر دیا تھا-

وہ نہ جانے کب تک نیچے دیکھتی خود کو ان اذیت ناک سوچوں میں الجھائے رکھتی کہ کیبل واپس آ گئی- سارے لاؤنج میں قاری العفاسی کی دل کو چھو لینے والی پر سوز آواز میں تلاوت قرآن گونجی-

وہ یونہی خاموش کھڑی نیچے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتی رہی- تلاوت کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھی- لیکن اس کے دل پر جمی مایوسی رنج و غم کی چادر کی وجہ سے اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا-

کچھ دیر بعد اگلی سورت سے پہلے قاری صاحب نے تسمیہ پڑھی۔ اور تلاوت شروع کی، ایک آیت کی تلاوت کے بعد ترجمہ پڑھا جاتا پھر دوسری آیت کی تلاوت کی جاتی-

والضحیٰ

چاشت کی قسم۔

جب ترجمہ بولا گیا۔ تو اس بار تلاوت کی آواز نے اس کے دل پر جمی تہہ پر ہلکی سی ضرب لگائی۔ باہر ہر طرف سورج کی روشنی پھیلی ہوئی تھی—لیکن یہ محض روشنی نہ تھی بلکہ یہ امید تھی۔امید کہ سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے اور ہو جائے گا۔ بلڈنگ کے باہر بنے پارک میں مسکراتے، ہنستے کھیلتے لوگوں کو دیکھ کر اس نے دل ہی دل میں سوچا زندگی میں اتنی بھی مایوسی نہیں تھی۔ جتنا وہ پہلے زہے نصیب کے اس کمرے اور اب اس فلیٹ کی چار دیواری میں رہ کر ہو چکی تھی۔

واللیل اذا سجی

اور رات کی جب پردہ ڈالے

"رات۔" اس نے زیرِ لب دہراتے سوچا—

اللہ تعالیٰ نے رات انسان کے سونے، آرام و سکون کے لیے بنائی ہے۔

عموماً جب کوئی انسان پریشان ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلا فرق اس کے سونے جاگنے کے اوقات پر پڑتا ہے۔ایسے میں انسان دن سارا سو کر اور رات جاگ کر گزارتا ہے۔

لیکن ان حالات میں بھی رات کو نیند کی دیوی کا اس پر مہربان ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان نہیں تو کیا تھا؟ کہ چند گھڑی سکون کی نیند سو کر اسے وقتی طور پر تمام منفی سوچوں، بری یادوں، دکھ، تکلیف سے نجات مل جاتی تھی۔

ماودعک ربک وما قلی

کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا، اور نہ مکروہ جانا

اگلی آیت کا ترجمہ سنتے، دل پر جمی تہہ پر کاری ضرب لگی اور اس میں دراڑیں پیدا ہوتی چلی گئیں—

آنکھیں نجانے کیوں نمکین پانیوں سے بھرنے لگیں—

وہ جو یہ سوچتی تھی شاید اللہ اس سے ناراض ہے۔ اللہ نے اسے اکیلا چھوڑ دیا ہے-

اس آیت نے واضح طور پر اس کے اس خیال کی تردید کر دی-

اللہ تو ہمیشہ سے اس کے ساتھ تھا- اپنوں کی جدائی ان کے دھوکے کو وقت ہی کتنا ہوا تھا کہ اللہ نے اسے دنیا کہ سب سے مضبوط ترین رشتے سے نوازا—وہاں آنے والے اس مکروہ شخص سے اس کی حفاظت کی- یہ اللہ ہی تو تھا جس نے میران کو اس کی مدد کے لیے بھیجا تھا- ورنہ نجانے وہ اب کہاں اور کن حالات میں ہوتی- اس نے تصویر کو دوسرے رخ سے دیکھنا شروع کیا-

ول لآخرۃ خیر من الاولی

اور بے شک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے

اس کے لیے اپنے آنسوؤں پر بند باندھنا مشکل ہوتا جا رہا تھا- ایک ایک کر کے ان دنوں اس کے دل میں آنے والے ہر منفی خیالات کی یہ آیتیں نفی کرتی جا رہی تھیں—

وہ جو زندگی میں پڑنے والی ٹھوکروں سے خود ترسی کا شکار ہو کر خود کو سب پر بوجھ اور مظلوم ترین تصور کر رہی تھی—خود سے بار بار سوال کر رہی تھی۔

کیا اسے سکون سے زندگی گزارنے، خوش رہنے کا کوئی حق نہیں؟

ایسا نہیں تھا-

یہ دنیا تو آزمائش کی جگہ ہے- یہاں آنے والا ہر شخص اپنی زندگی میں کسی نہ کسی امتحان سے گزر رہا ہے- اکثر ایسا ہوتا ہے ہمیں بہت سی باتوں کا پتا ہوتا ہے- لیکن ہمیں ان کی سمجھ دیر سے آتی ہے- اسے بھی آج ہسپتال میں میران کی کہی بات سمجھ آئی—

جب اس نے میران سے سوال کیا تھا

"میں ہی کیوں مجھے کس بات کی سزا ملی-؟"

اور جواب میں اس نے اس سب کو آزمائش کا نام دیا-

ولسوف یعطیک ربک فترضی

اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاو گے

اگلی آیت امید کے کئی دیپ اس کے دل میں جلاتی گئی- وہ سوچ رہی تھی کہ اب ہر دکھ سے نجات، سکون، مسرت، خوشی ابدی زندگی میں ملے گی- بے شک ایسا ہے—

پر اس آیت میں اللہ نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اسے اس دنیا میں بھی اتنا دے گا کہ وہ مطمئن ہوجائے گی-

الم یجدک یتیما فاوی

کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی

آنکھوں پر باندھا بند ٹوٹا اور لڑیوں کی صورت آنسو نکلتے اس کے گالوں کو بھگوتے گئے-

"کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی"

ان لفظوں کی بار بار لگنے والی ضرب سے تمام ڈراریں ٹوٹتی چلی گئیں—

اللہ اس سے پوچھ رہا تھا-اسے یاد کرنے کو کہہ رہا تھا-اس نے روتے ہوئے اقرار میں سر ہلایا—

ووجدک ضالا فھدی

اور تمہیں اپنی محبت میں خودرفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی

ہاں اللہ نے اسے راستہ دکھا دیا تھا-اس وقت جب وہ مایوسی کی انتہا گہرائیوں میں گری تھی-

اللہ نے یہ تلاوت سنا کر اپنے پاک کلام کے ذریعے اس سے بات کر کے ان گہرائیوں سے نکال کر اسے بچا لیا تھا-

ان چند آیتوں میں اس کی اب تک ساری زندگی کی کہانی تھی-

اسے بہت سی امید، حوصلہ اور صبر ملا-

اپنے پاس موجود چابیوں سے فلیٹ کا دروازہ کھول کر اندر آتے میران کی نظر اپنی خیالوں میں گم گھنگھریالے بالوں کے ہالے میں بھیگے چہرے پر پڑی-

وہ اس رخ کھڑی تھی کہ اندر آنے والے کی پہلی نگاہ اس پر ہی پڑتی-

میران تشویش سے اس کی جانب بڑھا-

"بہار، لو-" وہ جو اپنے خیالوں میں اتنی مگن تھی کہ اسے پتہ ہی نہ چلا کب کیبل دوبارہ گئی، میران کب اور کیسے اندر آیا-

خود سے چند قدموں کے فاصلے پر کھڑے میران کی آواز پر وہ ڈر کر پیچھے ہوئی-

"آپ اندر کیسے آئے؟" اس نے گھبرا کر بے تکا سا سوال کیا-

"تم ٹھیک ہو؟" اس کے سوال کو نظرانداز کرتے سنہری آنکھیں اس کے بھیگے چہرے پر جمائے اس نے پوچھا۔

"جی، ٹھیک ہوں۔" اس نے مختصر سا جواب دیتے۔ اس کی خود پر مسلسل جمی ہوئی نگاہوں سے نظریں چراتے چہرہ صاف کیا۔

"رو کیوں رہی تھی۔ کیا درد ہو رہا ہے؟" اس نے فکرمندی سے پوچھا۔

لیکن جواب میں وہ خاموش رہی۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔" بہار کو خاموش پا کر وہ دو قدم چلتا ہوا اس کے نزدیک آیا اور اس کا ہاتھ تھام کر دبایا۔ جس میں اس نے میران کا دیا لاکٹ دوبارہ بریسلٹ کی صورت پہن لیا تھا۔

پتا نہیں کیوں لیکن وہ اس کو خود سے جدا نہیں کر پا رہی تھی۔

"میں رو نہیں رہی تھی، بس مجھے رونا آ رہا تھا۔" اس نے نیچے دیکھتے ہوئے اپنی صفائی دی۔ اس کی مضبوط مردانہ ہتھیلی میں قید بہار کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

"رو نہیں رہی تھی لیکن رونا آ رہا تھا۔" میران نے مسکراتے ہوئے اس کا کہا جملہ دوہراتے اس کی بات کا مفہوم سمجھنا چاہا۔

"میں آپ کے لیے پانی لاتی ہوں۔" اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالتی وہ اوپن کچن کی جانب بڑھی۔ پیچھے وہ مسکراتا۔ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا صوفے پر جا بیٹھا۔

"تنہائی نے اس پر اچھا اثر ڈالا ہے۔" گلاس نکال کر پانی ڈالتی بہار کو دیکھتے اس نے سوچا۔

اب میران کو کون بتاتا کہ تنہائی نے نہیں بلکہ اللہ کے پاک کلام نے اس پر اچھا اثر ڈالا ہے۔

●=====●=====●

پاکستان سے دبئی جانے والی پرواز PK-1247 کے جہاز میں اس وقت خاصی گہما گہمی تھی- اندر آتے مسافر ہاتھ میں پکڑی ٹکٹ سے اپنا سیٹ نمبر دیکھتے متعلقہ جگہ پر بیٹھ رہے تھے—جہاز کے اڑنے میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا تھا-

عمران کے ساتھ اپنی سیٹ پر بیٹھی نبیلہ اشتیاق بھری نگاہوں سے سب کو دیکھ رہی تھی—

جبکہ عمران چہرے کے آگے میگزین رکھے اپنا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہا تھا—

اس کی سوچ کے دھاگے بہار کے ساتھ لگے تھے- اپنے باپ کے آخری الفاظ اس کے کانوں میں گونجتے اسے مضطرب کر رہے تھے- وہ عجیب چڑچڑا سا ہوتا جا رہا تھا—

"اپنی سیٹ بیلٹ باندھ لو- دو مرتبہ اعلان ہو چکا ہے-" میگزین پڑھتے عمران کا بازو ہلاتے نبیلہ نے کہا-

"ہاں، کیا ہوا؟" عمران اس کی جانب متوجہ ہوا-

"کہاں دھیان ہے؟ میں کہہ رہی ہوں دو بار اعلان ہو گیا ہے سیٹ بیلٹ لگا لو-" نبیلہ نے جھنجھلاتے ہوئے کہا-

یہ شخص تو بہن کا غم لے کر ہی بیٹھ گیا تھا- ہر وقت چپ، کھویا کھویا رہتا-

"اوہ-" عمران نے جلدی سے بیلٹ باندھی-

"تمھیں کو کیا ہو گیا ہے — تم تو بہن کے جانے کا ایسے سوگ منا رہے ہو جیسے وہ بھاگی نہ ہو، بلکہ مر گئی ہو-" نبیلہ نے منہ بناتے کہا-

عمران، اپنی بات کہہ کر کھڑکیوں سے نیچے دیکھتی نبیلہ پر ایک تاسف بھری نگاہ ڈال کر رہ گیا-

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_16

"کیف صاحب! شکر ہے۔ آپ نے فون تو سنا- میں بڑے دنوں سے آپ کا نمبر ملا رہی تھی-"

دوسری جانب سے فون اٹھاتے ساتھ ہی شہر بانو شروع ہو گئی-

"کیا کام ہے؟" آفس میں بیٹھے میجر میران ارسلان کی بے تاثر آواز گونجی-

"صاحب جی، وہ لڑکی کیسی ہے؟" شہر بانو نے بات شروع کرنے کی غرض سے سوال کیا—

"قبر میں ہے- زیادہ فکر ہو رہی ہے تو جاو جا کر پوچھ لو کیسی ہے-"

کیف خان کی بات سن کر اس کے ہاتھ سے موبائل گرتے گرتے بچا-

اس کے بقایا کے پینتیس لاکھ تو بیٹھے بٹھائے ڈوب گئے۔

"کیا، واقعی وہ مر گئی- بڑا ہی افسوس ہوا- اتنی خوبصورت لڑکی تھی- ہائے! جو اللہ کو منظور—" لہجے میں مصنوعی افسوس سموتے اس نے کہا—

شہربانو کے پاؤں دباتی ستارہ جس کا سارا دھیان اپنے کام کی بجائے فون پر ہونے والی گفتگو پر تھا۔ یہ خبر سن کر لمحے بھر کو اس کی دھڑکنیں تیز ہوئیں—ہاتھ کانپے—

ہو نہ ہو لیکن اس کا دل جانتا تھا کہ اس سب کی واحد قصوروار وہ خود ہے-

"لگتا ہے اس بار زیادتی ہو گئی-" دل ہی دل میں خود سے افسوس کر کیا—اپنے انگڑائی لیتے ضمیر کو سلاتے، اس نے اپنا دھیان دوبارہ فون کی طرف لگایا—جہاں شہربانو کہہ رہی تھی-

"صاحب جی، ڈرائیور کو ذرا دیکھ بھال کے رکھنا تھا—بڑا خراب زمانہ چل رہا ہے-" آہستہ آہستہ گفتگو کا رخ مدعے کی طرف موڑتے اس نے کہا-

"اب کیا ہو سکتا ہے—ان تفتیشی آفیسرز سے میری بھی کل جان چھوٹی ہے-"

"ہائے ہائے کیڑے پڑیں اس جاسوس کو جس نے اتنے سوہنے شہزادے کو پریشان کیا۔"

"اچھا، میں ذرا مصروف ہوں بعد میں بات ہوگی-" اس کو ادھر ادھر کی ہانکتے دیکھ میران نے کہا۔

"ایک، ایک منٹ—کیف صاحب بڑا نقصان ہو گیا ہے-" شہربانو نے لاچاری سے کہا-

چاندنی بیگم کا کہنا تھا کہ چونکہ شہر بانو کی دو نمبری کی وجہ سے وہ جاسوس (کیپٹن شہروز) ہمارے اندر آیا-اور اتنا بڑا نقصان ہوا-اس لیے اب شہر بانو ہی وہ نقصان پورا کروائے گی-ورنہ اسے زہے نصیب سے نکال دیا جائے گا-

شہر بانو جس کی ایک عمر زہے نصیب میں گزری تھی۔ اس کے لیے وہاں سے نکلنا موت کے مترادف تھا-

چاندنی بیگم کے ساتھ مقام کی جنگ اپنی جگہ تھی-لیکن اس کے دل میں زہے نصیب سے محبت اپنی جگہ۔ جس کے باعث وہ زہے نصیب پر ایک آنچ بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی-

"نقصان تو میرا بھی بہت ہوا ہے-"

"صاحب، آپ فکر نہ کریں۔ ایک سے بڑھ کے ایک پیس ملے گا-بس ابھی ذرا امداد چاہیے-"اس نے لجاحت سے کہا-

"امداد، یعنی میں نقصان کی رقم ادا کروں-" ہر چیز کو پلان کے مطابق جاتا دیکھ کر اس کی سنہری آنکھوں کی چمک بڑھتی جا رہی تھی—

"صاحب، ڈیل ہو گی—بڑا فائدہ ہو گا—" ستارہ کو پیچھے ہونے کا اشارہ کرتی وہ اپنا غرارہ سنبھال کر اٹھی-

"چاندنی بیگم سے میری ملاقات کرواؤ—دیکھ لیتے ہیں کتنا فائدہ ہوتا ہے-"ٹیبل پر پڑا پیپر ویٹ گھماتے اس نے کہا-

"ٹھیک صاحب، جیسے آپ بولیں-میں چاندنی سے بات کر کے وقت بتاتی ہوں-"شہر بانو پر جوش ہوئی-

"ہمم-" میران نے کہا-

"ویسے صاحب کونسے قبرستان میں دفن کیا ہے-میں بھی جا کر فاتحہ پڑھ آؤں گی-ہائے!!میرا دل دکھا ہے"

"جوہر ٹاون والے-" میران نے اس کی چالاکی سمجھتے کہا-

"صحیح-میں کل جاوں گی-جوان لڑکی مر گئی ، ہائے-" اس کے کہتے ہی میران نے کال کاٹ دی-

کال بند ہونے پر شہر بانو نے کیف خان کے بتائے قبرستان؛جہاں بہار کو دفنایا گیا تھا؛ کا ستارہ کو بتایا۔

اور اسے بشیر کو بھیج کے بہار کی قبر چیک کرنے کو کہا-

اب اسے بہت احتیاط سے چلنا تھا-

ستارہ کے ساتھ ہی وہ بھی کمرے سے نکل کر چاندنی بیگم کے کمرے کی جانب بڑھی-

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

●=====●=====●

شام کی تاریکی چیک میٹ کی عمارت پر اتر چکی تھی- نیلے آسمان پر کہیں کہیں ستارے جگمگا رہے تھے۔

ایسے میں بہار حسن کا رخ کھانا بنانے کی غرض سے اوپن کچن کی طرف تھا—

پچھلے چار دنوں سے میران mealkit آرڈر کر رہا تھا-جس میں ہاف کوک فوڈ ہوتا-کٹ کے اندر ہی موجود ریسپی کارڈ کی مدد سے وہ آفس سے آنے کے بعد پندرہ منٹ میں کھانا تیار کر کے بہار کو بلا لیتا—

جو اس کے آنے پر اپنے اور اس کے مشترکہ کمرے میں بند ہو جاتی تھی-

رات کے کھانے پر ہی دونوں میں بات چیت ہوتی تھی- بات چیت کی بجائے سوال جواب سیشن کا نام دینا زیادہ مناسب ہوگا—

کیونکہ میران ہی اس سے چند ایک سوالات کرتا تھا- جن کا نہایت ہی مختصر جواب دے کر وہ خاموش ہو جاتی—

اس کے بعد دونوں کے درمیان گہری خاموشی ہوتی-

میران کھانے کے بعد اپنا کافی کا مگ لے کر میٹنگ روم میں چلا جاتا—اور رات گئے تک وہیں رہتا-

رات اس کے سونے کے بعد ہی کہیں وہ کمرے میں آتا تھا- اور صبح اس کے اٹھنے سے پہلے چلا جاتا-

چار دنوں سے اسے کھانا بناتے دیکھ بہار کو شرمندگی ہو رہی تھی-

اب جو بھی تھا یہی اسکا گھر تھا-

اور اب جب یہ گھر تھا۔

تو اس کے کام اسی کی ذمہ داری تھے-

یہی سوچ کر وہ کچن میں آئی اور فریج، کیبنٹس کھول کھول کر سامان کا جائزہ لینے لگی-

سامان کیا تھا۔ کوئی آٹھ سے سات قسموں کی کافی اور ایک دو پاستا کے پیکٹ تھے-

نیز ایک صحیح ہنڈیا بنانے کا سامان کچن میں مفقود تھا-

یہ سامان بھی کیپٹن شہروز کا لایا ہوا تھا- ورنہ اگر میران کی بات کی جائے تو کافی کے سامان کے علاوہ کچن میں شاید ہی کچھ ملتا-

پاستہ بنانے کا سوچتے پتیلی میں پانی بوائل کرنے کے لیے رکھ کر اس نے فریج میں سے سبزیاں نکالی — سبزیوں کو دھو کر کٹنگ بورڈ پر رکھا۔ اور چھری کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہ گھماتے دیکھنا شروع کیا۔ جو کہ اسے کچن شیلف کے نیچے بنی پہلی دراز سے مل گئ-

چھری کی مدد سے وہ ساری سبزیوں کو بڑی مہارت سے کاٹ رہی تھی کہ اچانک ہی سبزی کا ٹتے ہوئی چھری اس کی انگلی پر لگی —

گھاؤ گہرا ہونے کے باعث خون بڑی تیزی سے بہنا شروع ہو گیا-

ہاتھ کو چہرے کے قریب لاتے اس نے دیکھا۔ انگلی سے خون بہہ کر ہتھیلی اور نیچے فرش کو رنگ رہا تھا- ساتھ ہی اس نے دوسرے ہاتھ میں پکڑی چھری کو دیکھا-

"میرے ، میرے قریب مت آنا.... دور... دور رہو مجھ سے...-" پھٹی پھٹی خالی نگاہوں سے دونوں ہاتھوں کو دیکھتی وہ دھیمے دھیمے بڑبڑانے لگی-

دل کی دھڑکنوں میں ایک طوفان سہ برپا ہو گیا-

تمام مناظر ایک فلم کی طرح اس کی نگاہوں کے سامنے گھومتے اس کو ان اذیت ناک لمحات میں لے گئے-

"کوئی ہے۔ کوئی میری مدد کرو — مجھے یہاں سے نکالو —"

"آپ مجھے یہاں کیوں لائی ہیں۔ ہم تو قبرستان جا رہے تھے - اللہ کا واسطہ ہے مجھے جانے دیں-"

"ہونہہ تیرا تعلق تھا نہیں پر بنا دیا گیا ہے - تیری دس لاکھ قیمت ادا کی ہے۔ ایویں ہی نہیں ہم تجھے اٹھا لائے —"

"مجھ سے دور رہو-مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ "

"چھوڑو۔ چھوڑو مجھے ورنہ میں تمھیں ماردوں گی۔ "

یک لخت وہ خون آلود چھری کو کچن کے فرش پر پھینکتی بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں جا کر بیڈ کی سائیڈ پر نیچے بیٹھ گئی-

"میں ہمجھے بچالو... پاس مت آو.... مت آو... پاس ... میں مرجاؤں گی... دور... میں یہاں سے نکل جاؤنگی ...مجھے کچھ نہیں ہوگا—"چہرے کو گھٹنوں میں دیئے وہ بھاری ہوتی سانسوں کے ساتھ آہستہ آواز میں خود سے مسلسل بولتی چلی گئی-

میں وہ کس طرح سے کروں بیاں
جو کئے گئے ہیں ستم یہاں

●=====●=====●

تمہارا کام کہاں تک پہنچا؟"گود میں سوئے آیان کو محبت پاش نظروں سے دیکھتے عمیر نے پوچھا-

وہ کچھ دیر پہلے ہی مریم سے ملنے آیا تھا-دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوکر، مریم اس کے لیے کافی بنانے گئی۔ تواس نے میران کو کال کرلی-

"کل شہربانو کا فون آیا تھا-ایک دو دنوں میں ملاقات متوقع ہے—" میران نے کہا-

سیاہ بی ایم ڈبلیو کے اسٹیرنگ وہیل پر اپنے مضبوط ہاتھ جمائے وہ ڈرائیو کرنے کے دوران میجر عمیر اور کیپٹن شہروز سے کانفرنس کال پر بات کر رہا تھا۔

"کرنل خالد صاحب اب تک کی پروگریس سے خوش ہیں۔ سر سے یاد آیا۔ میران تم نے بتایا نہیں کہ کرنل صاحب نے تمہاری شادی کے متعلق کیا کہا۔" عمیر نے پوچھا۔

جس پر مسکراہٹ دبائے وہ خاموش رہا۔۔ وہ ان دونوں کو بتا کر انہیں اپنی ٹانگ کھینچنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

"میران بھائی آپ بتائیں ہم سن رہے ہیں۔" کیپٹن شہروز نے شرارت سے کہا۔

"خاموشی سے لگ رہا ہے کہ کرنل صاحب نے تمہاری بڑی زبردست کلاس لی ہے۔" عمیر نے اسے چڑانے کی ناکام کوشش کی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔۔" موڑ کاٹتے ہوئے اس نے کہا۔

ڈیٹا کے ملنے اور آپریشن کی کامیابی کے بعد وہ کچھ مطمئن ہوئے تھے۔

"پھر کیسی بات ہے۔" کیپٹن شہروز نے دوبدو پوچھا۔

"مل کر بتاؤں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ صیام والا قصہ کہاں تک پہنچا۔" میران نے بات بدلتے پوچھا۔ درمیانی سپیڈ سے چلتی گاڑی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔

"صیام کی اوپر تک پہنچ ہے۔ وہ پلان کے آخری مراحل میں ہے۔ لیکن اس سے آگے وہ اب اکیلا نہیں چل سکتا۔ اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے اسے سہارا چاہیے۔"

"اور ہم وہ سہارا بنیں گے، رائٹ۔۔" شہروز نے کہا۔

"یس ، رائٹ-" میجر عمیر نے کہا-

"بس اب تم لوگوں کی طرف سے گرین سگنل کی دیر ہے-"

"اگر اللہ نے چاہا تو وہ بھی جلد ہی مل جائے گا-"

"بھائی یہ تو بتائیں، آپکی شادی شدہ زندگی کیسی جا رہی ہے؟" کام کی باتوں سے فارغ ہوتے کیپٹن شہروز نے شرارت سے سوال کیا-

"ہمم ، کیسی جا رہی-ایک شعر میں بتاتا ہوں-

"یاد آتی ہے

بہت یاد آتی

کچن میں کام کرتے

اپنی وہ بتول بہن"

اس نے الٹا کیپٹن شہروز کو چھیڑتے ہوئے کال ڈیسکونیکٹ کر دی-

چیک میٹ آچکا تھا-گاڑی پارک کر کے وہ اترتا ہوا اندر کی جانب بڑھا-

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_17

نیم اندھیرے کمرے میں وہاں پر رکھے لیمپس کی زرد روشنی پھیلی ہوئی تھی-

"یہ لو-" تاکی کے بڑھائے ہوئے ہاتھ پر سے دوائی لے کر اس نے پانی کے گلاس کو تھاما-

اس سے نظریں بچا کر اس شخص نے تاکی کی دی ہوئی دوائی اپنے کوٹ کی جیب میں رکھی-اور ویسے ہی تھوڑا سا پانی پی کر گلاس میز پر رکھ دیا-

وہ پچھلے بیس دنوں سے یہی کر رہا تھا-اور ایسا کرنے سے اسے اپنی ذہنی کیفیت پہلے سے حد درجہ بہتر محسوس ہوئی-

اس سب کا ایک ہی مطلب تھا کہ اسے غلط دوائی دی جا رہی تھی-

"یہ ڈرگ اسمگلنگ بزنس کی میٹنگ کب ہے؟" اس شخص نے پوچھا-

"دو ماہ بعد متوقع ہے-" سامنے بیٹھے تاکی نے مختصر سا جواب دے کر منہ پھیر لیا-

"ٹھیک تم ہی سنبھال لینا-"

"پچھلے دو سالوں سے میں ہی سنبھالتا آرہا ہوں- ورنہ جو تمہاری حالت تھی- اس کے پیش نظر تو اس تنظیم نے دو دن میں ہی ختم ہو جانا تھا-"

تاکی کے کہنے پر وہ شخص ہنس کے رہ گیا-

"بس اس حادثے نے کہیں کا نہیں چھوڑا-" اس کا اشارہ اپنے بیٹے کی موت کی طرف تھا- جو کہ سانپ کے کاٹنے سے واقع ہوئی تھی- تب سے ہی اس کا ذہنی توازن درست نہیں رہا تھا- وہ سانپ سے ڈرنے لگا تھا- اور اس کی حالت کو مزید خراب تاکی نے غلط ادویات دے کر کیا- جس کی وجہ سے وہ اپنے ہاتھ پر بنے ٹیٹو سے بھی ڈرتا تھا-

تاکی سے اس کی ملاقات اس کے ڈاکٹر دوست نے کروائی تھی—جو کہ اسے سنبھال سکے- تاکی نے اسے کچھ ایسا متاثر کیا کہ اس نے تاکی کو اپنا چہرہ بنالیا- تب سے لے کر اب تک تنظیم کا ہر فیصلہ تاکی ہی کر رہا تھا-

لیکن اس بارے میں اس شخص اور تاکی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا—سب ارکان کو یہ ہی معلوم تھا کہ اسپیکر میں بولنے والا شخص زی۔کیو تھا- اس تنظیم کا سربراہ جس کو تاکی کے سوا کسی نے نہیں دیکھا تھا-

"چلو، جلد ہی تمہیں ریسٹ دیں گے-" زی کیو نے کہا-

"شوق سے-" صیام نے دل ہی دل میں ہنسا—ریسٹ تو وہ اسے دینے والا تھا- اور وہ بھی ہمیشہ کے لیے-

"دو ماہ بعد ہونے والی میٹنگ میں تنظیم کے مختلف ممالک سے سب ارکان اکھٹے ہو رہے ہیں-ایسا موقع مہینوں بعد آتا ہے جب سب ایک جگہ اکھٹے ہوں-اس بار کام ختم کرنا ہے۔اب میں مزید انتظار نہیں کرسکتا-"زی کیو کے پاس سے وہ سیدھا عمیر کے پاس آیا تھا-

"ضرور۔اگر ہر چیز پلان کے مطابق گئی-"تاکی نے عمیر کو لفٹ والے راز سے لے کر تنظیم کا ہر راز بتا دیا تھا-

عمیر نے تاکی کو اپنے مشن سے آگاہ نہیں کیا تھا-

تاکی کو یہی معلوم تھا کہ عمیر، شفیق انکل کا داماد ہونے کی حیثیت سے اس کی مدد کر رہا ہے-

●=====●=====●

لفٹ سے نکل کر چیک میٹ میں آتے وہ پانی پینے کی غرض سے سیدھا کچن گیا-کچن میں داخل ہوتے اس کی نگاہ چولہے پر رکھے برتن پر پڑی جس میں پانی ابل ابل کر اب سوکھ چکا تھا-

چولہے کو بند کرتے اس نے شیلف پر دیکھا جہاں کٹنگ بورڈ پر کچھ کٹی ہوئی سبزیاں پڑی تھیں—

"ہمم تو میڈم کا کھانا بنانے کا ارادہ تھا-لیکن پھر بنایا کیوں نہیں؟"اس نے اندر ہی اندر سوچا-

اس کے اس سوال کا جواب جلد ہی فرش پر جمی خون کی بوندوں نے دے دیا-

نیچے بیٹھتے جب اس نے پوروں پر جمہ ہوا خون لگا کر چیک کیا تو اس کا شک صحیح نکلا-ساتھ ہی اسے فریج کے قریب گری چھری دکھائی دی-

وہ وہاں سے اٹھتا بیڈروم کی جانب گیا-

دروازے کے قریب پہنچ کر اسے دھیمی آواز میں کچھ بولتی بہار کی گھٹی گھٹی سسکیوں کی آواز سنائی دی-

لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ دروازہ کھول کر اندھیرے کمرے میں داخل ہوا-

"لو... بہار—"روم کی لائٹس چلا کر وہ آنکھوں میں تفکر و پریشانی لیے جلدی سے بہار کی جانب بڑھا-

جو بیڈ کی دوسری سائیڈ پر گھٹنوں میں سر دیئے نیچے بیٹھی تھی-

"دور... نہیں.... مجھے بچاو... کوئی ہے-" بھیگے لہجے میں اس وقت اک آس اور بے پناہ ڈر چھپا تھا-

"بہار... بہار ادھر میری طرف دیکھو—"اس کے پاس ہی نیچے کارپٹ پر بیٹھتے اس نے ایک بار پھر اسے پکارا-

اس کے ہچکیوں کے درمیان چند ہی بولے جانے والے الفاظ نے میران کو گہری تکلیف سے دوچار کیا-

اس کی حالت دیکھ کر وہ لمحے میں سمجھ گیا تھا- بہار اس وقت

Posttraumaticstressdisorder

پی-ٹی-ایس-ڈی کا شکار ہوئی تھی-

ہاتھ پر لگنے والا کٹ اسے واپس زہے نصیب کے اس کمرے میں لے گیا تھا- جہاں وہ اپنی آبرو کی حفاظت کرتے ہوئے زخمی ہوئی تھی-

"بہار، اوپر دیکھو- دیکھو تم کہاں ہو- تم اپنے گھر میں ہو- تم سیف ہو—"اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے میران نے نرمی سے کہا-

"نہیں... میں... میرا گھر... نہیں-"ہنوز اسی طرح بیٹھی وہ نفی میں سر ہلانے لگی-

"ادہر دیکھو... ادہر—" دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر اس نے بہار کا چہرہ اوپر کیا-

رونے کی وجہ سے سوجی ہوئی آنکھیں، لال ہوتی ناک، بھیگا چہرہ-

"آنکھیں کھولو-"اس کا سر تھامے میران نے ہاتھوں کے انگوٹھے کو نرمی سے اس کی آنکھوں پر پھیرا-

جو اس کے چہرہ اوپر کرنے پر آنکھیں بند کیے ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی-

"بہار حسن، تم ٹھیک ہو—کچھ نہیں ہوا- دیکھو-"اس بار قدرے سختی سے کہنے پر اس نے ہولے سے اپنی بھاری ہوتی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا-

جو اس کا چہرہ تھامے چہرے پر تفکر لیے اسے دیکھ رہا تھا-

"گڈ! لو! دیکھو ارد گرد یہ تمہارا گھر ہے-تم یہاں پر اپنے شوہر کے ساتھ ہو-تم بالکل محفوظ ہو- تمہارے اور میرے سوا یہاں کوئی نہیں ہے—"ہر لفظ پر زور دیتے اس نے دھیمے مسحور کن لہجے میں کہتے اسے اس ٹراما سے نکالنا چاہا-

"میں... میں بہت ڈر گئی تھی—یہ سب..."چہرے پر رکھے اس کے ہاتھوں پر اپنے کانپتے ہاتھ رکھتی وہ بولتے بولتے بڑی شدت سے رو دی-

کس کس چیز کا غم نہ تھا- ماں کے بچھڑنے ، بھائی کی لاپرواہی ، بھابھی کی بے رخی ، بے گھر ہونے ، اغوا ہونے ، بیچے جانے۔

وہ اپنے ہر دکھ ، تکلیف ، ڈر ، خوف ، اندیشے ، بے بسی پر کھل کے روئی-

ہر نئےملنے والے دکھ پر انسان سوچتا ہے کہ اب کوئی بھی چیز اسے تکلیف نہیں دے سکتی—لیکن ہر نیا ملنے والا دکھ انسان کو پہلے سے بڑھ کے تکلیف دیتا ہے-

اپنے ساتھ لگاتے ، میران نے اسے رونے دیا-اس وقت بہار کے لیے رو کر اپنے اندر کا غبار نکالنا بے حد ضروری تھا—

انسان رو کر اپنے ساتھ سب سے بڑی نیکی کرتا ہے-رونے سے اذیت کا بیج جو انسان کو دیمک کی طرح اندر ہی اندر کھا کر اسے کھوکھلا کرتا جاتا ہے۔ اس کی جڑیں کمزور ہوجاتی ہیں—اور انسان خود کو ہلکا محسوس کرتا ہے-

ہاتھ پر لگے کٹ پر خون بہہ بہہ کر اب جم چکا تھا-

یہ ٹوٹ کے بکھرا ہے کہ ٹوٹا ہے بکھر کے

ہم دل کی تباہی کا سبب ڈھونڈ رہے ہیں

●=====●=====●

دو ماہ بعد

نومبر کے آخری ایام چل رہے تھے-اسلام آباد کی ہوا میں خنکی بڑھ چکی تھی-

مام ڈیڈ کو آئے ہوئے ایک ماہ ہو چکا تھا—ان کے آنے پر میران بہار کو اسلام آباد ارسلان مینشن لے آیا تھا-جہاں اب وہ چاروں مل کر رہتے تھے-

ارسلان صاحب اور سائرہ کو چونکہ میران نے نکاح سے پہلے ہی فون پر ہر چیز سے آگاہ کر دیا تھا-انہوں نے بہار کو خوشدلی سے قبول کرتے کم وقت میں اپنے بے پناہ خلوص اور پیار سے اس کے دل میں اپنوں، اپنے گھر کا احساس زندہ کر دیا تھا-

جو کہ اپنے باپ کے گھر میں رہتے ہوئے نبیلہ بھابھی اور بھائی کے رویے سے مر گیا تھا-اور اس کے بعد دوسرا گھر تو عمران بھائی کا ہی تھا-

فارم ہاؤس کے سرسبز کشادہ گراؤنڈ میں آگ کے گرد فاصلے پر رکھی دو کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھی وہ سامنے کھڑے کافی پیتے میران کو دیکھ رہی تھی-سردی کی وجہ سے اس نے اپنے گرد شال لپیٹی ہوئی تھی-

بہار کہ ان دو ماہ میں تین مرتبہ سائیکالوجسٹ کے ساتھ سیشن ہوئے تھے-ان تین سیشن کا ہی اس پر کافی اچھا اثر پڑا تھا—

"تمہارا پیپر کیسا ہوا تھا؟"آگ کے پاس سے پیچھے ہٹ کر اس کے پاس رکھی دوسری کرسی پر بیٹھتے اس نے پوچھا-

وہ بہار کے دو دن پہلے دیئے گئے اینٹری ٹیسٹ کے متعلق پوچھ رہا تھا-

"بس ٹھیک ہی ہوا ہے-"

"کیا مطلب ٹھیک ہوا ہے- اچھا کیوں نہیں ہوا؟ تمہارا ایڈمیشن تو ہو جائے گا نا؟" اس نے بہار کو دیکھتے سوال کیا-

جو گھنگھریالے بالوں کی لٹ انگلی کے گرد گھما رہی تھی—

"مجھے نہیں پڑھنا۔ پڑھائی کو چھوڑے ہوئے مجھے دو سال ہو گئے ہیں- اور" اپنی رو میں کہتے کہتے وہ رکی-

"اور، اور کیا؟" بہار کے رکنے پر اسے دیکھتے میران نے بات مکمل کرنے کو کہا-

"اور اب میری شادی ہو گئی ہے-" اسے منتظر دیکھ کر اس نے معصومیت سے جملہ مکمل کیا-

یہ میران کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اس عرصے میں وہ دونوں بہت اچھے دوست بن گئے تھے- اب بہار بغیر کسی ہچکچاہٹ کے آرام سے اس سے بات کر لیتی تھی-

"وہ تو ٹھیک ہے- لیکن یہ بہانہ کافی نہیں ہوگا-" اس نے ہنستے ہوئے کہا- ہنسنے سے اس کی سنہری آنکھیں چمک اٹھیں-"

وہ پچھلے ہفتے سے کام کے سلسلے میں شہر سے باہر تھا- کل دوپہر کی فلائٹ سے اس نے دبئی روانہ ہونا تھا-

جہاں اسکی اور چاندنی بیگم کی ڈرگ اسمگلنگ بزنس کی پہلی میٹنگ تھی۔ جس میں وہ ساٹھ فیصد کا حصہ دار تھا-

ان دو ماہ میں وہ چار مرتبہ چاندنی بیگم سے مل چکا تھا- دونوں کے درمیان ڈیل طے پا گئی تھی-

www.urdunovelsmania.com

جس کے تحت ملک عامر فرید سے ضبط کیے گئے اربوں کے بلیک منی میں سے کچھ رقم نقصان کے طور پر اس نے ادا کر دی تھی۔ ریڈ کی وجہ سے مزید نقصان سے بچنے کے لیے کچھ ماہ کے لیے لڑکیوں کی اسمگلنگ کا کام روک دیا گیا تھا۔

اپنی روانگی سے پہلے وہ کچھ وقت بہار کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ صبح ہی اسلام آباد آیا تھا۔ اور شام میں اسے لے کر فارم ہاؤس آ گیا۔

"بہانہ! کیسا بہانہ؟ اگر آپ میری جگہ ہوتے تو۔" بہار نے اپنے دفاع میں کہنا چاہا کہ میران بولا۔

"کوئی کسی کی جگہ نہیں ہو سکتا— ہر کسی کو اپنی جگہ پر رہ کر اپنی ذمے داریوں کو سنبھالنا ہے۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے آخر میں اس نے بہار کو چھیڑا۔ "اور پھر مجھے بھی ایک انٹر پاس لڑکی کا شوہر کہلوانا اچھا نہیں لگے گا۔"

"آپ کو کس نے کہا میرا ایڈمیشن نہیں ہوگا۔ بس اب یہ سب مشکل لگ رہا ہے۔" اس کے مذاق کو سمجھتے ہوئے اس نے کہا۔

"زندگی مشکل ہے— اور وہی کامیاب ہوتے ہیں جو مضبوط بن کر دکھاتے ہیں۔" کافی کا خالی مگ کرسیوں کے درمیان رکھی چھوٹی میز پر رکھتے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"زندگی کا مقابلہ کرنا سیکھو۔" اس کی بات بہار کے دل کو لگی۔

"ادھر آؤ۔" جیکٹ پہنے میران نے پیچھے سے پسٹل نکال کر ہاتھ میں پکڑتے کہا۔

"جی۔" شال سنبھال کر اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی وہ اس کے قریب آئی۔

"پکڑو اسے۔" ایم تھرٹی سیون کو اس کی جانب بڑھاتے، میران بولا۔

"دور رکھیں -آپ جانتے ہیں مجھے ڈر لگتا ہے—" اس نے گھبراتے ہوئے کہا-

"لو (love) ، اس میں ڈرنے والی کونسی بات ہے—میں تمہارے پاس ہوں-" میران نے اسے پچکارا-

"یہ کیسا مذاق ہے—" اس کی گھبراہٹ ہنوز برقرار تھی-

"یہ مذاق نہیں ہے—تمہیں اپنی حفاظت کرنا آنی چاہیے—" میران نے اسے سمجھایا—

"میری حفاظت کے لیے آپ ہیں ناں—" بہار کے لہجے اور آنکھوں میں ایک مان سا تھا-

"تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے-" میران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے سوال کیا-

"خود سے بھی زیادہ ہے مگر-"

"مگر کچھ نہیں—لو پکڑو اسے - پکڑو-" اس کی کلائی تھام کر پسٹل اس کے ہاتھ میں رکھی-

"لوڈ کرو اسے-" پسٹل تھامے اسے دیکھتی بہار کو کہا-

"کم آن-ڈو اٹ-" گن پکڑے ہاتھ کو دیکھتے اس نے دوبارہ میران کو دیکھا اور پھر پسٹل لوڈ کر دی-

"شاباش—اگر میری کہیں دور پوسٹنگ ہو جائے، یا میں تمہارے پاس نہ ہوں (اس کا اشارہ زہے نصیب میں ہونے والے حادثے کی طرف تھا) یا میں نہ رہوں تو تمہیں اپنی حفاظت کرنی تو آنی چاہیے ہے-ہمم ؟" بہار کی آنکھوں میں جھانکتے کہا جن میں ہلکی سی نمی تھی-

وہ اس شخص کو کھونے کا تصور نہیں کر سکتی تھی-

"میں چاہتا ہوں تم بہت اسٹرونگ ، پڑھی لکھی اور نڈر بنو ، چلو-"

کہتے ساتھ ہی وہ اس کے پیچھے آیا اور اس کے پسٹل تھامے ہاتھ کو اپنی مضبوط ہاتھ میں لیتے ہوا میں بلند کیا۔ اور پھر دھیمے سے اس کا ہاتھ دباتے اسے فائر کرنے کا اشارہ کیا-

بہار نے ایک نظر چہرہ موڑ کر اپنے پیچھے کھڑے میران کو دیکھا۔

اگلے لمحے فضا ٹھاہ کی آواز سے گونج اٹھی—

●=====●=====●

ائرپورٹ کے ویٹنگ لاؤنج میں بیٹھے وہ تینوں اپنی فلائٹ کا انتظار کر رہے تھے- تینوں کے مقاصد الگ الگ ہونے کے باوجود ان تینوں میں اپنے مقصد کے لیے کسی بھی حد تک جانے کا جذبہ مشترک تھا-

لیکن کامیابی ان تینوں میں سے ایک کے مقدر میں لکھی جا چکی تھی-

فلائٹ اناؤنسمنٹ ہونے پر تینوں اپنی جگہ سے اٹھتے آگے بڑھے—

اپنی سیٹ پر بیٹھ کر میران نے اپنے سے کچھ سیٹس آگے بیٹھی چاندنی بیگم کو دیکھا جو اپنی جگہ سنبھال چکی تھی-

کل شام کو ان لوگوں کی میٹنگ طے پائی تھی- وقت اور جگہ کا انہیں وہاں جا کر معلوم ہونا تھا-

میران کے بائیں ہاتھ پر دو سیٹ چھوڑ کر جمشید بیٹھا تھا-

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

جس کو دیکھ کر اسے کوئی حیرانی نہ ہوئی کیونکہ جمشید پر نظر رکھے اس کے ساتھی نے دو دن پہلے ہی اسے جمشید کے دبئی جانے کے متعلق آگاہ کر دیا تھا-

یقیناً وہ وہاں پر خوشی سے سیٹل اپنی بہن نبیلہ سے حساب کتاب کرنے جا رہا تھا-

●=====●=====●

دروازے پر ہوتی مسلسل بیل کی آواز سنتے ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھتی نبیلہ بے زاری سے اٹھ کر دروازے کی جانب گئی-

اپنے جس دوست کے ساتھ عمران کا دبئی میں بزنس کرنے کا ارادہ تھا-اس نے بزنس سیٹل کرنے کی غرض سے ان کے وہاں جانے سے پہلے ہی رقم منگوالی تھی-

دبئی آنے پر وہ ان سے بڑی گرم جوشی سے ملا انہیں یہاں گھر خریدنے میں مدد دی-

گھر ان لوگوں نے پاکستان والے گھر کو بیچ کر جو پیسے آئے۔ اس میں سے آدھی سے زیادہ رقم کا خریدا اور باقی پیسے عمران نے بینک میں رکھ دیئے--

یہ سب کام انہوں نے تین چار دنوں میں ہی کر لیے تھے-

نبیلہ اپنے خوابوں کو پورا ہوتا دیکھ خوشی سے پھولے نہ سما رہی تھی-اس کی خوشی کو نظر تو تب لگی جب دو روز کا کہہ کر عمران کا دوست العین اپنی فیملی سے ملنے گیا۔ اس کے پیچھے سے گھر کے اصل مالک نے آ کر انہیں گھر خالی کرنے کو کہا-

پولیس کی کاروائی اور تمام معاملات کی جانچ پڑتال کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ عمران کے دوست نے ان لوگوں کے ساتھ فراڈ کیا تھا- اور اس کا کوئی گھر کوئی اپنا بزنس نہیں تھا-

وہ ان سے جتنی رقم لوٹ سکتا تھا وہ لوٹ کے فرار ہو چکا تھا-

بینک میں رکھی رقم سے عمران نے ایک فلیٹ رینٹ پر لیا۔ اور جاب کی تلاش شروع کر دی۔ بینک میں رکھی باقی کی رقم وہ آہستہ آہستہ استعمال کر رہے تھے—

نبیلہ کو تو ایسے لگا جیسے ساتوں آسمان اس کے سر پر آ گرے ہوں-

باہر کے ملک بسنے کا وہ خواب جو وہ جوانی سے دیکھتی آ رہی تھی- جس کے لیے اس نے اپنی نند تک کو بیچ دیا۔ وہ پانی کے بلبلے کی طرف پھٹ گیا تھا- یہ سب اس کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ تھا-

آئے روز اس کے اور عمران کے بیچ جھگڑا ہوتا—اس نے عمران کے ساتھ بھی وہی رویہ اختیار کر لیا جو اس کا بہار کے ساتھ ہوتا تھا-

آخر ایک انسان کب تک اپنے چہرے پر ماسک چڑھا سکتا ہے- ایک نہ ایک دن تو اسے اترنا ہی ہے-

نبیلہ کا بھی اچھے بننے کا ماسک جو وہ عمران کے سامنے چڑھائے رکھتی تھی اب اتر چکا تھا-

"لگتا ہے آج پھر نوکری نہیں ملی—" کلستے ہوئے سوچتی اس نے دروازہ کھولا—

لیکن اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھتے اس کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا—ایک اسی کی کمی رہ گئی تھی-

"ہیلو نبیلہ—" سامنے کھڑے اپنے ہاتھ میں سفری بیگ تھامے جمشید نے کہا-

اپنی حیرت پر قابو پاتے اس نے جلدی سے دروازہ بند کرنا چاہا کہ جمشید زبردستی جلدی سے اندر داخل ہوا-

"بہت غلط بات ہے اتنا لمبا سفر کر کے میں تم سے ملنے آیا ہوں اور تم دیکھو کیا کر رہی ہو-" اندر آ کر اطراف کا جائزہ لیتے اس نے کہا-

"تمہیں یہاں کا اڈریس کیسے ملا؟" اس کے قریب آتے نبیلہ نے تنفر سے کہا—

"تم نے تو دیا نہیں تو ظاہری بات ہے عمران بھائی سے ملا ہے-ویسے تمہارے حالات کا جان کر بہت افسوس ہوا-"

"جب سب جانتے ہو تو پھر یہاں کیا کرنے آئے ہو؟" نبیلہ نے جمشید کی آمد کا مقصد جاننا چاہا—

"میں نے سوچا جو بچا ہے وہ میں لوٹ لوں-" وہ لالچی پن سے بولا-

"جمشید دیکھو، میرا دماغ پہلے ہی بہت خراب ہے۔ تم مزید خراب مت کرو- چلو نکلو یہاں سے—"

"میں ایسے تو نہیں جاوں گا-" اس نے ہٹ دھرمی سے کہا-

●=====●=====●

جاری ہے۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

#Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_18

"تو پھر کیسے جاؤ گے؟ میں تمہاری محبوبہ کو فون کروں؟" اس کی وہاں موجودگی نبیلہ کو پاگل کر رہی تھی۔

"نہ، نہ یہ دھمکی اب کام نہیں آئے گی۔ میں اسے چھوڑ چکا ہوں۔" جمشید نے اس کو سلگاتے ہوئے کہا۔

تو جاؤ بھائی، ہمیں بھی چھوڑو۔ پہلے ہی میرے سر پر کم مصیبتیں نہیں ہیں۔ تم ایک اور بن کر نازل ہو گئے ہو۔" نبیلہ نے ہاتھ جوڑتے کہا۔

"وہ بھی چھوڑ دوں گا۔ پہلے تم مجھے بینک میں رکھی رقم دو۔" جمشید نے اپنا مطالبہ پیش کیا۔

"او بھائی! کوئی رقم نہیں ہے۔ ہم کنگال ہو گئے ہیں۔ چلو، یہاں سے جاؤ۔" نبیلہ نے اسے بازو سے پکڑ کے باہر کی جانب دھکیلنا چاہا۔

"میرے ساتھ تمیز سے پیش آؤ، ورنہ" جمشید نے اس کا ہاتھ جھٹکتے سختی سے کہا۔

"ورنہ کیا، ہاں، ورنہ تم کیا کر لو گے؟" پاگل پن کی حدوں کو چھوتے اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔

"ورنہ میں عمران بھائی کو بتا دوں گا کہ بہار بھاگی نہیں ہے تم نے اسے بیچا ہے۔"

"اپنا منہ بند رکھو۔" نبیلہ چیخی۔ غصے کی شدت سے اس کا چہرہ لال ہو گیا تھا۔

"کیوں چپ رہوں میں بتاؤں گا۔ تم نے وہ خط رکھا تھا۔ اس کے ساتھ ہمیشہ ناروا سلوک رکھا۔ مجھے میری رقم دے دو۔" جمشید نے ایک ایک کر کے نبیلہ کو اس کے سارے کرتوت یاد کروائے۔

"میں تمہیں بتاتی ہوں... تم مجھے دھمکی دو گے۔" پھرتی سے نبیلہ نے ٹیبل پر رکھی فروٹ باسکٹ میں سے چھری اٹھائی۔ اس کو کچھ سمجھنے کا موقع دیئے بغیر چھری اس کے پیٹ میں گھونپ دی۔

"اوہ..." جمشید کی آنکھیں باہر کو ابلیں۔

وہ پیٹ میں گھونپی چھری پر ہاتھ رکھے نیچے بیٹھتا گیا۔ تکلیف کی شدید لہریں اس کے وجود میں اٹھیں۔

اس کے سر پر کھڑی نبیلہ نے اس کی حالت سے حظ اٹھاتے کہا۔

"بتاؤ عمران کو... ساتھ یہ بھی بتانا کہ تم بھی برابر کے شریک تھے.... میرے ساتھ.." وہ ابھی آگے بولتی کہ منہ پر پڑنے والے زوردار تمانچے پر وہ لہرا کر نیچے گری۔

گال پر ہاتھ رکھے چہرہ اٹھا کر جب اس نے دیکھا تو سامنے کھڑے عمران کو دیکھ کر اس کے چودہ طبق روشن ہوئے۔

عمران جو کچھ منٹ پہلے ہی آیا تھا۔ اندر سے آتی آوازوں پر وہ فلیٹ کے کھلے دروازے پر ہی رک گیا۔

حیرتوں کے کئی پہاڑ اس کے سر پر گرے۔ اس کا دماغ چکرا کے رہ گیا۔

"بہار کو بیچ دیا۔" اس نے ہولے سے دہرایا۔

اس کا ذہن کسی بھی طرح اس بات کو قبول کرنے پر تیار نہ تھا۔ لیکن سامنے نظر آتا منظر، اس کے کان میں پڑنے والے زہریلے الفاظ سب ایک اٹل حقیقت تھے۔

جس پر اسے قبول کرتے ہی بنی۔

تڑپتے ہوئے جمشید پر ایک قہر آلود نظر ڈالتے اس نے کھڑی ہوتی نبیلہ کا منہ دبوچا۔

"تم نے کیا، کیا ہے؟" اس کی زوردار غراہٹ پر وہ کانپ کے رہ گئی۔

"یہ سب جھوٹ ہے۔۔میں نے"

"بے شرم عورت ابھی بھی جھوٹ بولتی ہو۔"

وہ اسے دوبارہ تھپڑ لگانے ہی والا تھا کہ اندر داخل ہوتی پولیس جنہیں سامنے والے فلیٹ میں رہنے والے انکل نے کال کی تھی نے عمران کو پیچھے سے پکڑا-

"چھوڑو مجھے۔ میں اس عورت کو نہیں چھوڑوں گا- میری بہن کہاں ہے— بتاو؟" عمران نے چلاتے ہوئے خود کو چھڑوانے کی کوشش کرتے کہا-

پولیس والوں نے بے قابو ہوتے عمران کو ٹھنڈا کیا-

جمشید کو فوری طور پر ہسپتال منتقل کرنے کا انتظام کیا گیا تھا-

جبکہ ابتدائی تفتیش کے دوران عمران اور سامنے والے انکل کی گواہی پر نبیلہ کو اریسٹ کرتے پولیس اسٹیشن لے جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھایا-

"عمران مجھے بچاو- میں تمہاری بیوی ہوں- عمران کچھ کرو—"گاڑی میں بیٹھتی نبیلہ نے روتے، چلاتے کہا-

یہ ایکدم اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا؟

ابھی تو بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی-

اس نے جمشید پر کیسے وار کیا؟

عمران کو سب پتا چل گیا!

دیار غیر میں اسکا کیا ہو گا؟

تمام سوال اس کی آنکھوں کے سامنے خوفناک حقیقت بنے منڈلا رہے تھے-

"جس کو تم نے بیچا ہے وہ میری بہن ہے، سمجھی—"اس نے ضبط سے کہا اور رخ موڑ لیا-

"پتا نہیں بہار کہاں ہے ؟

کس حال میں ہے ؟

میری بہن !!"

تمام باتیں اس کے حواس سلب کررہی تہیں -اس سے بہت بڑی غلطی ہوگئ تھی—اور شاید اب بہت دیر بھی ہوگئ تھی-

وہ دونوں ہاتھوں میں سر کو تھامے وہیں بیٹھتا چلا گیا-

ڈوبتے ہوئے سورج نے افسوس سے اس لاچار انسان کو دیکھا—

●=====●=====●

وسیع و عریض کمرے کے وسط میں خوبصورتی سے لگے ٹیبل کے گرد تمام ارکان اپنی کرسیاں سنبھالے بیٹھے تھے-

ٹیبل کے پیچھے دیوار پر لگی کرسیوں میں سے ایک پر برتقالی اور تاکی بیٹھے تھے۔ دونوں خاموش بے تاثر نگاہوں سے ان تمام ارکان کے مابین ہونے والی گفتگو سن رہے تھے-

انہیں یہاں بیٹھے گھنٹے سے اوپر وقت ہوگیا تھا-

"ببل دو-" برتقالی کے کہنے پر تاکی نے اپنی جیب میں موجود زہریلی چیو نگم اسے دی-

وہ اکثر اس سے چیو نگم مانگ لیا کرتا تھا-

اس کی عادت کا فائدہ اٹھاتے وہ اسے پچھلے کچھ ٹائم سے چیونگم میں تھوڑا تھوڑا زہر دے رہا تھا-

تاکی سے چیونگم لے کر منہ میں رکھتے وہ چیونگم چباتے گھڑی میں وقت دیکھنے لگا-

اس چیونگم میں اتنا زہر ضرور تھا کہ اس کو کھاتے اگلے بیس منٹ میں اس کی موت واقع ہو جاتی تھی-

اس ہی ٹیبل پر چاندنی بیگم کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھے میجر میران ارسلان خاموش پرسوچ نگاہوں سے چہرے پر دھیمی مسکراہٹ لیے ان سب کو سن رہے تھے-

"سر، میں ذرا آتا ہوں-" میران کی طرف سے اشارہ ملنے پر برتقالی کے کان میں ہولے سے کہتے تاکی کمرے سے باہر نکل کر لفٹ کی جانب بڑھا-

دو، تین منٹ کے وقفے سے کمرے میں لگے اسپیکر پر مشینی آواز ابھری-

تمام ارکان اپنی گفتگو کو پس پشت ڈالتے ذی کیو بنے تاکی کی بات سننے لگے-

"آپ سب یہاں جمع ہونے کے مقصد سے تو آگاہ ہیں-مجھے اس کام میں تیس سال سے اوپر وقت ہو گیا ہے-" وہ ہر جملہ ٹھہر ٹھہر کر ادا کر رہا تھا-

کمرے میں چھائے سکون کے برعکس باہر سارے ہوٹل میں تہلکہ مچا ہوا تھا-

میجر عمیر نے یو۔ اے ۔ ای اسپیشل ٹاسک فورس کے آفسران کے ساتھ مل کر سارے ہوٹل کو سیل (seal) کر دیا تھا-

میجر میران اور عمیر اس سارے آپریشن کو لیڈ کر رہے تھے-

باقی دو سیکرٹ فلورز سے تقریباً آٹھ سو کے قریب مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والی لڑکیوں کو بازیاب کروایا گیا-

اور بھاری مقدار میں ہیروئین، ایل ایس ڈی، جی ایچ بی ***، کوکین، آئیس کو برآمد کیا جو کہ یہاں ہی بنائی جا رہی تھی۔

اپنے کان میں لگے آلہ پر میجر میران لمحہ بہ لمحہ تمام بدلتی ہوئی صورتحال سے اپڈیٹ ہو رہے تھے۔ مشن کے آغاز سے ہی وہ لوگ یو اے ای ٹاسک فورس کے چیف سے مسلسل رابطے میں تھے۔

اس تمام عرصے میں انہوں نے کئی ثبوت اکھٹے کر لیے تھے۔۔ جو وہاں اس کمرے میں موجود تمام افراد کو گرفتار کرنے کے لیے کافی تھے۔

اس جگہ موبائل اور اسلحہ کی پابندی ہونے کی وجہ سے میجر میران کے علاوہ وہاں موجود تمام افراد باہر پیش آنے والی صورتحال سے بے خبر بیٹھے ذی کیو کی بات سن رہے تھے۔

"اس عرصے کے دوران میں آپ سب کے ساتھ مل کر اوپر سے اوپر کی طرف سفر کرتا گیا۔ ہمارے اس سفر میں بہت سی زندگیاں ختم، برباد ہوئیں۔۔ بہت سے لوگوں کو قربانی دینی پڑی۔ لیکن ایسے کام کاموں یہ سب چلتا رہتا ہے۔ کیوں! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟" کہہ کر مشینی آواز ہنسنے لگی۔۔

ان لوگوں کو ذی کیو کی بے معنی باتیں الجھا رہی تھی۔۔ آج سے پہلے تو اس نے آرڈر دینے کے سوا کوئی بات نہ کی تھی۔

تو پھر آج کیا ہوا تھا؟

آج کیا الگ تھا؟

"لیکن اب حساب دینے کا وقت آگیا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں آپ سب کو اس میں مزہ آئے گا۔"

اس کے کہتے ساتھ ہی میجر میران نے اپنے کان پر لگے آلہ میں ہولے سے "ناؤ" کہا۔

ڈھار کی آواز سے دروازہ کھلا—میجر عمیر سمیت تمام آفسران جنھوں نے پہلے ہی سارے فلور کا محاصرہ کرلیا تھا نے میران کی طرف سے اشارہ ملتے اندر دھاوا بول دیا-

تمام ارکان اچانک پیش آنے والی اس صورت حال پر بوکھلا کے رہ گئے-اب انہیں ذی کیو کی بے معنی باتوں کے معنی بہت اچھے سے سمجھ آرہے تھے-

ان کا دماغ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ آخر ذی کیو نے ان سے کون سی دشمنی نکالی ہے۔

اس نے اپنے ہی بندوں کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟

جبکہ برتقالی اپنا گلہ پکڑتے نیچے گر گیا-اس کے منہ سے سفید جھاگ بڑی تیزی سے نکل رہا تھا-

چاندنی بیگم نے بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ میں میران کی جانب دیکھا جو اطمینان سے کھڑا وہاں ہوتی ساری کاروائی دیکھ رہا تھا-

وہ لوگ جو اپنے آپ کو بہت بڑا سورما سمجھتے تھے انہیں معلوم بھی نہ ہوا اور ان کا کھیل ختم ہوگیا-

ہوٹل سے باہر نکل کر پیدل چلتے تاکی کا رخ اس جگہ کی طرف تھا جہاں پچھلے دو سالوں سے ذی کیو مسلسل رہائش پذیر تھا-اس کی خون آشام آنکھوں کے آگے اپنی بہن اور باپ کا چہرہ آرہا تھا-

آج اس کا مقصد پورا ہو رہا تھا-

وہ ذی کیو کے ساتھ اس کے پورے نیٹ ورک کو ختم کرنا چاہتا تھا-تاکہ آج کے بعد کسی باپ کی بیٹی بھائی کی بہن کو وہ ذلت و رسوائی نہ اٹھانی پڑے، اس اذیت سے نہ گزرنا پڑے جس سے وہ گزرے تھے-

تیز قدموں سے چلتا وہ ذی کیو کے کمرے میں داخل ہوا-اس نے ذی کیو کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھا-

لیکن یہ کیا؟

وہ وہاں کہیں پر بھی نہیں تھا—

وہ موبائل فون نکالتے عمیر کو کال کرنے ہی والا تھا کہ کسی نے پیچھے سے اس کی گردن میں سرنج (Syringe) گھونپی-

اس سے پہلے کہ تاکی پلٹ کر دیکھتا وہ بے ہوش ہوتا وہیں گر گیا-

●===●====●

بگڑ جائیں ہم ماضی گواہ ہے

ہم سر کے تاج نہیں

سر اتار لیا کرتے ہیں

"تم دونوں پر پورا بھروسا ہے-اگر اللہ نے چاہا تو تم دونوں کامیاب ٹھہرو گے-"فون اسپیکر پر میجر میران کی آواز گونجی-

"پاکستان-"

"زندہ باد—"میران کو جواب میں جیپ کی اگلی سیٹ پر بیٹھے کیپٹن شہروز اور کلثوم نے یک زبان کہا-

اور کال بند ہو گئی-

میجر میران کی طرف سے آپریشن کے کامیاب ہونے کی خبر ملتے زہے نصیب کے باہر اپنی ٹیم کے ساتھ موجود کیپٹن شہروز اور کلثوم گاڑیوں سے نکلتے اندر کی جانب بڑھے ہے۔

زہے نصیب کی سرخ اینٹوں والی عمارت روشنی سے نہائی اندر ہوتے رقص و موسیقی کے ساتھ ناچ رہی تھی۔

تمام عمارت کو گھیرتے ہوئے انہوں نے آپریشن اسٹارٹ کیا۔

گیٹ پر موجود صفدران کو دیکھتے فائرنگ کرتا اندر کو بھاگا۔

اس کا نشانہ کچا ہونے کے باعث چوک گیا۔ لیکن کیپٹن شہروز کی گولی کے ایک ہی نشانے سے وہ بے جان ہوتا نیچے ڈھے گیا۔

"بڑے تحمل سے میں نے اس وقت کا انتظار کیا تھا۔" اس کے وجود پر ایک نگاہ ڈال کر دھیمے سے بڑبڑاتے کیپٹن شہروز تیز قدموں سے اندر کی جانب بڑھا۔

گولیاں چلنے کی آواز اندر بھی پہنچ گئی تھی۔ چھت پر موجود بشیر نے نیچے بھاگتے فوری طور پر ستارہ کو لیا اور چھپتے چھپاتے دونوں وہاں سے بھاگے لیکن چونکہ ساری عمارت کو پاک فوج نے گھیر لیا تھا اس لیے باہر نکلتے ہی وہ دونوں پکڑے گئے۔

اندر جاتے انہوں تمام ہالز، فلورز کو سیل کرتے ادھر موجود لوگوں کو دو گروپس میں تقسیم کر کے حراست میں لے لیا۔

جن میں سے ایک گروپ زہے نصیب کے اندر والوں کا جبکہ دوسرا باہر والوں کا تھا۔

وہاں موجود اعلیٰ ملکی شخصیات نے کافی واویلا کرنے کی کوشش کی لیکن ان کی ایک نہ سنی گئی۔

"کیپٹن شہروز، شہربانو میسنگ ہے-" کیپٹن کلثوم جس نے پوری عمارت کو اچھے سے دیکھ لیا تھا شہربانو کے نہ ملنے پر کیپٹن شہروز کو بتایا-

"سارا چیک کر لیا ہے-"

"یس-"

"اوکے آئیں دیکھتے ہیں-" باہر نکلتے کیپٹن شہروز نے کہا-

انہوں نے وہاں نصب کیے کیمروں میں چیک کیا۔ اس کے علاوہ ستارہ اور باقی لوگوں سے بھی پوچھا—لیکن سب کا یہی کہنا تھا—

"ابھی تو یہاں ہی تھی پتا نہیں کہاں گئی-"

شہربانو جو زہے نصیب کے پچھلے طرف باغ میں لگے پرانے کنویں کے پاس کھڑی میٹنگ کے متعلق پوچھنے کے لیے کیف خان کو فون ملا رہی تھی۔ گولیاں چلنے پر گھبرا کر پیچھے ہوئی اور کنویں میں گر کر ڈوب گئی-

ڈوبتی ہوئی شہربانو کے ساتھ ہی اس کی زہے نصیب پر حکومت کرنے کی خواہش، اس کی تمام حسرتیں اور خواب بھی ڈوبتے چلے گئے-

اندر موجود رقص کے رکنے پر باہر ٹھنڈی ہواؤں کا ایک عجیب رقص شروع ہو گیا تھا- سیاہ اندھیرے آسمان کے نیچے کھڑی کیپٹن کلثوم، کیپٹن شہروز کے کہنے پر شہربانو کے موبائل میں انسٹال وائرس کی مدد سے اس کی لوکیشن چیک کر رہی تھیں-

"کیپٹن، پچھلی جانب کی لوکیشن آرہی ہے-" کہتے ہی وہ زہے نصیب کے پچھلے حصے کی طرف دوڑے
-
ٹارچ لائٹس کی مدد سے جب انہوں نے تمام جگہ کو اچھی طرح سے چیک کیا تو نتیجے میں انہیں گھاس پر گرا شہربانو کا موبائل ملا-
کسی خیال کے تحت کیپٹن شہروز نے ساتھ موجود سپاہیوں میں سے ایک کو پانی سے بھرا کنواں اندر سے دیکھنے کو کہا-
جس بات کا شک تھا وہی ہوا۔ کنویں میں سے شہربانو کی سرد پڑتی لاش برآمد ہوئی-

●=====●=====●

"کیا لگتا ہے؟ وہ کہاں جاسکتا ہے—" طے شدہ پلان کے مطابق میجر میران اور عمیر اگلے روز صبح میں اوپن ریسٹورنٹ میں بیٹھے صیام کا انتظار کررہے تھے-
"یہ تو تمہیں بہتر پتہ ہوگا—" کافی کا خالی کپ درمیان میں پڑی ٹیبل پر رکھتے میران نے شانے اچکاتے کہا-
"میں کل رات سے ہی اس کا نمبر ٹرائی کررہا ہوں- پہلے وہ کال ریسیو نہیں کررہا تھا۔ اب اس کا نمبر بند جارہا ہے-" عمیر بولا۔

کل رات پاکستان میں مشن کامیاب ہوتے ساتھ ہی کرنل خالد نے یو ایس بی میں چھپے تمام رازوں پر سے پردہ اٹھا دیا تھا-

میڈیا کی بدولت پورے ملک میں یہ خبر آگ کی طرح پھیلی-

بہت سی اعلیٰ شخصیات نے راتوں رات اپنے عہدوں پر سے استعفیٰ دے دیا- جبکہ اس کے ساتھ ہی سارے ملک میں گرفتاریوں کا سلسلہ جاری تھا-

ان کے ٹیبل سے کچھ ہی فاصلے پر سڑک پر تیزی سے چلتی ٹریفک رواں دواں تھی-

"الولید کو کال کر کے چیک کرو-" میران نے ذی کیو کی بلڈنگ کے باہر پہرہ دیتے ٹاسک فورس کے آفیسر کا کہا—

"وہ بھی نجانے کہاں غائب ہو گیا ہے—اس سے بھی رابطہ نہیں ہو رہا—لگتا ہے کچھ گڑبڑ ہے—" اس نے کہتے میران کی طرف دیکھا۔ وہ آنکھیں سکیڑے، سڑک کی دوسری جانب بینچ پر بیٹھے شخص کو دیکھ رہا تھا—

جو ہاتھوں میں سر دیئے بیٹھا نجانے کیا سوچ رہا تھا-

"یہ کون ہے؟" عمیر نے پوچھا-

"بہار کا بھائی-" میران نے دوسری جانب بیٹھے عمران کو دیکھتے جواب دیا-

خالی ذہن، بے تاثر نگاہیں وہ دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھامے اپنے پاؤں کو تک رہا تھا-

کل دوپہر میں نبیلہ کو اسٹیشن سے جیل لے جاتی گاڑی کے ساتھ حادثہ پیش آیا تھا۔ جس کے باعث نبیلہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گئی تھی-

ابھی کچھ دیر قبل وہ بے دلی سے اس کی آخری رسومات ادا کر کے قبرستان سے نکل کر وہاں بیٹھ گیا تھا۔
نبیلہ کے مرنے کے ساتھ ہی بہار کو ڈھونڈنے کی آخری امید بھی دم توڑتی گئی۔
کیونکہ جب وہ جمشید سے بہار کا پوچھنے کے لیے ہسپتال گیا۔ وہاں جا کر اسے معلوم ہوا کہ جمشید ہسپتال سے بھاگ گیا تھا۔
وہاں بیٹھے ہوئے اسے ایک بار پھر اپنے باپ کے آخری الفاظ یاد آئے۔
"اپنی بہن کا خیال رکھنا۔"
"تم اسے باپ کا پیار، بڑے بھائی کا مان، عزت دینا۔۔"
"بیٹے تم اس کے لیے وہ سایہ دار تن آور درخت بن جانا۔ جو اسکو زمانے کے سرد گرم سے بچا کر رکھے۔۔"
"جو مشکل وقت میں اسکا سہارا بنے۔۔"
"ابو جی!! میں بہار کا خیال نہ رکھ سکا۔۔اس کا سہارا نہ بن سکا۔" آنکھوں کے آگے دھند سی چھائی۔ کہتے ہوئے وہ اٹھا اور روڈ پر اتر آیا۔
اس کی غائب دماغی کا اندازہ سڑک پار دور بیٹھے میران کو ہو گیا تھا۔
اس کے اٹھتے ہی وہ بھی اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے عمران کو بچانے کے لیے بڑھا۔ جو کہ اب سڑک کے بیچ و بیچ کھڑا تھا۔
اس سے پہلے کے وہ اس تک پہنچتا اسے اپنے بائیں جانب سے ایک تیز رفتار ٹرک آتا دکھائی دیا۔
"دھیان سے میران۔" سڑک کنارے کھڑا عمیر چیخا۔

www.urdunovelsmania.com

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_19

سائرہ مام کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی بظاہر ٹی وی دیکھتی بہار کا دھیان کہیں اور ہی تھا-
اپنے ہاتھ میں پہنے لاکٹ کے بلیو اسٹون پر بے خیالی میں انگلی پھیرتے اس کے ذہن کے پردوں پر صبح والا واقعہ لہرایا—
فون کی تیز بیل پر سکون کی نیند سوئی بہار نے ہڑبڑا کر اٹھتے ادھر ادھر دیکھا- ہوش قائم ہوئے تو اس نے نیند سے بوجھل ہوتی آنکھوں کو کھولے سائیڈ ٹیبل پر بجتے موبائل کو اٹھایا-

جو کہ کچھ ٹائم پہلے میران اس کے لیے لایا تھا- دن میں ایک، دو مرتبہ کال کر کے وہ اس کی خیریت دریافت کر لیا کرتا تھا—

آنکھیں مسلتے اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا فون اٹھایا۔ آدھی رات کو میران کی کال دیکھتے اس نے کال ریسیو کرتے گھبرا کر کہا-

"ہیلو، سب ٹھیک تو ہے؟ آپ ٹھیک ہیں؟" ایک ہی سانس میں اس نے پوچھا—

"ریلیکس لو- سب ٹھیک ہے- تم ٹھیک ہو؟" اس کی گھبرائی ہوئی آواز سنتے اسے اتنی لیٹ کال کرنے پر افسوس ہوا—

پر وہ اس دل کا کیا کرتا—

"میں ٹھیک ہوں- سب خیریت ہے نا؟" بہار نے دوبارہ پوچھا—

"آف کورس لو—ایوری تھنگ از فائن-" اس کی پریشانی محسوس کرتے اسے کہیں نہ کہیں دل ہی دل میں خوشی ہوئی-

"پھر اتنی رات کو کال کیوں کی ہے؟" آنکھیں بند کرتے گھنگھریالے بالوں کو تکیے پر پھیلاتے وہ دراز ہو گئی-

"تمہیں مس کر رہا تھا—لائف از ٹو شارٹ ٹو ویٹ—اس لیے سوچا تمہاری آواز سن لوں-"

اس کی بات پر وہ آنکھیں بند کیے دھیمے سے مسکرائی-

اس کی مسکراہٹ کا ساتھ بہار کی بند آنکھیں بھی دے رہیں تھیں—

"آپ واپس کب آرہے ہیں؟" یاد تو اسے بھی بہت آرہی تھی-لیکن آئی مس یو تو کہنے کی بجائے اس نے میران کی واپسی کا پوچھا—

"ابھی دو دن پہلے تو تمہارے ساتھ تھا-ویسے.. کیوں تم مجھے مس کر رہی ہو-"کافی پیتے میران نے مسکراہٹ دباتے پوچھا-

وہ سب معاملات سے فارغ ہو کر پندرہ منٹ پہلے ہی روم میں آیا تھا-

یہ کافی اس کی زندگی کی سب سے اچھی کافیوں میں سے ایک تھی-جس کی وجہ بہار تھی-

"ایسی تو کوئی بات نہیں—میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا-"آنکھیں کھولتے اس نے معصومیت سے اپنی صفائی دی-

"پھر ٹھیک ہے—ابھی ایک دو مہینے لگ جائیں گے—"میران نے اسے تنگ کرنے کو کہا-جبکہ چار دن بعد اس کی واپسی تھی-

چاندنی بیگم اور باقی ملزمان کو آہستہ آہستہ ان کے ملک کے حوالے کیا جا رہا تھا-

"اتنا ٹائم؟" بہار حیرانی سے بولی-

"اب تم ایک آرمی آفیسر کی بیوی ہو-ان سب کی عادت ڈال لو-"

"لیکن-"وہ بے چین ہوتی اٹھ کر بیٹھ گئی-

"لیکن کیا لو تم کونسا مجھے مس کر رہی ہو-"میران نے اسے چھیڑا-

"ہو سکتا ہے کر رہی ہوں-"بہار نے ہار مانتے بھولے پن سے کہا-

"تو ہو سکتا ہے چار دن بعد میں تمہارے ساتھ ہوں-" اس کی بات پر ایک خوبصورت مسکراہٹ اس کے چہرے پر کھلی—

سائرہ مام کی آواز پر وہ حال میں لوٹی۔

"بہار کیا بات ہے؟ ایسے اکیلے اکیلے مسکرا رہی ہو-" سائرہ نے اسے آپ ہی آپ مسکراتے دیکھ کر کہا-

"نہیں میں وہ ٹی وی-" گھبرا کر اس نے ٹی وی کو دیکھتے بہانہ بنانا چاہا۔

لیکن بدقسمتی سے ٹی وی پر کوئی نیوز چینل لگا ہوا تھا- جس پر ملک میں ہونے والے چینی کے بحران پر رپورٹ پیش کی جا رہی تھی-

اس لیے وہ شرما کر چپ ہو گئی-

"میں سمجھ گئی-" سائرہ نے مسکراتے ہوئے کہا-

"میں ذرا کچن میں نصرت باجی (کھانا بنانے والی عورت) کو دیکھ لوں کیا بنا رہی ہیں—" اسے سمجھ نہیں آیا کہ سائرہ مام کیا سمجھی ہیں—

اس لیے کنفیوز ہوتے وہ وہاں سے اٹھتی کچن میں چلی گئی-

اسے جاتا دیکھ سائرہ کو اس کی غائب دماغی پر ہنسی آئی- کیونکہ آج اس کے کہنے پر ہی نصرت باجی کچن میں پلاؤ بنا رہی تھیں- اور بہار غلط بہانہ بناتے بناتے رکتی کنفیوژن میں پھر غلط بہانہ بنا گئی-

●=====●=====●

تیز رفتار ٹرک ڈرائیور ہارن بجاتا انہیں راستہ چھوڑنے کو کہہ رہا تھا-
لمحے کے ہزارویں حصے میں دوڑتے ہوئے میران نے سڑک کے درمیان کھڑے عمران کو سڑک کنارے دھکیلا-
ٹرک اس سے کچھ انچ کے فاصلے پر تھا جب وہ پھرتی سے پیچھے ہوتا خود بھی کنارے پر ہوا-
کب سے سانس روکے اس منظر کو دیکھتے عمیر کا بھی اس کو محفوظ دیکھ کر سانس بحال ہوا-
سڑک کنارے یونہی اوندھے منہ پڑے عمران کو سہارا دے کر اٹھاتے میران نے اسے بینچ پر بٹھایا-
اتنے میں میجر عمیر ہاتھ میں پانی کی بوتل لیے وہاں آ گئے-
انہوں نے عمران کی طرف بوتل بڑھائی جو خالی نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا- سڑک پر گرنے کے باعث اس کے کپڑوں پر دھول لگی تھی-
"پی لیں-" اس کی حالت کے پیش نظر عمیر نے اب کی بار بوتل کھول کر اس کی جانب کی، عمران نے خاموشی سے بوتل تھامی اور ایک ہی سانس میں سارا پانی پیتا چلا گیا-
"یو اوکے؟" عمیر نے عمران کے ساتھ بیٹھے میران سے پوچھا-
"ہمم-" میران نے کہا-
پانی پینے سے اندر لگی آگ کچھ کم ہوئی تو اس کے حواس بحال ہوئے-
"یہ آپ کیا کر رہے تھے؟" چہرے کا رخ اس کی جانب کرتے میران نے پوچھا-
"مجھے نہیں پتہ کیا ہوا ہے-" عمران نے پریشانی سے کہا-

عمران کے ساتھ پیش آئے تمام حادثات کی خبر میران کو پہلے ہی ہو چکی تھی- اس لیے وہ اس کی دماغی رو کو اچھے سے سمجھ سکتا تھا-

"آپ لوگ پاکستانی ہو؟" عمران نے دونوں کو دیکھتے پوچھا-

"بالکل ہم آپ کے ہم وطن ہیں-" عمیر نے کہا—

"آپ لوگوں کو کیسے پتا میں پاکستانی ہوں؟" عمران نے کام کا سوال کیا-

"ہمیں اس کے علاوہ بھی بہت کچھ پتہ ہے، عمران—" میران نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے سنجیدگی سے کہا—

سنہری آنکھوں والے اس اجنبی کے منہ سے اپنا نام سنتے عمران چونک گیا-

"میرا نام-" عمران نے کہا جب بینچ پر بیٹھے ان دونوں کے سامنے کھڑے عمیر نے میران کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا-

"میران میں جا رہا ہوں—کچھ پتا لگتا ہے تو تمہیں بتاتا ہوں-" اسے سر ہلاتا دیکھ عمیر وہاں سے چلا گیا-

"نام کا کیا ہے—میں نے کہا نہ مجھے آپ کے بارے میں بہت کچھ پتا ہے—"

"تو کیا میری بہن... بہن ہے میری بہار اسکا پتا ہے کدھر ہے؟" عمران نے اک آس سے پوچھا—

"ویسے عجیب بات نہیں تم اپنی بہن کا کسی اجنبی سے پوچھ رہے ہو—جبکہ تمھیں خود پتہ ہونا چاہیے تمھاری بہن کہاں ہے—" میران نے ہلکا سا طنز کیا-

"ہاں، عجیب بات ہے- ہے عجیب بات لیکن میرے جیسے شخص کے لیے نہیں—" کہتے ہوئے عمران بے بسی سے رو دیا—

"ابو جی—"

"رومت تمہاری بہن محفوظ ہے—اور اس وقت وہ میرے یعنی میران ارسلان کے نکاح میں ہے۔ "

"نکاح میں؟ اسکو تو..." عمران نے آنسو پونچھتے بات ادھوری چھوڑی جس پر اس کی بات سمجھتے میران نے اسے اوپر اوپر سے ضروری باتیں بتا دیں۔

بہار کی خیریت کا سن کا عمران کو یک گونہ سکون حاصل ہوا—

اس نے میران کے ہاتھ تھامتے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہا کہ میران بول اٹھا۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے—"

"لیکن میرے سے بہت بڑی غلطی ہوگئی—" عمران نے شرمندگی سے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ تم سے غلطی ہوئی ہے۔لیکن اب اصل مدعا یہ ہے کہ کیا تم اپنی غلطی کو سنوارانا چاہتے ہیں۔" میران نے اس سے دریافت کیا—

"میرے اندر اس کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں۔میں بہت شرمندہ ہوں۔میں نے بہت زیادتی کی ہے۔"

"پھر غلطی کر رہے ہو۔" میران تاسف سے بولا—

"پتہ ہے عمران تمہاری والدہ کی طرح میری امی کی بھی وفات میری کم عمری میں ہوگئی تھی—"

بہار نے اسے اپنے ماضی کے متعلق ہر بات سے آگاہ کردیا تھا—

عمران سر جھکائے اسے سن رہا تھا۔

"تمہارے والد صاحب کی طرح میرے ڈیڈ نے بھی دوسری شادی کرلی- تمہارے گھر میں رابعہ ماں اور میرے گھر میں سائرہ مام آئیں- یہاں تک ہماری کہانی ایک ہی ہے-

آگے سے اس کو مختلف ہماری چوائس نے بنایا- تمہاری طرح قبول نہ کرنے کی بجائے میں نے سائرہ مام کو قبول کرنے کی کوشش کی تھی- ہر بچے کیطرح میرے لیے بھی یہ سب مشکل تھا- سائرہ مام کے بے پناہ لاڈ پیار کے ہوتے ہوئے بہت مشکل تھا- اپنی امی کی جگہ کسی اور کو گھر میں دیکھنا—" بتاتے ہوئے اسے اپنا بے وجہ احساس کمتری کا شکار ہو کر رونا، خود سے اندر ہی اندر لڑنا، چپ چپ رہنا یاد آیا-

"لیکن پھر آہستہ آہستہ میں خود سمجھتا گیا—اس گھر میں جو میری امی کا مقام ہے اسے کوئی نہیں لے سکتا- جبکہ سائرہ مام کی بھی اپنی ایک الگ جگہ ہے۔ اور اسے بھی کوئی نہیں لے سکتا—تب ہر چیز میرے لیے بہت سہل ہوتی گئی- اور دیکھو آج ہم سب ہنسی خوشی رہ رہے ہیں-" اپنی بات کے اختتام پر گہرا سانس لیتے اس نے عمران کی جانب دیکھا۔ جس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے-

"اس سب بات کا مقصد یہ ہے کہ اب بھی تمہارے پاس چوائس ہے تم چاہو تو سب ٹھیک کر سکتے ہو-" اس کے کندھے کے گرد اپنا بازو پھیلاتے میران نے کہا—

●=====●=====●

"آپ مجھے کیوں دروازہ کھولنے کا کہہ رہے ہیں؟ باہر چوکیدار ہے تو-" بہار نے الجھ کر میران سے کہا جس نے فون کرتے ساتھ اسے دروازہ کھولنے کا کہا-

آئی نو لو باہر واچ مین ہے—لیکن باہر جو شخص کھڑا انتظار کر رہا ہے۔ وہ اگر تم کھو گی تو ہی اندر آئے گا-"

"کون ہے میں آپ کے علاوہ کسی کو نہیں جانتی-" حیرانی سے کہتے ہوئے وہ لاؤنج کا دروازہ کھول کر دو سیڑھیاں اترتی پورچ میں آئی-

باہر آتے ہی سرد ہواؤں کے جھونکے اس کے وجود سے ٹکرائے—ایک ہاتھ سے سویٹر کے بٹن بند کرتی وہ اس سے بات کرتی گیٹ کے قریب پہنچی-

"کھولو گی تو پتہ لگ جائے گا-"

"میں دروازہ کھولنے لگی ہوں-" اس نے چھوٹے دروازے کا لاک گھماتے دروازہ کھولا-

"یا ئیکس (....yikes)کھولو-" اس نے بمشکل کہا-

"کیا ہوا؟ آپ...." اس کی کراہنے کی آواز پر اس نے پوچھنا چاہا لیکن باقی کے الفاظ دروازے کے باہر کھڑے شخص کو دیکھ کر منہ میں ہی رہ گئے-

ایک شخص پاس رہ کر بھی سمجھا نہیں مجھے
اس بات کا افسوس ہے، شکوہ نہیں مجھے

موبائل والا ہاتھ کان سے ہٹ کر پہلو میں گرا-

وہ بت بنی سامنے کھڑے شخص کو دیکھنے لگی-

اس کے سامنے کھڑے عمران بھائی کا بھی یہی حال تھا-

"بھائی!" اس کے لبوں نے بے آواز جنبش کی-

اور اگلے ہی لمحے وہ عمران بھائی کے گلے لگتی زور و شور سے رونے لگی-

اس کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کے متعلق عمران کی لاعلمی کا میران ہسپتال میں ہی بہار کو بتا چکا تھا-

کچھ دیر بعد وہ عمران بھائی سے الگ ہوئی اور دونوں چلتے ہوئے بائیں جانب بنے باغ میں لگے بینچ پر آ بیٹھے-

اس دوران وہ میران کے متعلق مکمل طور پر بھول چکی تھی-

"بھائی یہ کیا کر رہے ہیں، آپ؟"

"میں تمہارا گنہگار ہوں۔ مجھے معاف کر دو، میں تو تمہیں منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں تھا- شاید اگر تمہارا شوہر میران مجھے سمجھاتا نہ تو میں کبھی بھی نہیں آتا— مجھ میں تم سے معافی مانگنے کا حوصلہ نہیں تھا- میں تمہارا مجرم ہوں- میں تمہاری حفاظت نہ کر سکا-" عمران بھائی نے ندامت سے سر جھکائے ہاتھ جوڑ لیے- بہار نے ان کے ہاتھ تھام کر چہرے سے لگا لیے-

"آپ مجھ سے بڑے ہیں مجھے گنہگار نہ کیجئے—" وہ روہانسی آواز میں بولی-

وہ جس نے سوچا تھا کہ وہ بھابھی اور جمشید کے ساتھ عمران بھائی کو بھی کبھی معاف نہیں کرے گی۔ انہیں یوں اچانک سامنے دیکھ کر اس کا دل نرم پڑ گیا-اور اب ان کے منہ سے نکلے الفاظ نے دل کو ہر شکوے، کدورت سے صاف کر دیا-

بعض انسانوں کے ساتھ آپ خواہ کتنی بڑی زیادتی کیوں نہ کر جائیں وہ آپ سے صرف ایک لفظ معافی سننا چاہتے ہیں-یہ دیکھ کر کہ آپ اپنے کیے پر شرمندہ ہیں وہ فوراً آپ کو معافی کا پروانہ دے دیتے ہیں-

●=====●=====●

"آہ!" آنکھیں کھولتے میران کی پہلی نظر اپنے بندھے ہاتھوں پر گئی-نیم وا آنکھیں مکمل کھولتے اس نے چہرہ موڑ کر دیکھا تو اس کے ساتھ دوسری کرسی پر بندھے ہاتھوں کے ساتھ بیٹھے عمیر کی گردن ایک جانب کو ڈھلکی ہوئی تھی-عمیر کے ساتھ ہی صیام بیٹھا تھا-لیکن وہ اس وقت ہوش میں تھا-

"سوری، لیکن میرے پاس اس کے سوا کوئی چوائس نہیں تھی-اور، ذی کیو زندہ ہے-" خود کو دیکھتے میران کو صیام نے کہا-

اگلے روز جب وہ لوگ عمران بھائی کو ائیرپورٹ اتار کر واپس آرہے تھے تو الولید کی کال آئی تھی-اس رات الولید کو زخمی کر کے بے ہوش کر دیا گیا تھا-اور جب اسے ہوش آئی تو اس نے خود کو ایک بیاباں میں پایا-

مختصراً اس علاقے میں بھٹک بھٹک کر وہ وہیں دوبارہ بے ہوش ہوگیا تھا- پھر جب اسے ہوش آئی تو اس نے خود کو ہسپتال میں پایا- جس کے بعد اس نے پہلی کال عمیر کو کی تھی--صیام کے متعلق وہ مکمل لاعلم تھا- اس نے اسے نہیں دیکھا تھا-

الولید کی بات سن کراان کی تشویش میں اضافہ ہوا۔ لیکن رات صیام نے کال کر کے انہیں اپنی خیریت کا بتاتے بتایا تھا کہ ذی کیو کو وہ اسی رات مار چکا ہے-

جب عمیر نے صیام سے اس کی دو دنوں سے گمشدگی کا پوچھا تو اس نے یہ کہہ کر اسے ٹال دیا کہ کل صبح جب آپ دونوں کلینک آوگے تو سب بتا دوں گا--

صیام نے انہیں وہاں کسی سے ملوانے کے لیے بلایا تھا-

میران جو کلینک کے باہر پہنچ کر گاڑی میں بیٹھا بہار سے بات کر رہا تھا-

گاڑی کے کھلے شیشوں سے گزرتی دائیں بائیں دونوں طرف سے فائر کی گئی سرنج آئی اور سیدھا ان دونوں کی گردن میں لگی-

بمشکل بہار کو "بھولو-" کہتے اس نے گردن میں گھونپی سرنج نکال کر دیکھی اور اگلے لمحے بے ہوش ہوگیا-

اس کے ساتھ ہی برابر میں بیٹھا عمیر جو دروازہ کھول کر باہر نکلنا چاہ رہا تھا۔ وہ بھی بے ہوش ہوگیا-

اوراب جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے ان دونوں کے ساتھ خود کو بندھے ہوئے پایا-

ذی کیو کی ساری گیم سمجھنے میں اسے اک لمحہ لگا--

urdu novels mania www.urdunovelsmania.com

"اس نفسیاتی مریض نے ہمیں باندھا کیوں ہے- عمیر!... عمیر!"-پوچھنے کے ساتھ اس نے عمیر کو آواز دی-

"ذی کیو نفسیات کا ڈاکٹر بن گیا ہے-اپنے تجربات کرنے کے لیے اس نے ہمیں یہاں لاک کیا ہوا ہے-اور جہاں تک اس کلینک کی بات ہے تو میں بتا تا چلوں یہ اسکے دوست کا کلینک ہے یو نو جس نے مجھے ذی کیو سے ملوایا تھا-اپنے تجربات کرنے کے لیے اس نے رینٹ پر لیا ہے-"تاکی نے بہت ہی سنجیدگی سے کہا-

"تم کیا کہہ رہے ہو- عمیر... عمیر! عمیر! اٹھو-" اس کے قریب کھڑے ہوتے میران نے اسے دوبارہ آواز لگائیں جس پر عمیر ہوش میں آیا—

"تم ٹھیک ہو؟"

"ٹھیک ہوں-"عمیر نے اردگرد نگاہ دوڑاتے کہا-

"یہ سب کیا ہے؟"عمیر نے پوچھا-

اس کا جواب دو گارڈز کی معیت میں اندر آتے ذی کیو نے دیا-

"ہیلو، بوائز میں آپ کا ڈاکٹر ذی کیو ہوں-مل کر خوشی ہوئی-"ذی کیو نے مسکرا کر کہا۔"میں تم لوگوں کیساتھ ایک گیم کھیلوں گا-"وہ تینوں اپنی اپنی جگھوں پر موجود اسے سننے لگے-

"گیم بہت آسان ہے یا تو تم لوگ مجھے اپنے بارے میں بتا دو، یا پھر-"کہہ کر اس نے بات ادھوری چھوڑی-

"یا پھر کیا؟"عمیر بولا—

"یا پھر تم لوگ جو خود کے بارے میں جانتے ہو میں اسے بھی تمھیں بھولا دوں گا-" اس نے بے رحمی سے کہا-

"تم ڈرپوک انسان میرے ہاتھ کھولو—میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا-" اشتعال سے کہتے صیام اس کو مارنے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھا جب ذی کیو کے ساتھ موجود گارڈ نے ہاتھ میں پکڑے ٹیزر سے اسے بجلی کا جھٹکا لگایا—

جس پر وہ کراہ کر نیچے گرا-اس دوران ذی کیو کمرے سے نکل گیا تھا-

گارڈ نے پاس کھڑے میران کو ٹیزر دکھا کر پوچھنا چاہا کہ "ہاں! بھئی تمہیں بھی چاہیے؟"

"یار بھائی-آرام سے-دیکھو میں کچھ نہیں کر رہا—انرجی ویسٹ نہ کرو-" ٹیزر کی طرف اشارہ کرتے اس نے سکون سے کہا-

گارڈان سب کو دیکھتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور دروازہ بند ہو گیا-

"ایک دفعہ یہ ٹیزر میرے ہاتھ آنے دو—پھر بتاتا ہوں کرنٹ کیسے لگاتے ہیں-" اپنی جگہ پر بیٹھتے ہاتھ پر بندھی وائیر سے نبرد آزما ہوتے میران نے کہا-

●=====●=====●

تقریباً دو تین گھنٹے بعد وہ دوبارہ آیا اور ان سے پوچھ گچھ کرنے لگا۔ لیکن خاطر خواہ جواب نہ پا کر اس نے کمرے سے نکلتے، گارڈز کو انہیں دوسرے کمرے میں لے جانے کو کہا—

"کہاں لے کر جا رہے ہو؟... کیا ہو رہا ہے ؟...چھوڑو–"

عمیر اور صیام نے مزاحمت کرتے کہا–

وہ گارڈز چپ چاپ انہیں اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے ایک دوسرے کمرے میں لے آئے۔ جہاں تین میڈیکل چیئرز پڑیں تھیں-

کمرے میں موجود ٹیبل کے پیچھے بیٹھا ذی کیو انجیکشنز کو الٹ پلٹ کر دیکھنے میں مصروف تھا-

"نہیں ہم نہیں بیٹھیں گے-چھوڑو-جانے دو-" مسلسل چیختے چلاتے عمیر اور صیام کو انہوں نے شاک لگا کر سیٹ پر بٹھایا۔ اور وہاں کھڑے دو وارڈ بوائز انہیں بیلٹس لگانے لگے-

ان کو ٹیزر لگا تا وہ شخص میران کی طرف بڑھا جب ایک گارڈ پکڑے کھڑا تھا-

"لاؤ اسے بھی-" ٹیزر پکڑے گارڈ بولا-

"آرام سے-کوئی مسلہ نہیں–میں اس کے بغیر ہی بیٹھ جاوں گا-" میران نے کہا-

گارڈ نے اسے پکڑ کر بٹھایا-

"تو وقت آگیا ہے۔ تم لوگوں پر کچھ تجربات کرکے دیکھیں جائیں-"

"چھوڑو....جانے دو... یہ تم لوگ اچھا نہیں کر رہے-"

پلان کے مطابق ان دونوں نے مزاحمت کرتے شور مچاتے کمرے میں موجود تمام افراد کا دھیان میران سے ہٹا کر خود پر لگایا ہوا تھا-وہ لوگ موقع کی تلاش میں تھے اور شاید یہی صحیح موقع تھا۔

اسی بات کا فائدہ اٹھاتے میران نے اپنی شرٹ کے کف میں چھپایا ہوا بلیڈ جو اس نے ادھر آنے سے پہلے ہی اپنے ہاتھوں کے درمیان کر لیا تھا۔ اس کو تیزی سے وائیر پر پھیر کر کاٹ دیا-لیکن ظاہر یہی کیا کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں—

"تم ٹھہرو باقی سب باہر چلے جائیں-"

ٹیزر پکڑے گارڈ کو رکنے کا کہہ کر ذی کیو نے باقی گارڈز کو باہر جانے کو کہا-

جبکہ وارڈ بوائز نیچے جھکے اب ان دونوں کے پیر قید کر رہے تھے-

میران پر سکون بیٹھا یہ سب دیکھ رہا تھا-

"تم لوگوں نے مجھے مایوس کیا ہے-یا تو اب تم لوگ مرو گے یا سب کچھ بھول جاؤ گے-جو کچھ تمہیں پتا ہے سب بھول جاؤ گے-تم لوگ ایک خالی کتاب بن جاؤ گے-" اس نے سرنج بھرتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" عمیر بولا-

"ذی کیو، میرے ہاتھ کھولو میں تمہیں بتاتا ہوں یادداشت کیسے مٹاتے ہیں-" خود کو چھڑوانے کی کوشش کرتے صیام بولا-

"ڈاکٹر میں نے اپنا ارادہ بدل لیا ہے-ان کو چھوڑو، سب سے پہلے مجھ پر تجربہ کرو-ڈاکٹر-آو، آو مجھے فارمیٹ کرو۔" میران اونچی آواز میں بولنے لگا-

جس پر گارڈ قریب آتے اسے شاک لگانے لگا کہ ہاتھ کھلے ہونے کے باعث ٹیزر کا رخ پلٹتے اس نے گارڈ کو لگا دیا—جس پر کرنٹ کھا کر وہ نیچے گرا-

تیزی سے اٹھتے اس نے نیچے بیٹھے دونوں وارڈ بوائز کو جو اسے دیکھ کر ڈر کے کھڑے ہو گئے تھے شاک لگاتے اچھی طرح مارا-

یہ سب دیکھتے اپنی جگہ پر بیٹھا صیام ہنسنے لگا-کیونکہ اب اسے ذی کیو کا اینڈ نظر آ رہا تھا-

جب وہ اپنی جگہ سے کھڑے ذی کیو کی طرف بڑھا تو اس نے میران کو انجکشن لگانے کی کوشش کی لیکن میران کے مقابلے میں وہ بوڑھا کچھ نہ تھا—

انجکشن کا رخ موڑتے میران نے وہ اس کے کندھے میں گھونپ دیا جس پر وہ ٹرپتا ہوا نیچے گرتا اس کو نکالنے لگا-

"ہمیں کرنٹ لگاؤ گے ۔ بولو۔ ہمیں کرنٹ لگاؤ گے ۔" اس گارڈ کو دوبارہ کرنٹ لگاتے وہ پوچھ رہا تھا۔

پھر اس سے ہٹ کر میران نے جلدی جلدی صیام اور عمیر کے ہاتھ کھولے-دونوں اپنے پاوں کھولتے کھڑے ہوئے-

میران نے ٹیبل پر رکھے ٹیلیفون سیٹ سے اسپیشل ٹاسک فورس کے چیف کو کال ملائی-

پانچ منٹ میں پولیس نے آ کر باہر کھڑے گارڈز جو اندر پیش آنے والی صورتحال سے بے خبر تھے ۔ انکو گرفتار کرتے وین میں بٹھایا-

پہلے سے بیمار ذی کیو کو انجکشن لگنے کے باعث فالج کا اٹیک ہو گیا تھا-

جبکہ ان دونوں کا شکریہ ادا کرتے صیام نے سرینڈر کرتے خود کو پولیس کے حوالے کیا-

اس کا مقصد ٹھیک تھا لیکن وہ دو سال سے اس غلط کام کا حصے دار رہا تھا—

اور پھر برتقالی کا قتل!

جبکہ میران اور عمیر وہاں سے نکلتے مریم کے گھر گئے-

جہاں انکارات کا کہانا تھا۔ لیکن اب رات کے دو بجے انہوں نے مریم کو اٹھا کر اس سے کافی کی فرمائش کرنی تھی-

ان کی سادگی ان کی عاجزی

ان کی ہر ادا کمال ہے

مجھے فخر ہے مجھے ناز ہے

میری پاک فوج بے مثال ہے

●=====●=====●

چاندنی بیگم ، سلطانہ بیگم کی بیٹی نے اپنی ماں سے بغاوت کرتے باہر اپنے کسی چاہنے والے کے ساتھ بھاگ کر شادی کرلی —کیونکہ جب اس نے سلطانہ سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا تو جواب ناں میں تھا-

جس کے باعث اسے یہ قدم اٹھانا پڑا-

وہ اپنے شوہر کے ساتھ ملتان آکر آباد ہو گئی- شادی کے ڈیڑھ سال بعد اس کی گود میں ننھی سی کلثوم آگئی- دونوں میاں بیوی بیٹی کی آمد پر بہت خوش تھے-

اس تمام عرصے میں اسے ایک ایک لمحہ اپنے فیصلے کے صحیح ہونے کا احساس ہوتا رہا- وہ اپنی ماں سے دور اپنے شوہر اور بیٹی کے ساتھ اپنی اس چھوٹی سی جنت میں بہت پر مسرت زندگی گزار رہی تھی- لیکن کب سے اس کی متلاشی سلطانہ بیگم کو اس کی خوشیاں دیکھ کر آگ ہی لگ گئی- وہ چاندنی سے اس اقدام کی ہر گز توقع نہیں رکھتی تھی- اس نے چاندنی کو کتنا تلاش کیا تھا-

وہ اپنے مرنے کے بعد چاہتی تھی کہ ذہبے نصیب پر اس کا خون ہی حکومت کرے لیکن چاندنی کے بھاگ جانے سے اس کو اپنا یہ خواب ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا لیکن اب اچانک تین سال بعد چاندنی کو ڈھونڈ لینے کے بعد سلطانہ کو بہت خوشی ہوئی-

اسے اپنا خواب پورا ہوتا محسوس ہوا-

گھر کے دروازے پر سلطانہ بیگم کو دیکھ کر چاندنی کو پریشانی نے گھیر لیا--اتنے سال بعد ماں کو دیکھ کر اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہے، کیا کرے-

شوہر سے چونکہ اس نے اپنے ماضی کہ متعلق جھوٹ بولا تھا اس لیے اس نے اپنی ماں سلطانہ کا تعارف دور کی خالہ کے طور پر کروایا-

کچھ دن تو سلطانہ آرام سے اپنے بیٹی اور داماد کو ہنستا مسکراتا دیکھتی رہی اور ان سے خوب عزت، قدر کروائی-

لیکن پھر آہستہ آہستہ کر کے چاندنی کا ماضی اس کے شوہر کے سامنے رکھتے سلطانہ نے اس کے شوہر کو کچھ اس انداز میں بدظن کیا کہ ایک رات اس کا شوہر چاندنی کو طلاق دیتا چھوٹی سی کلثوم کو لے کر چلا گیا۔

چاندنی تو بکھر کر رہ گئی۔اس کے لیے شوہر سے علیحدگی اور اپنی بیٹی سے بچھڑنا ناقابلِ برداشت زخم کی طرح تھا۔

اس نے ان دونوں کو تلاش کرنے کی بہت کوشش کی لیکن نجانے اس کا شوہر اسکی بیٹی کو لے کر دنیا کی بھیڑ میں کہاں غائب ہوا کہ ایک سال تک اسے تلاش کرتی وہ ناکام رہی۔

وقت گزرنے کے ساتھ آہستہ آہستہ غم و غصے کی جگہ بے حسی اور دل کی سختی نے لے لی۔

اور وہ چاندنی سے چاندنی بیگم بن گئی۔

آج بھی اکثر وہ پرانی تصاویر نکال کر انکی یاد میں رو دیتی تھی۔لیکن ہر بار رونے کے بعد وہ پہلے سے زیادہ ظالم ہو جاتی تھی۔

تختہ دار پر کھڑی وہ ماضی کو یاد کرتے رو دی۔

کچھ دیر پہلے اس سے کلثوم ملنے آئی تھی۔اس کی بیٹی۔

"میری کلثوم—میری چندا پری۔" ٹیبل پر پڑی تصاویر دیکھ کر اسے معلوم ہوا کہ وہ لڑکی جس کی آنکھوں نے اسے کسی اپنے کی یاد کروائی تھی وہ آنکھیں اس کی بیٹی کی تھیں۔

"تم میرے سامنے تھی اس پنجرے میں میں نے کیسے نہ تمہیں پہچانا۔" چاندنی نے روتے ہوئے کہا۔

"اس بات کا بڑا آسان جواب ہے۔لوگوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کر کر کے آپ کا دل اس قدر کالا ہو چکا ہے کہ آپ مجھے نہیں پہچان سکیں—" کلثوم نے تلخی سے کہا۔

اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں زنجیریں دیکھ کر اسے آج اس تکلیف کا اندازہ ہوا جو اکثر و بیشتر ملزمان کے عیال کو ہوتی ہے—اور وہ ہتھکڑیاں کھولنے کی درخواست کرتے ہیں۔

"میری بچی... میں تمہاری یاد میں بہت تڑپی ہوں۔" وہ بنا پلک جھپکائے بھیگا چہرے لیے اس کے ایک ایک نقوش کو دیکھتی اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کر رہی تھی۔

"ان لڑکیوں کے والدین بھی اپنی بیٹیوں کی یاد میں بہت تڑپے ہوں گے جن معصوموں کی زندگیوں کا فیصلہ آپ نے کیا تھا۔" جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا اس لیے کلثوم کی باتوں کا چاندنی پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

"تمہارا باپ کیسا ہے؟" اس کی آنکھوں کو دیکھتے چاندنی کو وہ بے وفا شخص یاد آیا جو اس کا شوہر تھا۔

"وہ اب نہیں رہے۔" کلثوم نے ضبط سے کہا۔

"آہ، وہ اس دنیا سے چلا گیا اور مجھے پتہ بھی نہ لگا۔" دل پر ایک زوردار گھونسہ پڑا تھا۔ وہ اور تیزی سے رونے لگی۔

"میں آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہتی ہوں اس سب کی آپ کے پاس کیا وضاحت ہے۔"

"کوئی وضاحت نہیں—" چاندنی نے نفی میں سر ہلاتے کہا۔ "میں ایسا کر کے خود کو اذیت دینا چاہتی تھی۔"

"ہونہہ، خود کے ساتھ نجانے کتنے بے گناہوں کو آپ نے اذیت دی ہوگی۔" کہتے ہوئے کلثوم اٹھی اور وہاں سے جانے لگی۔

"کلثوم، ایک... ایک بار مجھے گلے لگا لو—" بھیگے لہجے میں التجا تھی۔

اس کی التجا پر وہ رکی لیکن پلٹی نہیں—

"میری آخری خواہش سمجھ لو-" پاکستان آنے پر اس کا کیس فوجی عدالت میں چلا تھا دو ہفتوں میں کیس کا فیصلہ آگیا تھا- جس کے تحت اب سے کچھ دیر بعد آج اسے پھانسی تھی-

کلثوم نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا-

"کلثوم بس ایک بار میری بچی مجھے گلے لگا لو ایک بار پلیز--"

ضبط کی ساری طنبایں ٹوٹیں اور وہ پلٹ کر بھاگتی ہوئی باہیں پھیلائے بیٹھی چاندنی کے گلے لگ گئی-

لاکھ دل و دماغ سے لڑنے کے باوجود وہ ہار گئی- اس کے لیے موت سے کچھ دور کھڑی وہ عورت کوئی مجرم نہیں بلکہ اس کی ماما تھی جس کے ایک لمس کے لیے وہ بہت تڑپی تھی-

نجانے کیوں لیکن وہ اس کو پھانسی کو لگنے سے پہلے چاندنی کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ اس کی بیٹی ہے-

"کیوں کیا آپ نے ایسے ماما- میں نے آپ کو کتنا ڈھونڈا اور جب آپ ملیں بھی تو ملک دشمن کے روپ میں- اس سے اچھا آپ ملتی ہی نہ- بابا ہمیشہ سے صحیح کہتے تھے آپ کو ملنے پر دکھ کے سوا کچھ نہیں ملے گا- سچ میں، میں پاگل ہو رہی ہوں آپ کی اصلیت کے بارے میں سوچ سوچ کر-" جھک کر اس کے شانوں سے لگتی وہ اشک بہاتے ہوئے دل کی ہر بات ہر شکوہ کہتی چلی گئی- اور چاندنی وہ آنکھیں بند کیے چپ چاپ اسے محسوس کرتی رہی-

"کیپٹن ٹائم ختم ہوگیا ہے-" دروازہ بجا کر باہر سے ہی سپاہی نے کہا-

جس پر کلثوم نے اس سے الگ ہوتے آنسو پونچھے اور نظر بھر کر اسے دیکھتی جانے لگی-

"مجھے تمہیں ایسا دیکھ کر بہت خوشی ہوئی--کسی ایسے انسان سے شادی کرنا جو میرے حوالے کیساتھ تمہیں قبول کرے-"

کمرے سے نکلتے اس کے کانوں میں چاندنی کے الفاظ پڑے لیکن وہ خود کو کمپوز کرتی وہاں سے چلی گئی۔
گردن کے گرد پھندے کی بڑھتی ہوئی سختی کیساتھ اس نے پیر مارتے اکھڑتی ہوئی سانسوں کے ساتھ کلثوم کو یاد کیا۔

"کلثوم تمہاری ماں بری نہ...." ایک ہچکی لی اور اس کی جان حلق سے الگ ہوئی۔"

گاڑی کے اسٹیرنگ پر سر رکھے وہ خاموش بیٹھی تھی۔جب فون آنے پر اس نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ کال ریسیو کی۔

وہ جانتی تھی کال کرنے والے نے کیا کہنا ہے۔

"ہیلو، کیپٹن کلثوم۔ چاندنی بیگم کو پھانسی دی جا چکی ہے۔"

"او کے" بہت ضبط سے کہتے کال بند کرتی وہ ہچکیوں کے ساتھ رو دی۔

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com

●=====●=====●

جاری ہے۔

#Army_Base_Story

#کیفِ_بہاراں

سبین_احمد

قسط_20

آخری_قسط

آجا کہ ابھی ضبط کا موسم نہیں گزرا

آجا کہ پہاڑوں پہ ابھی برف جمی ہے

خوشبو کے جزیروں سے ستاروں کی حدوں تک

اس شہر میں سب کچھ ہے بس اک تیری کمی ہے

اندر داخل ہوتے پہلی نظر بہار پر پڑی جو بے چینی سے کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی—

قدموں کی آہٹ پر بہار نے دروازے کی جانب دیکھا جہاں کھڑا میران مسکراتا ہوا اس کی جانب آیا-

"آپ کہاں تھے؟ میں کل دوپہر سے آپ کو کال کر رہی ہوں—" اسے دیکھتے ہی وہ نان اسٹاپ بولنے لگی

"لیکن آپ نے ایک دفعہ بھی کال پک کرنا ضروری نہیں سمجھا- اگر انسان مصروف ہے تو وہ ایک بار کال کر کے بتا سکتا ہے۔ یا ایک میسج کر سکتا ہے-" بہار نے ناراضگی اور غصے کی ملی جلی کیفیت لیے پوچھا-

اس روز سائرہ ماما نے عمران بھائی کو دوپہر کے کھانے پر روک لیا تھا- بھائی کے جانے کے بعد جب اسے میران کا خیال آیا تو اس نے فوراً اسے کال ملائی—

تب سے لے کر آج اس کے آنے سے پہلے تک کئی بار وہ کال کر چکی تھی-

دل کو طرح طرح کے وسوسوں نے گھیر لیا تھا- اسے رہ رہ کر میران کی آواز یاد آ رہی تھی-

پتا نہیں وہ کیسا تھا؟

کس حال میں تھا؟

اور اب وہ موصوف خوش باش گھر آ کر نیچے مام ڈیڈ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے- اسے اپنے سامنے دیکھ کر اسے یک گونہ سکون حاصل ہوا تھا- لیکن پھر اپنی پریشانی، بے چینی یاد آئی تو وہ چپ کر کے روم میں آ گئی-

"میں ریسٹ کرنا چاہ رہا تھا—اس لیے میں نے فون سوئچ آف کیا اور ساحل پر چلا گیا- درختوں، پرندوں، پانی کی سر اٹھاتی لہروں کو دیکھا—اور کچھ ریلیکس کیا-" وہ اس کے چہرے سے ہی اس کی ناراضگی کا جان چکا تھا۔ لیکن پھر بھی اس کو تنگ کرنے کو بولا-

"آپ مشن پر ہوتے آرام کر سکتے ہیں؟"

"کیا ہے، تو کر ہی سکتا ہوں-" اس کے سامنے کھڑے شانے اچکاتے کہا-

"آپ ایسا نہیں کر سکتے- آپ مجھے اتنی پریشانی میں ڈال کر ریسٹ نہیں کر سکتے تھے- اگر سب کچھ ٹھیک تھا تو پھر وہ آواز کیسی تھی اور اس کے بعد آپ نے مجھے فون کر کے کچھ نہیں بتایا- پتا ہے ہزاروں طرح کے خیال میرے ذہن میں آ رہے تھے—آپ مر تو نہیں گئے، آپ کو کچھ ہو تو نہیں گیا-" کہنے کے درمیان ہی وہ رو پڑی-

سنہری آنکھوں میں مسکراہٹ لیے اسے دیکھتے میران نے بہار کو روتے دیکھ اسے گلے لگایا-

"لو، اوکے۔ اوکے آئی ایم سوری -مجھے تمہاری کال اٹینڈ کرنی چاہیے تھی۔ لیکن میں ایک ٹریپ میں پھنس گیا تھا۔"

پیچھے ہوتے بہار نے قدرے پریشانی سے اسے دیکھا-

جھلمل کرتی ناراضگی لیے آنکھوں میں اب واضح تفکر تھا-اسطرح ان دونوں کے درمیان دو قدموں کا فاصلہ پیدا ہوگیا—

"وہ لوگ میری میموری فارمیٹ کرنا چاہ رہے تھے، بہار- سر سے لے کر پیر تک ہر یاد کو مٹانے والے تھے بہت مشکل سے وہاں سے نکلا ہوں-"

"کیسے؟"

"مت پوچھو کیسے—" بیڈ پر بیٹھتے اس نے گہرا سانس لیا-

"آپ ٹھیک ہیں؟"

"ٹھیک ہوں—پریشان مت ہو-"

اس نے سامنے کھڑی بہار کو دیکھتے کہا-گھنگھریالے بالوں کی سنہری لٹیں اس کے چہرے کو چھو رہی تھیں-

"پتہ ہے سب سے زیادہ مجھے کس چیز نے خوف زدہ کیا- تمہیں بھول جانے کے ڈر نے-میں تمہیں، اپنے پیار، اپنی بیوی کو اس کے ساتھ گزارے ہر سیکنڈ کو بھولنے سے ڈر گیا تھا-" اس کی آنکھوں میں دیکھ کر ایک ایک لفظ ادا کرتے وہ کھڑا ہوا-

"چلو آؤ چلیں—"

"کہاں ؟" وہ جو اس کے مسحور کن لہجے کے جال میں پھنس گئی تھی اس کے اپنے آگے ہاتھ پھیلانے پر میران کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتے حیرانی سے کہا۔

"کچھ اچھی یادیں بنانے چلیں۔ وہاں رہ کر مجھے احساس ہوا کہ ہم دونوں کی گڈ میموریز بہت کم ہیں۔ اب جب زندگی نے مجھے موقع دیا ہے تو میں بہت زیادہ اکھٹی کرنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن اس وقت ؟" اس نے گھڑی کو دیکھتے کہا جہاں رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔

"لک ، آئی تھنک لو۔ کسی بھی کام کو کرنے کا صحیح ٹائم وہ ہے جب آپ کو لگے کہ یہ صحیح ٹائم ہے۔"

اس کی الگ ہی منطق پر وہ ہنس دی۔

●=====●=====●

اسلام آباد سے نکلے ہوئے آج ان کو تیسرا دن تھا۔ وہ اس وقت ضلع خضدار کی وادی moola میں تھے۔

یہ وادی سینکڑوں دیہاتوں پر مشتمل ہے جو کہ دریائے moola کے دونوں دہانوں پر آباد ہیں۔

میران بہار کو یہاں چٹوک واٹر فال دیکھانے لایا تھا۔ آبشار تک جانے کا راستہ دشوار ہی سہی لیکن بہت خوب صورت مناظر پر مشتمل تھا۔

بلند و بالا اونچے پہاڑوں کے درمیان میں سے گرتا پانی قدرت کا حسین کرشمہ تھا۔ چٹانوں سے مسلسل گرتے پانی کی وجہ سے ان چٹانوں میں مختلف غاریں اور نقش و نگار بن گئے ہیں — وسیع لینڈ اسکیپ ،

منفرد رنگ، دھوپ اور جیومیٹریکل اشکال والے پہاڑ اللہ کی قدرت کے اس شاہکار کا کوئی جواب نہیں تھا- ان سب کو دیکھ کر بے ساختہ دل سے سبحان اللہ نکلتا ہے-

میران اس وقت آبشار کے نیچے کھڑا بھیگ رہا تھا- اس آبشار کو مساج آبشار بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے نیچے کھڑے ہونے کے کچھ ہی منٹ میں پانی سفر کی ساری تھکن کو اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے-

اس وقت وہاں ان دونوں کے سوا کوئی موجود نہ تھا-

اس سے کچھ دور بہار پتھر پر بیٹھی گلے میں پہنے لاکٹ کو انگلی پر لپیٹتے قدرت کے ان حسین مناظر کو دیکھتی حیران ہوتی آنکھیں گھما گھما کر ایک ایک منظر کو اپنی آنکھوں کے پردوں میں قید کر رہی تھی-

گلے میں پہنا میران کا دیا ہوا لاکٹ سورج کی نرم گرم شعاعیں پڑنے سے چمک رہا تھا-

وہ بہت پہلے ہی اس میں میران کا عکس دیکھ چکی تھی- اسے اور اس رشتے کو دل سے قبول کر چکی تھی- لیکن نجانے کیوں گلے میں پہن نہیں پا رہی تھی- پر اس روز گھر سے نکلتے وقت اس نے لاکٹ اپنے گلے کی زینت بنا لیا تھا- جب جب میران اس کے گلے میں اس لاکٹ کو دیکھتا اس کے چہرے پر ایک گہری مسکراہٹ احاطہ کر لیتی-

بہار کی محویت کو خود پر پڑنے والے پانی کے چھینٹوں نے توڑا-

اس نے میران کی طرف دیکھا جو دوبارہ ہاتھوں میں پانی لیے اس پر پھینکنے والا تھا-

"نہیں، پلیز-" پر میران نے ایک بار پھر پانی پھینکا-

"چلو، تم بھی آو-" اس نے پہلے بھی بہار کو آنے کا کہا تھا۔ لیکن وہ منع کر گئی تھی-

لیکن اب جب اس نے خود اچھے سے نہا لیا تھا۔ اسے دوبارہ بہار کا خیال آیا-

"نہیں میں ادھر ٹھیک ہوں-" بہار کے کہنے پر اس نے آنکھیں دکھائی—

"تم آرہی ہو کہ میں آؤں—" میران نے مصنوعی خفگی سے کہا—

جس پر بہار چارونا چار پانی کے قریب آئی-

"چلو آو-" آگے بڑھ کے اس کی کلائی تھامتے کہا-

"میران-" اس کے ساتھ گہرے پانی کی طرف جاتے بہار نے کہا-

"ہمم-"

"مجھے آپ کی طرح تیرنا نہیں آتا-اگر میں ڈوب گئ تو-" اس نے اندر کے ڈر کو زبان دی-

"تو میں تمھیں بچا لوں گا-" سنہری آنکھیں مسکرا رہی تھیں—

"اور اگر آپ نہ بچا سکے-" اس کی طرف دیکھ کر کہتے وہ نجانے کیا سننا چاہ رہی تھی—

"تو ہم دونوں ڈوب جائیں گے—" اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس نے کہا-

اس کے لہجے کی مضبوطی اس کے الفاظ کی صداقت کا ساتھ دے رہی تھی-

اس کی آنکھوں میں دیکھتی بہار نے مسکراتے ہوئے نظروں کا زاویہ بدلا—

باتوں باتوں میں اسے پتہ نہ چلا کہ کب وہ آبشار کے نیچے آ کھڑے ہوئے-

ٹھنڈے تیز پانی کی بوچھاڑ دونوں کو بھگوتی چلی گئ-

چٹوک کی ہر آبشار کی اپنی خوب صورتی ہے-لیکن چٹوک کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ یہ ہر بارش کے بعد اپنا رنگ بدلتی ہے—اور آج کیفِ بہاراں کی بارش میں بھیگتے چٹوک کی آبشاریں پیار کے رنگ میں ، میران اور بہار کے رنگ میں رنگ گئ تھیں-

●=====●=====●

چمکتے ٹمٹماتے ہوئے ستاروں نے سیاہ آسمان پر روشنیوں کا جال بچھایا ہوا تھا-رات کے اس پہر آسمان پر قوس و قزح کے سارے رنگ بکھرتے آسمان پر رقص کر رہے تھے—

ریتلی سطح پر میٹ بچھائے وہ دونوں لیٹے بہت سی حسین یادیں بنا رہے تھے-انہیں سیر و تفریح کرتے ڈیڑھ ماہ ہو چکے تھے۔ آج ان کا یہاں آخری دن تھا۔ کل انہوں نے اسلام آباد کے لیے روانہ ہونا تھا-

جہاں دو دن بعد ان کی شادی کی خوشی میں ارسلان صاحب اور سائرہ مام نے مل کر ایک گرینڈ ڈنر اریج کیا تھا-

"میں تو جانتی ہی نہیں تھی کہ پاکستان میں اتنی خوب صورت جگہیں اور وہ بھی بلوچستان میں ہیں—" بہار نے خوشی اور اشتیاق سے کہا-

ہر نئے منظر نئی جگہ کو دیکھ کر وہ پہلے سے بڑھ کر مبہوت ہو جاتی-اور میران اس کے حیران سے چہرے میں کھو سا جاتا-

"ہاں، اللہ تعالی نے پاکستان کو جذبہ قوت ایمان، ایثار و قربانی رکھنے والی عوام کے ساتھ اپنی بیش بہا نعمتوں سے نوازا ہے-" کہتے ہوئے اس کے لہجے میں وطن کی محبت بول رہی تھی۔

"ہمارے وطن میں قدرت کے ایسے حسین دل موہ لینے والے مناظر، جگہیں ہیں کہ ہمیں سیر و تفریح کرنے کے لیے کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں ہے—لیکن تم پریشان نہ ہو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں تمہیں بیرون ملک گھمانے نہیں لے کر جاوں گا-"

اپنی بات کے آخر میں اس نے ساتھ لیٹی بہار کو چھیڑا-

"میں کب پریشان ہوئی ہوں—"اس نے حیرت سے منہ کھولتے کہا-

"میں نے باہر کے ملک نہیں جانا آپ وعدہ کریں کہ اگلے سال مجھے دوبارہ یہاں لائیں گے-"

"لو، ہم اس سال تو ابھی واپس گئے نہیں- تم اگلے سال کے وعدے لینے بیٹھ گئی ہو- پتہ نہیں اگلے سال تک میں رہوں یا نہ رہوں-"

اس کی بات پر بہار ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی—

"کیا ہوا؟"اس کے ساتھ بیٹھتے میران نے کہا-

"ہم ابھی تو ملے ہیں اور آپ پہلے ہی جدائی کی باتیں کرنے لگے ہیں-"لہجے میں پل بھر میں نمی گھلی-

"لو رونا مت- میں تو بس ایک عام سی بات کر رہا ہوں- آخر ہر کسی نے ایک نہ ایک دن مرنا ہی ہے- "

"جی، مرنا ہے۔ لیکن آپ میرے ساتھ ایسی باتیں نہ کریں—"

"تو کیسی باتیں کروں-"اس نے شرارت سے اس کے بالوں کی ایک لٹ کھینچتے پوچھا۔ چہرے کے اطراف میں بکھرے گھنگھریالے بال بہت خوب صورت لگ رہے تھے-

"بہار!"

"جی۔"

"ناراض ہو گئی ہو؟ "اسے خاموش پا کر میران بولا

"نہیں تو—"آنکھیں بند کیے خود کو پر سکون کرتے اس نے کہا—

ابھی وہ خود کو اتنا مضبوط نہیں سمجھتی تھی کہ میران سے کچھ پل علیحدہ ہونے کا سوچ سکے کجا کہ دائمی جدائی-

"مجھے تم سے کچھ کہنا تھا-کہہ تو بہت پہلے ہی دینا چاہیے تھا۔ مگر "اس کی طرف گردن موڑ کر بیٹھتے کہا-

"کیا؟"

"میں معافی چاہتا ہوں-مجھے تمہیں ان سب چیزوں سے نہیں گزارنا چاہیے تھا۔ جن سب کا تم نے بہادری سے سامنا کیا ہے- کاش ہم ایسے نہ ملتے۔"

"آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں- آپ نے ہی تو کہا تھا کہ یہ آزمائش ہے-شاید قسمت کو ہمارا ایسے ملنا ہی قبول تھا-اور ایک سچے مسلمان کا یہ ایمان ہوتا ہے کہ جو بھی جب، جیسے ہوا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی مصلحت چھپی ہے-وہ کبھی بھی کاش لفظ کا قیدی بن کر حسرت اور ملال میں مبتلا نہیں ہوتا-"

اس کی اتنی گہری بات پر میران دھیمے سے مسکرا دیا-

"آپ کو پتا ہے ان سب چیزوں نے مجھے بہت کچھ سیکھایا ہے-اور دیکھیں یہ کتنی خوشی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا وسیلہ بنایا اور آپ نے میرے ساتھ اور کتنی لڑکیوں کی زندگی برباد ہونے سے بچائی-"میٹ کی سطح پر انگلی پھیرتے بہار نے کہا-

"ہمم۔"

دونوں ایک دوسرے سے باتوں میں لگے اوپر آسمان پر ہوتے رقص کو فراموش کر چکے تھے-

●=====●=====●

سارے لان کو برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا—جگہ جگہ پر سفید گلابوں اور جالی دار پردوں سے ڈیکوریشن کی گئی تھی—مہمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری تھا-

ارسلان صاحب اور سائرہ انٹرنس پر کھڑے مہمانوں کو خوش آمدید کہہ رہے تھے-

ادھر ادھر پھرتے ویٹر مہمانوں کو ڈرنک سرو کر رہے تھے-

ابھی ابھی میجر عمیر، مریم اور آیان کے ہمراہ اندر داخل ہوئے تھے-

اُرسلان صاحب عمیر سے بڑی گرم جوشی سے ملے-میران اور عمیر کے ساتھ مریم بھی اس روز پاکستان آگئی تھی-

وہ دونوں اس کے بعد میران کی جانب بڑھے جو کیپٹن شہروز اور چند ایک اور کولیگز کے ساتھ کھڑا تھا-

"شکر ہے اب کی بار میں صحیح وقت پر صحیح جگہ موجود ہوں-" میران سے بغلگیر ہوتے عمیر نے ہولے سے کہا جس پر وہ ہنس دیا-

"بھائی اتنی دیر کر دی-" باقی دوستوں سے مل کر وہ مریم کے پاس آئے اور میران اس سے ملا-شہروز جو پہلے ہی مریم کے پاس آگیا تھا نے کہا-

"یار پہلے تمہاری ایک بھابھی تھی اب یہ آیان صاحب بھی آ گئے ہیں۔ تو پھر تو ڈبل لیٹ ہی ہوں گا-" اس کی بات پر اس کو گھورتی مریم مسکرانے لگی-

کیونکہ کہہ تو وہ سچ رہا تھا-

"کیوں بھابھی، بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں؟" چھوٹے سے آیان کو پیار کرتے اس نے مریم کو مخاطب کیا-

"تمہیں محترمہ کی مسکراہٹ سے نہیں پتہ چل رہا--" عمیر نے ہنستے ہوئے کہا-

"ویسے ابھی میران بھائی کی دلہن نہیں آئی باہر تو ایک طرح سے ہم ٹائم پر پہنچ گئے ہیں-" مریم نے خفت مٹانے کو کہا- مریم کی بات پر وہ سب ہنسنے لگے-

ابھی کیپٹن شہروز کوئی چٹکلہ چھوڑتے کہ کرنل خالد کی آمد ہوئی- میران، عمیر کے ساتھ وہ بھی کرنل صاحب سے ملنے کو بڑھا-

"بہار کتنی دیر ہے؟" وہ مصروف سے انداز میں کہتا ہوا اندر لاونج میں داخل ہوا-

باہر تقریباً سب مہمان آ چکے تھے تو سائرہ نے بہار کو لانے کا کہا تھا-

"بیوٹیفل!!" اس نے بہار کو دیکھتے بے ساختہ کہا- جیسے زہے نصیب میں کہا تھا-

ٹی پنک لہنگا اور اسکے اوپر گرے کام کی بھری پاؤں کو چھوتی اوپن شرٹ پہنے، دوپٹہ بازوؤں میں لیے گھنگھریالے بالوں کو کھولے ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی-

میران کے ایسے کہنے پر اس نے شرمگیں مسکراہٹ چہرے پر لیے نظریں جھکائیں-

"چلیں؟" اس کے قریب آ کر ہاتھ پھیلائے اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا-

بہار نے اپنا ٹھنڈا پڑتا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا-

"کیا ہوا تم اتنی ٹھنڈی پڑ رہی ہو؟" اس کے ہاتھوں کی ٹھنڈک محسوس کرتے میران نے کہا-

"نہیں تو... جی...مجھے نہیں پتا-" اس کے کنفیوز ہو کر ایسے کہنے پر وہ ہنس دیا-

آج تو سنہری آنکھوں کی چمک ہی نرالی تھی-بلیک اینڈ وائٹ ڈنر سوٹ پر گرے ٹائی لگائے وہ کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا تھا-

"آپ میرے ساتھ رہیے گا—باہر اتنے زیادہ لوگ ہیں-" اس کے ساتھ باہر کی جانب بڑھتے اس نے دھیرے سے کہا—

جس پر میران نے اپنے ہاتھ میں تھاما اس کا ہاتھ ہلکے سے دبایا-

"بہادر بنو—آج تمہارا دن ہے-اور سب تم سے ملنے کو اور تمہیں بہت ساری دعائیں اور پیار دینے کو پرجوش ہیں-سمائل لو۔" سامنے دیکھتے اس نے ہولے سے کہا-

جس پر اسے کچھ حوصلہ ہوا اور اب وہ بھی اس کے ساتھ سر اٹھائے سب کو دیکھتی سفید روش پر چلتی گراؤنڈ میں آئی-

ان کے آنے پر سب نے بھرپور تالیوں کے ساتھ استقبال کیا-

بہار، میران سمیت لان میں موجود تمام لوگوں پر اوپر سے سفید پھولوں کی بارش ہوئی-

ارسلان صاحب اور سائرہ مام سے ملتی وہ میران کے ساتھ چلتی کچھ فاصلے پر کھڑے عمران بھائی سے ملی-

"ہمیشہ خوش رہو-ہنستی مسکراتی رہو-" آنکھوں میں خوشی کے آنسو لیے انہوں نے کہا-

ایک ایک کر کے میران کے ساتھ چلتی تقریب میں موجود کم و بیش تمام لوگوں سے وہ ملی- اور ڈھیروں مبارک باد پیار اور دعائیں سمیٹیں-

اسٹیج نہیں بنایا گیا تھا۔ وہ دونوں ویسے ہی سب مہمانوں میں گھوم پھر رہے تھے-

"ان سے ملو، بہار۔ یہ ہماری بہت قابل اور بہادر کیپٹن کلثوم ہیں-" کہتے ہوئے میران کے لہجے میں احترام تھا-

"کافی پیاری ہے، نا؟" شہروز جو بے ساختگی میں کلثوم کو دیکھ رہا تھا۔ اپنے قریب سے آواز آنے پر گھبرا کر سائیڈ پر دیکھا۔ جہاں مریم مسکراتی ہوئی اس کے ساتھ کچھ دور کھڑی کلثوم کو دیکھ رہی تھی جو بہار اور میران سے باتوں میں مصروف تھی-

"میں سوچ رہی ہوں آنٹی سے اب اپنی دیورانی لانے کی بات کروں- آپ کا کیا خیال ہے دیور صاحب کیپٹن کلثوم کے لیے بات کروں-"

مریم کی بات پر شہروز دلکشی سے مسکرا اٹھا-

"بھابھی، ماں کی جگہ ہوتی ہیں- جو میری بھابھی نے کہہ دیا وہ ہی ٹھیک ہے-" اس کے شرارت سے کہنے پر دونوں ہنس پڑے-

اداس آنکھوں والی کلثوم کی زندگی میں بھی بہت جلد بہار دستک دینے والی تھی-

تمام مہمان جا چکے تھے لان کی صفائی دیکھ کر لگتا نہ تھا کہ ابھی کچھ دیر پہلے یہاں کوئی فنکشن ہوا ہے-

ایسے میں وہ دونوں ایک ٹیبل کے گرد آمنے سامنے بیٹھے ڈنر کر رہے تھے- دونوں نے ہی تقریب میں کچھ خاص نہ کھایا تھا۔

بہار کی بات رکھتے اس نے اسے اپنے ساتھ ساتھ ہی رکھا تھا۔

بہار نے ابھی تک چینج نہیں کیا تھا جبکہ میران کورٹ اور ٹائی اتار چکا تھا-

وہ ابھی کھانا کھا رہی تھی جب میران جو کھانا کم اور اسے زیادہ دیکھ رہا تھا نے کہا "تمہارے ساتھ سب کچھ کتنا خوب صورت اور meaningful ہو گیا ہے- میں بہت خوش نصیب ہوں بہار کے تم میری زندگی میں آئی- شکریہ-" اس کے لہجہ میں تشکر اور پیار چھپا تھا-

اس کے اچانک اظہار پر بہار کھانا چھوڑے اسے دیکھنے لگی-

ٹیبل پر جلتی موم بتی کی پیلی روشنی میں ان دونوں کے چہرے چمک رہے تھے-

"آپ کا بھی شکریہ کہ آپ نے مجھے اپنی زندگی میں شامل کیا-"

دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے مسکرا اٹھے- گہری، پیار، زندگی، خوشیوں سے بھرپور مسکراہٹ—

ختم شد

urdu novels mania
www.urdunovelsmania.com